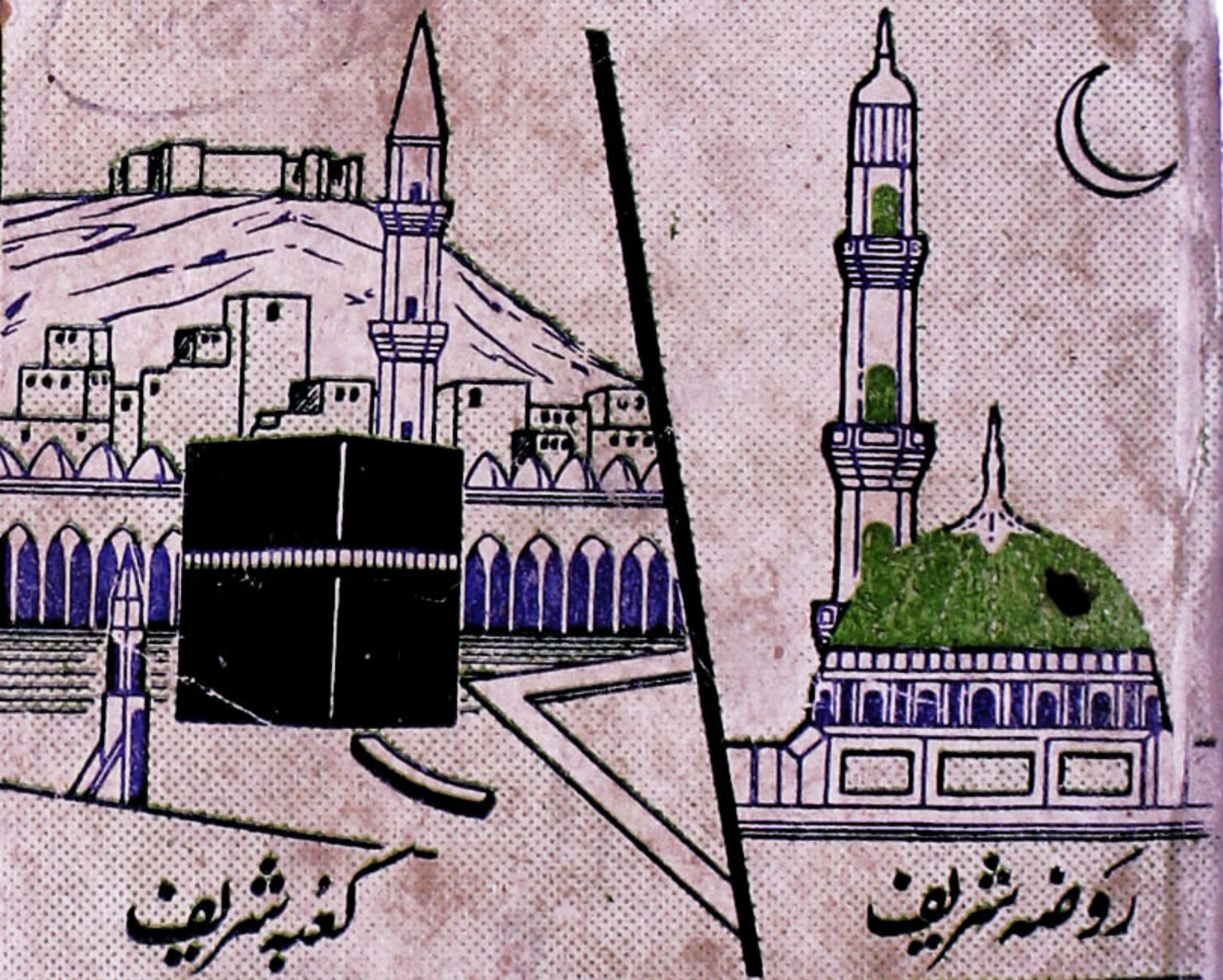


بَيْتِكَ يَا بَيْتِ الْمَدِينَةِ



حاجیو او شہنشاہ کاروضہ دیکھو۔ کعبہ اور کعبہ کی کعبہ دیکھو۔



کعبہ شریف

روضہ شریف

بیت خانہ ماہ طہ کا طہ صلیح بہا کوٹ

(مذنی کسان)

87308

~~87308~~

حُجَّتِ اَحْمَدِ اَزَلِ هِيَ سَعْدِيَّةٌ هِيَ
مِنْ يَهْمَانَ هُوَ مِرَادِلٌ مَدِينَةٌ هِيَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 بِمَنْزِلَةِ رَبِّكَ الْوَهَّابِ
 اِنَّا نَحْمَدُكَ وَنُثَنِّقُ بِكَ
 اَعْلٰی اَسْمَائِكَ الْكَبِیْرَةِ

پہلی نظر

حرمین شریفین کی زیارت کے لئے کونسا ایسا مسلمان ہے جس کے دل میں تڑپ موجود نہ ہو۔ اور جو گنبد خضراء علیہ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے دیدار پر انور سے اپنی آنکھوں کو منور کرنے کے لئے بنیاب نہ ہو۔ یہ حقیقت ہے کہ اس خطہ پاک کی حاضری کے لئے ہر سچے مسلمان کا دل بے قرار رہتا ہے۔ اور پھر یہ نہیں کہ جس خوش بخت انسان کو یہ سعادت نصیب ہو جائے۔ وہ اس شرف سے مشرف ہو کر اور اپنا شوق پورا کر کے واپس آنے کے بعد قرار پالیتا ہے۔ اور پھر اس کے دل میں وہاں پہنچنے کی تڑپ باقی نہیں رہتی۔ نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ایسا خوش بخت انسان وہاں سے واپسی کے بعد پھر وہیں پہنچ جانے کے لئے اور بھی زیادہ بے قرار رہنے لگتا ہے۔ اور چاہتا ہے کہ میرے پر لگ جائیں۔ تو وہاں اڑ کر پہنچ جاؤں۔

چنانچہ میں جب پہلی مرتبہ ۱۹۵۵ء میں قرینہ حج کی ادائیگی کے لئے حرمین شریفین حاضر ہوا۔ اور روضہ انور کی زیارت کی میری عمر پھر

کی تمنا برآئی۔ اور پھر وہاں سے واپس آیا۔ تو خدا شاہد ہے کہ میری بھی
 یہی کیفیت تھی۔ اور چھ سال کا عرصہ اسی بدیتابی میں گذرا۔ جسے کہ اللہ تعالیٰ
 نے پھر کرم فرمایا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر نظر رحمت فرمائی۔
 اور سنہ ۹۶۰ میں میں اپنے دو چھوٹے بچوں عزیز ی رشید احمد۔ اور
 عزیز ی بلال احمد سلمہا رہا اور ان کی والدہ سمیت پھر عازم مدینہ منورہ
 ہوا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں دوسری مرتبہ بچوں سمیت
 شرفِ حاج سے مشرف ہوا۔ الحمد للہ علی ذالک! اس دفعہ میں اپنے
 اس مقدس اور پیارے سفر کی ابتداء سے انتہا تک اور پھر واپسی تک ہر
 روز کی ڈائری لکھنا رہا۔ جو "طریقہ" میں سلسل شائع ہوتی رہی۔ یہ
 ڈائری کچھ اس انداز اور رنگ میں لکھی گئی، کہ اکثر ناظرین نے اسے بڑا پسند
 فرمایا۔ اور لکھا۔ کہ یہ ڈائری کچھ ایسی دلکش اور ایمان افروز طرز میں لکھی گئی
 ہے۔ کہ پڑھنے والوں محسوس کرتا ہے۔ جیسے وہ خود بھی آپ کے ساتھ ساتھ
 مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ میں پھر رہا ہے۔ مجھ سے کئی احباب نے باطمانہ بھی
 تذکرہ فرمایا۔ کہ ہم اس ڈائری کو پڑھتے وقت بالخصوص مدینہ منورہ کی حاضر
 کا حصہ پڑھتے ہوئے بے ساختہ آنسو بہاتے رہے۔ اس ڈائری میں رشتہ پر
 بلال کی پیاری پیاری باتوں نے اور بھی زیادہ لطف پیدا کر دیا ہے۔
 الغرض آپ دیکھیں گے۔ کہ یہ ڈائری سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم
 کے عشق و محبت کے مرکزی نقطہ پر گھوم رہی ہے۔ اور یہی خصوصیت اس
 ڈائری کی جان ہے۔ اور اسی کی بدولت یہ بے حد مقبول ہوتی ہے!

مسائل حج کافی مشکل ہیں۔ اور حجاب کرام کو بالخصوص پہلی مرتبہ
 تو بڑی دشواریوں کا سامنا ہوتا ہے۔ میں نے عام فہم اور سادہ زبان میں
 کوشش کی ہے۔ کہ اس کا ہر پڑھنے والا بڑی آسانی کے ساتھ ترتیب حج
 اور اس کے مسائل سے واقف ہو سکے۔ اور انشاء اللہ عازمین حرمین شریفین
 اس ڈاٹری کو زیر مطالعہ رکھیں گے۔ تو ان کے لئے اس مبارک سفر کے مراحل
 اور زیارت و حج کے جملہ مسائل بڑے آسان ہو جائیں گے۔

میری اس ڈاٹری کے ہر پڑھنے والے سے یہ درخواست ہے۔ کہ وہ میرے
 لئے یہ دعا ضرور کرے۔ کہ خدا تعالیٰ اس گنہ گار کو اپنے محبوب کے شہر میں پھر
 لے جائے اور وہیں اس کا خاتمہ بھی ہو!

ابوالنور محمد شہیر



فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	نمبر شمار	صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۹۱	لطیفہ	۱۳	۱۲	محسن کاشکریہ	۱
۱۱۹	مولانا ضیاء الدین صاحب	۱۴	۱۸	خوش قسمتی کی انتہا	۲
۱۲۱	مدنی ڈاکٹر صاحب	۱۵	۳۱	سیالکوٹ	۳
۱۲۷	وجد	۱۶	۳۱	غیر مستحق منگنے	۴
۱۲۹	خوشبو	۱۷	۳۷	وزیر آباد	۵
۱۲۹	قیام و جلوس	۱۸	۳۷	رسولِ قاسم	۶
۱۳۲	عربی لباس	۱۹	۳۷	مسئلے اللہ علیہ وسلم	۷
۱۳۳	عربی زبان	۲۰	۳۵	لطیفہ	۸
۱۳۵	عَزِيزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ	۲۱	۴۸	حیدر آباد	۹
۱۳۶	رشتید و بلال	۲۲	۴۹	کراچی	۱۰
۱۳۹	اعلیٰ حضرت شہر بلوی رحمۃ اللہ علیہ	۲۳	۵۹	ذکر حبیب	۱۱
	حضرت امام مالک	۲۴	۶۰	لطیفہ	۱۲
۱۴۰	رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۵	۶۵	کراچی سے روانگی	۱۳

صفحہ	مضمون	نمبر شمار	صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱۸۹	نیا محاورہ	۴۰	۱۴۶	زَمْسَم حاجی	۲۵
۱۹۲	معلم	۴۵	۱۵۲	مدینہ منورہ سے	۲۶
۱۹۴	مکہ معظمہ دیکھ کر	۴۶	۱۵۵	واپسی	۲۶
۱۹۴	پڑھنے کی دعا	۴۶	۱۶۰	محفل میلاد	۲۸
۱۹۶	مکہ معظمہ کا شہر	۴۷	۱۶۴	سمندر	۲۹
۲۰۰	مسئلہ	۴۸	۱۶۰	احرام	۳۰
۲۰۲	طریقہ عمرہ	۴۹	۱۶۰	احرام کا معنی	۳۰
۲۰۲	لطیفہ	۵۰	۱۶۰	احرام باندھنے	۳۱
۲۰۵	مسجد احرام	۵۱	۱۶۰	کا طریقہ	۳۱
۲۰۶	طواف	۵۲	۱۶۰	میقات	۳۲
۲۰۶	اضطباع	۵۳	۱۶۲	احرام کی حالت	۳۳
۲۰۶	نیت طواف	۵۴	۱۶۹	میں آنا کے حضور	۳۳
۲۰۸	جلوس میلاد شریف	۵۵	۱۸۰	مقام ذوالحلیفہ	۳۴
۲۱۱	رَمَل	۵۶	۱۸۲	حج کی تین قسمیں	۳۵
۲۱۱	اصل رَمَل	۵۷	۱۸۳	احرام کے بعد	۳۶
۲۱۳	فاروق اعظم اور	۵۸	۱۸۴	مباحات احرام	۳۷
۲۱۳	حجر اسود	۵۸	۱۸۴	لطیفہ	۳۸
۲۱۴	مسئلہ	۵۹	۱۸۴	بخشیش	۳۹

صفحہ	مضمون	نمبر شمار	صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۲۳۲	عجیب منظر	۷۸	۲۱۵	پہلے چکر کی دعا	۴۰
۲۳۴	حجامت	۷۹	۲۱۷	درد شریف	۴۱
۲۳۵	مکان کا کرایہ	۸۰	۲۱۹	دوسرے چکر کی دعا	۴۲
۲۳۸	پانی	۸۱	۲۱۹	تیسرے چکر کی دعا	۴۳
۲۳۹	لطیفہ	۸۲	۲۲۰	چوتھے چکر کی دعا	۴۴
۲۴۰	رونق	۸۳	۲۲۰	پانچویں چکر کی دعا	۴۵
۲۴۲	خانہ کعبہ	۸۴	۲۲۱	چھٹے چکر کی دعا	۴۶
۲۴۴	مسئلہ	۸۵	۲۲۲	ساتویں چکر کی دعا	۴۷
۲۴۴	فضیلت طواف	۸۶	۲۲۳	مسئلہ	۴۸
۲۴۴	صحابہ کرام	۸۷	۲۲۴	جاوا سامرا	۴۹
۲۴۴	رضی اللہ عنہم	۸۷	۲۲۵	نماز طواف	۵۰
۲۴۵	مسئلہ	۸۸	۲۲۶	آب زمزم	۵۱
۲۴۵	غلاف کعبہ	۸۹	۲۲۶	چاہ زمزم	۵۲
۲۴۷	مقدس ہجوم	۹۰	۲۲۷	صفاروہ	۵۳
۲۵۱	مسئلہ	۹۱	۲۲۸	زم زم	۵۴
۲۵۲	منی	۹۲	۲۳۰	مسئلہ	۵۵
۲۵۴	منی کو روانگی	۹۳	۲۳۱	سبز میں	۵۶
۲۵۶	نشان	۹۴	۲۳۲	مسئلہ	۵۷

صفحہ	مضمون	نمبر شمار	صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۲۸۰	اعجازِ قرآن	۱۱۱		منیٰ کو دیکھ کر	۹۵
۲۸۱	آج دن بھر	۱۱۲	۲۵۸	پڑھنے کی دعا	
۲۸۲	مسئلہ	۱۱۳	۲۵۹	مسجد خیف	۹۶
۲۸۵	یقین	۱۱۴	۲۶۲	گرانی	۹۷
۲۸۵	لطیفہ	۱۱۵	۲۶۳	کو کو کو	۹۸
۲۸۶	دعا	۱۱۶	۲۶۴	مسئلہ	۹۹
۲۸۷	مغفرت	۱۱۷	۲۶۵	نماز ظہر	۱۰۰
۲۸۸	تبرک	۱۱۸	۲۶۶	بخار	۱۰۱
۲۸۹	عقبت	۱۱۹	۲۶۶	لطیفہ	۱۰۲
۲۸۹	لطیفہ	۱۲۰	۲۷۰	نورانی رات	۱۰۳
۲۹۱	بے پناہ ریش	۱۲۱	۲۷۱	شبِ عرفہ	۱۰۴
۲۹۲	مزدلفہ	۱۲۲	۲۷۳	مسئلہ	۱۰۵
۲۹۵	دعاے مغفرت امت	۱۲۳	۲۷۴	عرفات	۱۰۶
۲۹۶	نبوت کی آئینہ	۱۲۴	۲۷۶	آج کا دن	۱۰۷
	شبِ قدر سے بھی			میدانِ قیامت	
۲۹۷	افضل رات	۱۲۵	۲۷۷	کائنات	۱۰۸
۳۰۰	مسئلہ	۱۲۶	۲۷۹	شفاعت	۱۰۹
۳۰۱	مسئلہ	۱۲۷	۲۷۹	امرین حاجی	۱۱۰

صفحہ	مضمون	نمبر شمار	صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۳۱۲	مسئلہ	۱۳۶	۳۰۱	پیر منیٰ کو	۱۲۸
۳۱۳	علق	۱۳۷	۳۰۱	دعا	۱۲۹
۳۱۴	طوافِ زیارت	۱۳۸	۳۰۲	وادیٰ محتر	۱۳۰
۳۱۵	مسئلہ	۱۳۹	۳۰۴	دسویں تاریخ	۱۳۱
۳۱۸	مسئلہ	۱۴۰	۳۰۴	شیطان	۱۳۲
۳۲۳	یا ووطن	۱۴۱	۳۰۷	مسئلہ	۱۳۳
۳۲۴	الوداع	۱۴۲	۳۰۸	مسئلہ	۱۳۴
۳۲۴	سفینۃ الحجاج	۱۴۳	۳۰۹	مسئلہ	۱۳۵

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۴۹۹
۹۲

مَسْأَلَةٌ رَاسِيَةٌ فِي كِتَابِ رُؤْيَى

لَيْكًا يَا سَيِّدِي

اَلْقَوْلُ اَلْجَنَابِلُ اَلْمَشْرِيقِيَّةُ اَلْمَشْرِيقِيَّةُ اَلْمَشْرِيقِيَّةُ اَلْمَشْرِيقِيَّةُ

دربار میں حاضر ہو گیا

۱۹۵۲ء میں زیارتِ کعبہ خضراء علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ
واسلام اور حج کعبہ کے بعد جب گھر واپس آیا ہوں۔ تو خدا
شاہد ہے۔ کہ دوشنبہ انور کی نورانی تصویر ہر وقت نظروں کے
سامنے رہنے لگی۔ اور اس دربارِ عالی کی یاد تازے لگی۔ کعبہ معظمہ
کی جلالت مآب تصویر بھی آنکھوں میں پھرتی رہی۔ لیکن یہ
حقیقت ہے۔ کہ دوشنبہ انور کی تصویر رحمت تو خود بخود سامنے

آ جاتی رہی۔ لیکن کعبہ اقدس کی طرف میں اپنا خیال تنکلف
 لے جاتا۔ تو وہاں کے ایمان افروز مناظر سامنے آتے۔ کوئی کچھ
 کہے۔ لیکن اپنا تو ایمان یہی ہے۔ جو اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز
 نے بیان فرمایا ہے۔ کہ سے

ہوتے کہاں خلیل و بنا کعبہ و منیٰ !!
 لوٹاک والے صاجی سب تیرے گھر کی ہے

اعلیٰ حضرت پر خدا کی کروڑ کروڑ رحمتیں نازل ہوں۔ کہ عشق
 و محبت کی بنیادیں مضبوط فرما گئے۔ دیکھیے۔ پھر آگے
 کیا فرماتے ہیں سے

ان کی طفیل حج بھی خدا نے کرا دیئے
 اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے

مدینہ منورہ کی حاضری ہی حج کی جان ہے۔ اور جو حج
 اس حاضری کے بغیر ہے۔ وہ حج ایک بے معنی لفظ ہے۔
 اور بے روح جسم ہے۔

والدی المعظم حضرت فقیر عظیم رحمۃ اللہ علیہ
 نے ایک مرتبہ اپنے سفر حج کا ایک

محبس کا شکر ہے

قصہ سنایا تھا۔ فرمایا۔ کہ جہاز میں میں مدینہ منورہ کے فضائل اور
 حضور کی زیارت شریفہ کی اہمیت و عظمت بیان کر رہا تھا۔ کہ
 ایک "مولوی" مجھ سے تکرار کرنے لگا۔ اور اس بات پر

نور دینے لگا۔ کہ مدینہ منورہ کی حاضر ہی جائز نہیں۔ اور زیارت
 گنبد خضراء کی نیت سے جانا ممنوع ہے۔ والد ماجد علیہ الرحمۃ
 نے فرمایا۔ کہ میں اُسے لَا تَشُدُّ السَّرْحَالَ کا اصل مطلب سمجھا
 رہا تھا۔ کہ ایک سادہ لوح مسلمان نے مجھ سے کہا۔ کہ آپ
 ذرا ٹھہر جیئے۔ اس سے میں کچھ پوچھنا ہوں۔ چنانچہ اس نے
 مجھے چپ کرا کے اس سے پوچھا۔ کہ مولوی صاحب! حضور کی
 بارگاہ میں اگر جانا ممنوع ہے۔ تو فرمائیے! آپ کہاں جا رہے
 ہیں؟ اس نے جواب دیا۔ کہ میں مکہ معظمہ حج کعبہ کے لئے جا
 رہا ہوں۔ ساتھ لوح مسلمان نے پھر پوچھا۔ کہ مکہ معظمہ میں
 آنے اور حج کعبہ کرنے کی اہدایت آپ کو کس نے دی؟ اور
 یہاں تک آپ کو لایا کون؟ اور کس کی مہربانی سے آپ اتنے
 بڑے شرف سے مشرف ہوں گے؟ اس نے جواب دیا۔ کہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس کی ہدایت کی۔
 اور انہوں نے ہی درکعبہ کا پتہ دیا۔ تو وہ مسلمان بولا۔ کہ
 بڑے افسوس کی بات ہے۔ کہ جس محسن اعظم صلی اللہ علیہ
 وسلم نے تم پر اتنا بڑا احسان و کرم فرمایا ہے۔ تم اسی کے
 پاس جانے سے کتراتے ہو۔ اور دوسروں کو بھی نہیں جانے
 دیتے۔ کم از کم محسن کا شکر ادا کرنے کے لئے ہی ولاں جاؤ
 اور دوسروں کو بھی جانے دو۔ والد ماجد علیہ الرحمۃ فرماتے تھے۔

کہ اس کی اس سادہ سی مگر ٹھوس بات کا بڑا ہی لطف آیا اور اس مولوی سے بھی اس کا کوئی معقول جواب نہ بن پڑا۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا ارشاد بھی ہے کہ " جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی۔ اس نے مجھ پر ظلم کیا " (ابن عدی)

بنا ہری غور کیجئے۔ کہ حج میں سے اگر زیارتِ پاک کو نکال دیا جائے۔ تو باقی حج رہ گیا یا ظلم؟ اور ایسا حاجی "حاجی" ہوا یا ظالم؟

مسئلہ میں جب میری حاضری ہوئی۔ تو میں نے اکثر خوش قسمت لوگوں کو دیکھا۔ جو اپنے ہمراہ بیوی بچوں کو بھی لائے گئے۔ اور ان کے چھوٹے چھوٹے بچوں نے چھوٹے چھوٹے احرام باندھ رکھے تھے۔ جو بڑے ہی پیارے معلوم ہوتے تھے۔ یہ دلکش منظر دیکھ کر دل میں تمنا پیدا ہوئی۔ کہ خدا اور رسول کا فضل و کرم مجھ پر بھی ہو۔ اور قسمت یاوری کرنے تو میں بھی بچوں سمیت حرمین شریفین کی حاضری دوں۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر گاہ عرشِ پناہ میں نے یہ عزم کی اور دعا مانگی تھی۔ کہ میری یہ تمنا پوری ہو۔ اور بچوں سمیت یہاں حاضر ہوں۔ چنانچہ میری یہ دعا سنی گئی۔ اور اس دفعہ میں عزیز مولوی رشید احمد (عمر آٹھ سال) اور مولوی بلال احمد (عمر چھ سال)

اور ان کی والدہ کو ساتھ لے کر آقا کے دربار حاضر ہونے کو روانہ ہو گیا ہوں۔ اور اب وہاں پہنچ کر دعا یہ کروں گا۔ کہ رشید و ہلال کے دو بڑے بھائیوں مولوی عطاء المصطفیٰ جمیل، مولوی ضیاء المصطفیٰ اور ان کی بہنوں عزیزہ فریدہ و ناصرہ کو بھی خدا تعالیٰ اس شرف سے مشرف فرمائے۔ اور مجھے یقین ہے۔ کہ میری یہ دعا بھی سنی جائے گی۔ اور یہ بھی دربار رسالت میں حاضر ہوں گے۔ انشاء اللہ!

مج کے لئے اپنی۔ رشید و ہلال اور ان کی والدہ کی درخواست دیدینے کے بعد دن رات خدا کے حضور یہ دعا کرتا رہا۔ کہ قرعہ میں ہمارا نام نکل آئے۔ اس لئے کہ ہزاروں درخواستوں میں سے مخصوص تعداد کا قرعہ اندازی کے ساتھ انتخاب کسی بڑے ہی خوش قسمت انسان کو منتخب کر سکتا ہے۔ میں اپنے آقا و مولیٰ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایات بے پایاں کا کس زبان سے شکر یہ ادا کروں۔ کہ آپ کی توجہ رحمت سے ہزاروں درخواستوں میں سے اس گنہ گار کا نام بھی قرعہ میں نکل آیا۔ اور دوسرے روز اخبارات میں خوش قسمت افراد کی فہرست میں ہمارا نام بھی شائع ہو گیا۔ ہماری کامیابی کی خبر سارے قصبہ میں ایک دم پھیل گئی۔ اور کوٹلی کا ہر فرد مبارکباد کہنے کے لئے آنے لگا۔ اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر

رحمت سے میں۔ رشید و بلاں اور ان کی والدہ قابل رشک
ہستیاں بن گئے۔ اور مدینہ منورہ جانے کے عزم و ارادہ ہی
کی بدولت ہم آناً فاناً قطرے سے دریا، ذرے سے صحرا، اور
مٹی سے سونا بن گئے۔

نیری نظر پاک نے مٹی کو سونا کر دیا
خاک کے ذروں کو ہمدوشِ ثریا کر دیا

سرکاری اطلاع کے مطابق ہمیں ۱۲ اپریل کو کراچی پہنچ
جانا چاہیے تھا۔ تاکہ ہم ۲۰ اپریل کو جانے والے سختیا جہاز
پر سوار ہو سکیں۔ چنانچہ ہم نے تیاری شروع کی اور گھر سے
روانگی کی تاریخ ۱۱ اپریل متعین کر لی۔ تاکہ ۱۲ اپریل کو
کراچی پہنچ جائیں۔

۱۱۔ اپریل ۱۹۷۰ء - بروز پیر

شکرِ خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے
جس پر نثارِ جانِ صلاح و ظفر کی ہے

آج شب بھر اس خوشی میں نہیں سویا۔ کہ صبح مدینہ منورہ
کی حاضری کے لئے روانگی ہے۔ چونکہ میں اپنا فریضہ حج ادا
کر چکا ہوں، اور یہ دوسرا حج میں اپنی والدہ مشفقہ رحمۃ اللہ
علیہا کی طرف سے کرنا چاہتا ہوں۔ اس لئے کل شام کو میں

نے والدہ محترمہ علیہا الرحمۃ کی قبر شریف پر حاضری دے کر محبت
 پریم فاتحہ پڑھی۔ قدمے چوسے۔ اور عرض کی کہ میں آپ کی
 طرف سے حج کرنے جا رہا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ والدہ محترمہ
 اس خبر سے بڑی خوش ہوئی ہوں گی۔ اس لئے کہ ان کی بڑی
 خواہش تھی۔ کہ وہ حج کے لئے جائیں۔ بلکہ مجھے اپنی طرح یاد
 ہے۔ کہ ایک مرتبہ وہ روتے ہوئے فرمانے لگیں۔ کہ میرا تمنا
 ہے۔ کہ میں حج کے ارادہ سے گھر سے نکلوں پھر چاہے مجھے
 راستہ ہی میں موت آجائے۔ اور اس راہ میں مجھے سمندر کی
 پھلیاں بھی کھا جائیں۔ تو پرواہ نہیں! خدا کا شکر ہے۔ کہ
 اُس نے اس دوبارہ حج کی مجھے توفیق بخشی۔ اور والدہ محترمہ
 کی طرف سے یہ حج کر کے والدہ محترمہ کی روح کو خوش کرنے
 کی مجھے طاقت دی۔

صبح اٹھا۔ وضو کیا، تلاوت کی، نماز پڑھی اور روانگی
 کی تیاری کرنے لگا۔ آج دفتر ماہ طیبہ میں اور گھر میں بڑی
 چہل پہل ہے۔ مرد اور عورتیں جمع ہیں۔ مجھے اور رشید و بلال
 کی والدہ کو مبارکبادیاں دی جا رہی ہیں۔ اس قدر رونق، اس
 قدر مسرت اور بشاشت کسی اور خوشی کی تقریباً میں بھی نظر
 نہیں آئی۔ اور کیوں نہ ہو۔ کہ ہم ایک ایسے شرف سے مشرف
 ہونے والے ہیں۔ جس شرف سے مشرف ہونے کی فرشتوں کو

بھی آبدہ رہتی ہے۔ اور ایک ایسی مقدس سرزمین پر پہنچنے
شکلے ہیں۔ مع

حسرت ملائکہ کو جہاں وضع سر کی ہے

خوش قسمتی کی انتہا | حدیث پاک میں وارد ہوا ہے، کہ حضور

کی زیارت کے لئے ہر روز ستر ہزار فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ اور

ہر ستر ہزار فرشتے جو ایک بار حاضر ہو جاتے ہیں۔ دوبارہ پھر نہ

آئیں گے۔ بلکہ ہر روز کے ہی ستر ہزار فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

(دیکھئے مشکوٰۃ شریف باب الخیرات) اور وہ اس کی یہ ہے۔

کہ منظور ملن سب فرشتوں کو یہاں کی حاضری سے مشرف فرمانا

ہے۔ اور اگر یہ تبدیلی نہ ہوتی۔ تو کروڑوں محروم رہ جاتے۔ تو اس

حدیث کے پیش نظر اس خوش قسمت انسان کی خوش بختی کا

اندازہ کون کر سکتا ہے۔ جسے اس بارگاہ عالی میں دوبارہ،

بارہ حاضری کا موقع ملا ہے۔ بیشاپیر کو بھی اپنی اس خوش بختی

پر ناز ہے۔ کہ یہ گنہگار اپنے آقائے رحمت صلی اللہ علیہ وسلم

کی بارگاہ میں دوبارہ حاضر ہونے والا ہے۔ ذرا حضور رحمت

عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے گناہگاروں پر رحمت کا منظر

کو دیکھیے۔ کہ فرشتے جو معصوم ہیں۔ وہ تو عمر بھر میں ایک

ہی بار آئیں۔ اور گنہگاروں کو حضور بار بار بلائیں۔ اور زیادہ

سخت ستر ہزار صبح اور ستر ہزار شام کو

کرم فرمائیں۔ تو عمر بھر کے کئے بھی قدموں میں جگہ عطا فرمائیں
 ۷ معصوموں کو ہے عمر میں صرف ایک بار بار
 عامی پڑے رہیں تو سدا عمر بھر کی ہے
 عزیز مولوی رشید اور بھالوں کے ننھے ننھے پیروں کو مرد
 اور عورتیں سب چم رہے ہیں، اور یہی کہہ رہے ہیں کہ یہ وہ
 پیارے پیر ہیں، جو مدینہ منورہ کی مقدس سرزمین سے نہیں گئے۔
 اسی طرح کوٹلی کے جملہ احباب اپنی سنت مسرت و مسرت کے
 ملے جلے جذبات میں میرے بھی ہاتھ چم رہے ہیں۔ اور یہ اس
 لئے نہیں کہ یہ بشیر کے ہاتھ ہیں، بلکہ اس لئے کہ یہ ایک
 عازم مدینہ کے ہاتھ ہیں۔ برکتیں اور عنایتیں تو سب اسی طرف
 سے ہیں، ہم کون ہیں، جن پر ان کی نظر ہو جائے۔ وہ واقعی
 مقبول خلائق بن جاتا ہے، پوسلے سات بجے کا ٹائم ہے۔ اور
 یا کوٹ سے سارٹھے دس بجے کی ٹرین سے ہمیں جانا ہے۔
 اٹنے پر متعدد ٹکنے تیار ہیں۔ مولوی سجاد اور سید صاحب
 فریدہ و ناصرہ اور دیگر احباب و متذکرین کچھ سیارہ کوٹہ کا
 اور کچھ فیہ آباد تک جانے کے لئے تیار ہیں۔ گھر سے نکلنے سے
 پہلے چار نفل ادا کئے۔ دما پڑھی۔ اور گھر کے ایک ایک رکن کو
 داخل ہوا، سب سے پہلے عزمہ چچی صاحبہ نے پھولوں کا پھول
 ہے۔ یہ ہر طرف پھولوں ہی کا بار نہیں ہے۔ بلکہ یہ پھولوں کا

نوٹوں کا کارہ ہے۔ اس میں پھول بھی ہیں۔ اور نوٹ بھی۔ اس کے بعد پھر جو ہار پہنانے کا سلسلہ جاری ہوا۔ تو یقین جانیے کہ ہار پہنتے پہنتے میں ہار گیا ہوں۔ اور پہنانے والے ہیں کہ ہارتے ہی نہیں۔ اب میں کچھ اور ضروری امور سرانجام دیکر گھر سے باہر نکلا ہوں۔ اور دروازے سے باہر نکل کر پھر ایک دعا پڑھی۔ اور مسجد کی طرف روانہ ہوا ہوں۔ گلی بھر میں مرد اور عورتیں۔ چھوٹے اور بڑے دو رویہ کھڑے ہیں۔ اور سلام و دعا کی مبارک آوازیں سن رہا ہوں۔ اس جلوس کی شکل کے پیلے ہجوم میں میرے چچے چچے رشید و بلال اور ان کی والدہ بھی ہیں۔ رشید و بلال کو تو احباب اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے ہیں۔ اور یہ دو ننھے حاجی پھولوں کے ہار پہنے ہوئے بڑے بڑے قد اور لوگوں میں سب سے بلند نظر آ رہے ہیں۔ اور زبان حال سے اس حقیقت کا اظہار و اعلان کر رہے ہیں۔ کہ دیکھ لو وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعت و بلندی کی برکتیں۔ کہ ان کی طرف چلنے والا چھوٹے سے چھوٹا بھی ہو۔ تو وہ سب سے بلند و بالا نظر آتا ہے۔ اب میں مسجد میں پہنچا ہوں۔ اور دو رکعت نفل ادا کئے۔ دعا مانگی۔ اور پھر والدی المعظم حضرت فقیر اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر ایک عجیب کیفیت کے ساتھ حاضر ہوا ہوں۔ قدم چومنے کے بعد سامنے بیٹھا

گیا ہوں۔ سر جھکا ہوا۔ آنکھوں میں آنسو ہیں۔ زبان پر ناتمہ جاری ہے۔ اور وہ عشق و محبت و والدی المعظم رحمۃ اللہ علیہ کو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تقاضا آنکھوں میں پھر گیا ہے۔ اور والد ماجد کی یہ تاکید پھر سامنے آگئی ہے۔ کہ بیٹا! جب بھی حج کے لئے جانا ہو تو نیت روضۃ النور اور مدینہ منورہ ہی کی کرنا۔ چنانچہ میں نے پھر یہ اقرار کیا ہے۔ کہ میں مدینہ منورہ ہی جا رہا ہوں۔ اور اس سے پہلے جمعہ میں بھی یہ اعلان کر چکا ہوں۔ کہ میں مدینہ منورہ جا رہا ہوں۔ اور انشاء اللہ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ حج کے لئے صرف اس لئے جاؤں گا۔ کہ ہمارے آقا و مولے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی مدینہ منورہ سے حج کیلئے مکہ معظمہ تشریف لے گئے تھے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے۔ کہ اگر حضور مکہ معظمہ نہ گئے ہوتے۔ اور آپ نے حج نہ کیا ہوتا۔ تو کعبہ معظمہ کا حج کون کرتا؟ اور حجر اسود کو کون چومتا؟ یہ کعبہ بھی تو مراہونِ منت احسانِ مصطفیٰ ہی ہے۔ حضور نے اسکا طواف کیا۔ تو ہم بھی کرتے ہیں۔ حضور نے حجر اسود کو چوما۔ تو ہم بھی چومتے ہیں۔ اور اسی لئے تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی حجر اسود کو مخاطب فرما کر یہ فرمایا تھا۔ کہ اے پتھر! میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے۔ یہ عمر! اور تجھے چوسے و بخدا میں تجھے اسی لئے چومتا ہوں۔ کہ حضور سرور عالم

سے اللہ علیہ وسلم نے تجھے چوما ہے۔ (بخاری) اور حضرت مجدد
الف ثانی علیہ الرحمۃ کے مکتوب شریف کی یہ عبارت تو مجب
ایمان افزہ ہے۔ کہ ”بے رب تعالیٰ سے محبت اس لئے ہے
کہ وہ محمد کا رتبہ ہے“ (مکتوبات) سبحان اللہ! کیا منہ
کی بات ارشاد فرمائی ہے۔ اب اگر کوئی میرے اس اعلان
پر کہ مدینہ منورہ جا رہا ہوں۔ اور حج کرنے صرف اس لئے جاؤں
گا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی گئے تھے“ چیں، بحیں ہو
تو اُسے پہلے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور مجدد الف
ثانی رحمۃ اللہ علیہ پر بگڑنا چاہیے۔

والدی المعظم کے مزار پر انوار سے باہر نکلا ہوں۔ تو میرے
بعد رشید و بلاں اور ان کی والدہ نے مزار پر انوار پر حاضری دی
اتنے میں الوداعی ہجوم اور بھی بڑھ چکا ہے۔ اور میرے گلے میں
اسقدر لار پڑ چکے ہیں۔ کہ اب راستہ دیکھنا بھی مشکل ہو چکا ہے۔
ناچار لاروں کی ایک قسط اتارنا پڑی۔ اب میں اڈہ کی طرف
روانہ ہوا ہوں۔ اور بازار نعرہ بھیر اور نعرہ رسالت کی مقدس آوازوں
سے گونج رہا ہے۔ سبحان اللہ! کیا شان ہے آقائے مدینہ صلی
اللہ علیہ وسلم کی۔ کہ ایک ذرہ ناچیز نے مدینہ منورہ پہنچنے کے لئے
قدم ہی اٹھایا ہے۔ اور دوبار رسالت میں حاضری کا ارادہ ہی
کیا ہے۔ تو سرکار نے مجھے وہ عروج عطا فرما دیا ہے کہ ہر

87308

پھوٹا بڑا اور امیر و عزیز اس وقت میرے ہمراہ ہند قدم چلنے
 کو بھی اپنی سعادت سمجھ رہا ہے۔ ایسا سمجھنے میں مجھ میں
 اکتیوں، دونوں اور پیسوں کو کثیر تعداد میں میرے مرہم
 سے نچا اور کیا جانے لگا ہے۔ چھٹا چین کی آواز میں میں
 نے دیکھا۔ کہ میرے پیچھے کوئی مٹھی پھر بڑے کے پیچھے، اکتیاں
 اور دونیاں میرے سر کے اوپر سے اگے کی طرف پھینک رہا
 ہے۔ پنجابی زبان میں اسے "سوٹ" کہتے ہیں، معلوم ہوا کہ
 یہ "سوٹ" کرنے والے عزیز صوفی محمد اسلم ہیں، جو میرے عم
 زاد بھائی کے بڑے لڑکے ہیں۔ اس "سوٹ" سے چھوٹے پیسے
 بچے مستفید ہوئے۔ اس منظر میں قدرتی طور پر گویا یہ اشارہ ہے
 کہ دیکھ لو، جب ایک عازمِ دینہ کے صدقہ میں یہ بچے فیضیاب
 ہو رہے ہیں، تو خود صاحبِ دینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ
 میں ساری دنیا کیوں نہ فیضیاب ہوتی ہوگی۔ اور حقیقت بھی
 یہی ہے، کہ یہ دنیا کی ساری نعمتیں اور اخروی جملہ نعمتیں بھی
 خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے مراد
 سے نچا کر کے اہل دنیا کو موقع دیا ہے، کہ وہ اس بڑے
 محبوب کو کوٹیں۔ اور حقیقت بھی یہی ہے، کہ جس
 جس کے پاس جو جو بھی نعمت ہے۔ وہ اسی محبوب پاک
 کا صدقہ ہے، جو بٹ رہا ہے، وہ

لاورکب العرش جسکو جو بلا ان سے بلا
 پٹی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

الواری جلوس کا یہ منظر بھی قابل دید ہے۔ اس جلوس
 کے ہجوم میں میں اڈے پر پہنچ گیا ہوں۔ میرے عم بزرگوار
 حضرت مولانا محمد امام الدین صاحب قادری رضوی دامت برکاتہم
 العالیہ بھی انتہائی منصف و ناقوانی کے باوجود اڈہ پر تشریف
 فرما ہیں۔ میں نے آگے بڑھ کر دستا بوسی کی۔ اور حضرت
 نے پیٹھ تھپک کر میرے لئے دعائے خیر فرمائی ہے۔ اور
 بادیدہ پرنم بارگاہ رسالت میں سلام عرض کرنے کو فرمایا ہے۔
 اب دیکھیے سارا اڈہ مردوں اور عورتوں سے بھر چکا ہے۔ اور
 ایک طرف مردوں کے ہجوم میں ہیں ہوں۔ اور دوسری طرف
 بشبید و بلاں کی والدہ عورتوں کے ہجوم میں ہے۔ اور ہر مرد
 و عورت بارگاہ رسالت ہی میں سلام عرض کرنے کو کہہ رہا
 ہے۔ سبحان اللہ! یہ بات بھی ایک حقیقت ہے۔ کہ جو بھی
 بل رہا ہے۔ یہی پیغام دے رہا ہے۔ کہ حضور سے میرا بھی
 سلام عرض کیجئے۔ اور یہ بھی عرض کیجئے۔ کہ یا رسول اللہ!
 مجھے بھی اپنے پاس بلا لیجئے۔ کسی نے بھی تو یہ نہیں کہا کہ
 خدا سے میرا سلام کہہ دیجئے۔ اور عرض کیجئے۔ کہ اے خدا! مجھے
 بھی اپنے پاس بلا لیجئے۔ اور کوئی یہ کہے بھی کیسے؟ جبکہ

۱۰ افسوس کہ حضرت کا ۲۲ اگست ۱۹۴۷ء کو وصال ہو گیا ہے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون!

یہ ایک قسم کی بد دعا ہے۔ دیکھ لیجئے۔ جب کسی سے یوں کہا جائے کہ خدا تجھے اپنے پاس بلائے۔ تو سننے والا اسے اپنی موت کی دعا سمجھتا ہے۔ اور بات بھی کچھ ایسی ہے۔ کہ جسے حضور اپنے پاس نہ بلائیں۔ اور وہ صرف مکہ ہی سے ہو کر چلا آئے۔ تو سمجھ لیجئے۔ کہ وہ مر گیا۔ زندگی تو دربارِ حیاتِ ابنی صلی اللہ علیہ وسلم سے بنتی ہے۔ ذرا اس منظر کا تصور تو کیجئے۔ کہ سینکڑوں مرد اور عورتیں بس اسی ایک خیال میں ہیں۔ کہ ہمارا سلام حضور کی بارگاہ میں پہنچ جائے۔ اور ہر ایک کی زبان پر بس یہی ایک کلمہ ہے۔ کہ حضور سے ہمارا سلام عرض کرنا۔ سبحان اللہ! کیا ہی رفعتِ ذکر ہے۔ اور کس قدر محبوبیت ہے۔ چشمِ فلک نے ایسا بے مثل محبوب نہ کبھی دیکھا اور نہ کبھی دیکھے گا۔ نہ صرف کوٹلی ہی بلکہ زمین کے گوشے گوشے میں اسی محبوب پاک کی کشش ہے۔ اور نہ صرف زمین پر ہی بلکہ آسمانوں پر بھی اسی محبوب پاک کے حسن و جمال کے چہرے ہیں۔

مرش پہ تازہ چھپر چھاڑ فرش پہ طرفہ دھوم دھام

کان جدھر لگا بیٹے تیری ہی داستان ہے

اڈے پر بہتا زیادہ ابھوم ہو جانے کے بعد میں ایک

ٹانگہ کے اوپر کھڑا ہو گیا ہوں۔ تاکہ آپ سب کو الوداعی خطا

کر کے اور السلام علیکم کہہ کر روانہ ہو جاؤں۔ ہاروں کی دوسری
 اور پھر اب تیسری قسط بھی اتار کر احباب سے مخاطب ہوا ہوں
 اور کہہ رہا ہوں کہ آپ حضرات جس والہانہ طور پر اور جس
 عقیدت کے ساتھ مجھے الوداع کہنے کے لئے یہاں تک آئے
 ہیں۔ یہ سب کرشمہ ہے سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت
 اور ان کی عظمتِ شان کا۔ آپ نے جو مجھے بارگاہِ رسالت میں
 سلام و پیغامِ عرض کرنے کو کہا ہے۔ انشاء اللہ میں حضور کی
 بارگاہِ عالیٰ میں سب کے سلام و پیغامِ عرض کر دوں گا۔ اور
 چونکہ آپ لوگوں نے مجھ سے یہ التجا کی ہے، کہ میں حضور کی
 بارگاہ میں آپ کے سلام و پیامِ ضرور عرض کر دوں۔ اس لئے
 میرا عرض کر دینا بھی ضروری ہے۔ ورنہ وہاں تک میری رسائی
 کے پہلے ہی آپ سب کے سلام و پیام وہاں پہنچ بھی چکے
 اور سننے والے محبوب نے سن بھی لئے۔

جن جن مرادوں کے لئے احباب نے کہا

پیشِ خیر کیا مجھے حاجت خیر کی ہے

میں آپ سب حضرات کے لئے دعائیں بھی کروں گا۔

اور جن جن حضرات نے مردوں اور عورتوں نے اپنی اپنی
 تکالیف و مشکلات کا اظہار کر کے بارگاہِ رسالت میں فریاد
 کرنے کو کہا ہے۔ انشاء اللہ ان سب کی فریادیں بھی وہاں

عرض کر دوں گا۔ اور اب میری آپ سے یہ گزارش ہے۔ کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کو الوداع فرماتے تھے، تو یوں ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ کہ اَسْتَوْذِعُ اللّٰهَ دِينَكَ وَ نَمَانَتَكَ وَ خَوَاتِيمَ عَمَلِكَ — لہذا مجھے رخصت کرتے وقت آپ سب بھی دعا پڑھیے۔ یہ دیکھیے۔ میں نے سب کو یہ دعا پڑھانا شروع کی۔ اور سب مرد اور عورتوں نے یہ دعا پڑھ کر ہمیں رخصت کیا ہے۔ اب میں ایک ٹانگہ پر بیٹھ گیا ہوں اور میرے ساتھ میرے مخلص دوست اور مشفق بھائی حاجی خان محمد صاحب رئیس رحیم یار خاں بیٹھ گئے ہیں۔ موصوف چند روز پہلے اسی خاطر کوٹلی تشریف لائے تھے۔ تاکہ حضرت والد ماجد علیہ الرحمۃ کے عرس شریف میں شرکت بھی کر سکیں۔ اور مجھے حج کے لئے رخصت کرنے کی اس تقریب میں بھی شامل ہو سکیں۔ حاجی صاحب کی گود میں ننھا حاجی بلال احمد بیٹھا ہوا ہے۔ اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقدس قدموں کی طفیل ننھا بلال بھی اس وقت سب کی آنکھوں کا تارا بنا ہوا ہے۔ اور اپنے گلے میں یاروں کا انبار دیکھ کر خوش ہو رہا ہے۔ اور مجھ سے بار بار کہہ رہا ہے۔ کہ اباجی! حضور علیہ السلام کے پاس چلے ہیں نا! اور میں بعد مسرت

کہہ رہا ہوں۔ کہ ہاں بیٹا، حضور علیہ السلام ہی کے پاس
چل رہے ہیں۔ پھپھی سیٹ پر مولوی عطار المصطفیٰ جمیل اور
مولوی ضیاء المصطفیٰ بیٹھ گئے ہیں۔ اور رشید احمد اپنی والدہ
کے پاس دوسرے ٹانگہ میں بیٹھا ہے۔ رشید احمد ماشاء اللہ
بڑا ذہین اور باوجود کم عمر ہونے کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
سے بڑی محبت رکھتا ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے
سلام مصطفیٰ جانِ رحمت پر لاکھوں سلام کے کچھ اشعار لے
زبانی یاد ہیں۔ اور یاد بھی اس نے چند دنوں میں اس
شوق میں کر رکھے ہیں۔ کہ میں حضور علیہ السلام کے دربار میں
حاضر ہو کر پڑھوں گا۔ اور اس وقت بڑا ہی خوش اور مسرور
ہے۔ اور ہر ایک سے کہہ رہا ہے۔ کہ میں مدینہ شریف جا
رہا ہوں۔ حضور کے پاس جا رہا ہوں۔ اب دیکھیے۔ بہت سے
اجاب سیالکوٹ تک ساتھ جانے کے لئے متقدم ٹانگوں
پر بیٹھ گئے ہیں۔ اور ہمارا یہ مختصر سا قافلہ روانہ ہونے والا
ہے۔ میں نے سب کو الوداعی سلام عرض کیا۔ اور اب
سب نے مجھ تک پہنچنے کی اور مصافحہ کرنے کی کوشش شروع
کر دی ہے۔ لیکن میں نے اس خیال سے کہ راستہ میں
کھروٹ سیدیاں کے اجاب سے بھی ملنا ہے۔ اور سیالکوٹ
کے اجاب بھی اسٹیشن پر تشریف لانے والے ہیں۔ ان

سے ملاقات کے لئے بھی کچھ وقت ضروری ہے۔ سب سے گذارش کی کہ اب ہمیں چلنے دیجئے۔ لیجئے وہ مقدس اور پیاری آواز نعرۂ تکبیر اور نعرۂ رسالت کی گونجی اور سب نے پر جوش نعروں میں ہمیں رخصت کر دیا۔ اور سب سے پہلے میرا ٹانگہ چلا۔ اس کے بعد سب ٹانگے چل پڑے ہیں۔ بہت سے اپنے عزیز و احباب سیٹکٹ تک ساتھ آئے ہیں۔ میرے محترم صوفی عزیز احمد صاحب جو پچھلے دنوں کے الیکشن میں ہمارے قصبہ کے ایک وارڈ سے ووٹوں کی بہت بڑی اکثریت کے ساتھ کامیاب ہوئے ہیں۔ قصبہ کے ہائی سکول تک کے لئے میرے ساتھ ہی بیٹھ گئے ہیں۔ ہمارے حلقہ کے کامیاب ممبر آجکل ہائی سکول میں ٹریننگ لینے کے لئے ہر روز جاتے ہیں۔ اور ان کے لئے خاص اسی مقصد کے لئے کچھ اساتذہ سکول میں تشریف لاتے ہیں اور انہیں ٹریننگ دیتے ہیں۔ ہمارے صوفی عزیز احمد صاحب بفضلِ خدا بہت بڑے ذہین، مورخ اور دنیا بھر کی معلومات کے مخزن ہیں۔ صحیح العقیدہ ہونے کے ساتھ ساتھ باعمل اور صالح انسان ہیں۔ مجھ سے فرما رہے ہیں۔ کہ میرے ساتھ ٹریننگ لینے والے رفقا اور ہمارے اساتذہ کی یہ خواہش ہے۔ کہ دو منٹ کے لئے سکول کے باڑے گیٹ پر جو برلہا سڑک ہی ہے۔ آپ

کا ٹانگہ رُکے۔ تاکہ وہ حضرات بھی آپ سے ملاقات کر سکیں۔
 چنانچہ یہ دیکھئے۔ ہائی سکول کا بڑا دروازہ آ بھی گیا اور ہمارا
 یہ مختصر سا قافلہ رُک بھی گیا۔ صوفی عزیز احمد صاحب ٹانگہ
 سے اترے ہیں۔ اور دوڑتے ہوئے سکول کے اندر جا کر اپنے
 احباب کو بلا لائے ہیں۔ احباب کرام کو آتے دیکھ کر میں
 ٹانگہ سے نیچے اتر آیا ہوں۔ اور ان سب سے بھی ملاقات کر کے
 ٹانگے پر پھر بیٹھ گیا ہوں۔ اور یہ ہمارا مختصر سا پاکیزہ قافلہ پھر
 چل پڑا ہے۔ یہ دیکھئے۔ کوٹلی مشرقی میں سے ہم گزر رہے ہیں۔
 اور حضرت محترم حکیم محمد اسحق صاحب سامنے آتے ہوئے
 دکھائی دیئے ہیں۔ میں نے انہیں دیکھ کر نیچے اترنے کی
 کوشش کی ہے۔ لیکن حضرت حکیم صاحب نے مجھے نیچے اترنے
 سے روک دیا ہے۔ اور خود ہی آگے بڑھ کر مجھ سے مصافحہ
 کیا ہے۔ اور دعائیں دیتے ہوئے رخصت فرمایا ہے۔ اب دیکھئے
 یہ آگے کھوڑا سبیلوں کا قصبہ آ رہا ہے۔ ہمارے ٹانگے نے اس
 قصبہ کے وسط میں سے گزرنا ہے۔ وہ دیکھئے راہ میں متعدد مرد
 اور عورتیں ہار لئے کھڑے ہیں۔ اور ہماری ہی انتظار میں ہیں۔
 میں سب قریب پہنچا ہوں۔ تو ٹانگے سے نیچے اتر کر ان سے
 بھی مل رہا ہوں۔ اور احباب مجھ سے بارگاہ رسالت میں
 یہی پیغام عرض کرنے کو کہہ رہے ہیں۔ کہ یا رسول اللہ! ہمیں

بھی ہر پاک پر بلائیے۔ ان احباب سے ملاقات کر کے اب ہم آگے بڑھ رہے ہیں۔ اور شہر سیالکوٹ قریب آ رہا ہے۔ تھوڑی دیر گزرنے کے بعد یہ دیکھتے ہمارا شہر

سیالکوٹ

سیالکوٹ بھی آ گیا۔ اور ہم ریلوے اسٹیشن پر

پہنچ چکے ہیں۔ احباب یہاں بھی میرے انتظار میں

کھڑے ہیں۔ لیکن احباب تک پہنچنے سے پہلے یہاں مجھ پر

عادی اور خاندانی بہکاروں کا حملہ ہو چکا ہے۔ اس فوج نے نہ

اڈ دیکھا نہ تاؤ؛ ادھر مجھے اور ادھر رشید و بلال کی والدہ کو

ایک دم گھیر لیا ہے۔ اور حج کی قبولیت کے لئے اس شرط

کا اعلان کر دیا ہے۔ کہ ہمیں کچھ دے کر جاسیے ورنہ حج ناقبول

اس فوج میں مزد کم ہیں اور عورتیں زیادہ۔ اس وقت تک

نو باقہ چھوٹا اور ہار پہناتا ہوا آیا ہوں۔ لیکن یہاں پہنچ کر

لینے کے دینے پٹا گئے ہیں۔ حج کو جاستے ہوئے انفاق و

خیرات ایک ضروری چیز ہے۔ اور اس کا اعلان و اظہار —

نامناسب ہے۔ لیکن میں اس وقت جن "مستحقین" کے ترشے

غیر مستحق ہنکتے

میں ہوں۔ ان کا ذکر کئے بغیر آگے گند

جانا بھی مناسب نہیں۔ یہ لوگ زیادہ تر

غیر مستحق اور بڑے بہانہ باز بنتے ہیں۔ چنانچہ اسی

فوج میں ایک وہ ہنکتے ایسے بھی ہیں جو بڑے قد آور،

جوان اور تندرست ہیں۔ لیکن مانگنے کا کچھ ایسا چکا چڑچکا ہے۔ کہ انہیں کام کرنے کے لئے کوئی کہہ کر تو دیکھے۔ ایسے لوگ اصل مستحقین کے لئے ایک بہت بڑی رکاوٹ ہیں۔ مستحقین جو ہیں وہ محروم رہ جاتے ہیں۔ اور یہ لوگ خیرات کے نام پر حاصل کی ہوئی دولت کو بسا اوقات شراب گلخانے اور افیم وغیرہ میں بھی صرف کر دیتے ہیں۔ اور خیرات حاصل کرنے کے لئے انہیں ایسے ایسے واؤ یاد ہیں۔ کہ آپ سنکر حیران رہ جائیں گے۔ میرا اپنا ہی واقعہ ہے۔ کہ ایک بار میں سیالکوٹ سے "بابوٹرین" پر جو نماز فجر سے بھی پہلے اندھیرے ہی میں روانہ ہو جاتی ہے۔ سوار ہوا۔ تو ایک سائل آیا۔ اور یوں کہنے لگا۔ "بابا آنکھیں بڑی نعمت ہیں! لوگوں نے اُسے اندھا سمجھ کر پیسہ پیسہ دو دو پیسے دیئے۔ صبح ہونے کے بعد ایک اسٹیشن پر میں نے اُسے "اندھے" کو دیکھا۔ کہ مزے سے سگریٹ پی رہا ہے۔ اور آنکھیں اُس کی بالکل صحیح ہیں۔ میں نے اُسے بڑھ کر اس سے دریافت کیا۔ کہ میاں! تمہاری آنکھیں تو ٹھیک ہیں۔ پھر سیالکوٹ کے اسٹیشن پر تم نے اپنے اندھے پن کا اعلان کیوں کیا تھا؟ تو وہ بولا۔ مولوی صاحب! میں نے یہ کب کہا تھا۔ کہ "بابا میں اندھا ہوں۔ میں نے تو یہی کہا تھا۔ کہ "بابا آنکھیں بڑی نعمت ہیں" فرمائیے!

اس میں میں نے جھوٹ کیا کہا تھا، واقعی آنکھیں بڑی نعمت ہیں۔ یہ بات تو آپ بھی کہہ سکتے ہیں۔

دیکھا آپ نے اس کی عیاری کو؟
اسی طرح کوٹلی میں ایک ہٹا کٹا منگٹا پر رہا تھا۔ میں نے اس سے کہا۔ کہ تم اس کام کو چھوڑ کیوں نہیں دیتے؟ تو وہ مجھ سے کہنے لگا۔ مولوی صاحب! آپ ہی تو کہتے ہیں کہ ماں باپ کا ادب و لحاظ ضروری ہے۔ اور ان کی پیروی کرنا چاہیئے۔ تو میرے ماں باپ بھی منگتے ہی تھے۔ تو کیا آپ چاہتے ہیں۔ کہ میں یہ ابائی پتہ چھوڑ کر اپنی نالائق کا ثبوت دوں؟

کچھ اسی قسم کی یہ فوج بھی ہے۔ جن کے نرنہ میں اس وقت میں ہوں۔ میں نے ان سب کو فقیرا بہت کچھ دیکھا دینا شروع کیا۔ مگر تو یہ کیا مجال جو "فقیرا" چیز پر یہ لوگ پیچھا چھوڑ دیں۔ اور پھر ایک داڑ ان کا یہ بھی دیکھا کہ ایک بار لے کر دوبارہ پھر حملہ آور ہیں۔ اور تمہیں کھائی جا رہی ہیں۔ خلف اطاسے جا رہے ہیں۔ کہ ہم پیسے کچھ نہیں لے چکے۔ اسٹیشن پر ان سے پیچھا چھڑانا مشکل ہو رہا ہے۔ بالآخر اسٹیشن کے ایک دکاندار سے جو خود بھی اس فوج کے نرنہ میں بھر گیا ہے۔ میں نے گزارش کی ہے۔ کہ یہ پیسے مجھ سے

تم لے لو۔ اور ان میں تقسیم کرو۔ چنانچہ میں اس ترکیب سے
 وہاں سے نکل آیا ہوں۔ اور یہ فوج اس وکٹوریا پر ٹوٹ
 پڑی ہے۔ پلیٹ فارم پر پہنچا۔ تو اکثر احباب مجھ سے پہلے ہی
 وہاں پہنچے ہوئے نظر آئے۔ تھوڑی دیر کے بعد علامہ ڈاکٹر
 محمد یعقوب خان صاحب بھی تشریف لے آئے ہیں۔ اور پھر
 حضرت مولانا محمد عالم صاحب مدرس جامعہ عبدالکیم سپانکوٹ بھی
 تشریف لے آئے ہیں۔ اور ان کے ساتھ صوفی محمد دینی صاحب
 بھی ہیں۔ اور دیگر احباب بھی۔ میں ایک بیچ پر بیٹھ گیا ہوں۔
 اور احباب مجھ سے مل رہے ہیں اور گلے میں مار پھنسا رہے
 ہیں۔ پلیٹ فارم پر اچھا خاصہ اجتماع ہو گیا ہے۔ اتنے میں
 صوفی محمد دین صاحب نے نعت خوانی شروع کر دی ہے۔ پنجابی
 کی اس نعت کے مطلع کا معنی یہ ہے۔ کہ

”کوئی تو دربار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری

دے کر واپس آچکا ہے۔ اور کوئی یہ حاضری دینے

کے لئے اب جا رہا ہے۔“

نعت خوانی ہو رہی ہے۔ اور کیفیت یہ ہے۔ کہ صوفی
 محمد دین صاحب خود بھی رو رہے ہیں اور دوسروں کو بھی نکلا
 رہے ہیں۔ حضور سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی میں
 حاضری کی کسے تمنا نہیں ہے؛ اس وقت کی اس نعت خوانی

نے حاضرین کے، اسی جذبہ کو کچھ اس طرح بیدار کر دیا ہے۔ کہ
 روم نے والوں کی زبان سے بار بار "یا رسول اللہ" "یا رسول اللہ" کی
 پیاری آوازیں لگن رہی ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد ہمارے خطیب
 اعظم حضرت مولانا محمد یوسف صاحب سیالکوٹی مدظلہ العالی بھی
 تشریف لے آئے ہیں۔ آپ نے تشریف لگتے ہی تین بیس قیمت
 سنہری ہار جو آج ہی کے لئے آپ نے تیار کرائے تھے۔ میرے،
 رشید، اور بلاں کے گلے میں پہنا دیئے ہیں۔ حضرت مولانا نے
 ان ہاروں میں پانچ پانچ اور بچے بچے کے متعدد لڑکوں سے
 بھی پھولوں کا کام لیا ہے۔ اور یوں اپنے بھائی اور بہنوں کی
 عزت افزائی فرمائی ہے۔ یہ ساری عطائیں دراصل اُس آقائے
 نعمت حضور ابوالقاسم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف
 سے ہیں۔ جن کی بارگاہ عرش پناہ کی حاضر ہی دینے میں جا رہا
 ہوں۔ اور جن کے متعلق خود خالق کائنات نے ارشاد فرمایا ہے
 کہ **رَأَا اَعْظَمِيكَ اَنْكُوْثَرُ**۔ یعنی اے مجھ سے۔ اہم نے آپ کو
 بہت کچھ عطا فرمایا ہے: "خود فرمائیے۔ جسے خود خدا بہت کچھ"
 فرما رہا ہے۔ اس "بہت کچھ" میں کھلا کونسی ایسی نعمت
 اور دولت ہوگی۔ جو نہ ہوگی۔ اور وہ کون سی چیز ہوگی۔ جو
 حضور کو نہ ملی ہوگی۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے
 خود بھی ارشاد فرمایا ہے۔ کہ **اِنَّمَا اَنَا قَائِمٌ وَارْتَدُّ عَطِيَّتِي**۔

(بخاری شریف) یعنی دیتا اللہ ہے۔ اور بھٹن میں ہوں۔ اسے
 دیتا ہے معطی یہ ہیں قائم
 بقی اس کا ہے کھلاتے یہ ہیں
 اس کی بخشش ہون کا مدد
 دیتا وہ ہے دلاتے یہ ہیں

ٹرین کے چلنے کا وقت قریب ہے۔ اور ہم گاڑی پر
 سوار ہونے کے لئے تیار ہیں۔ اتنے میں ماہ طیبہ کے
 کاتب مولوی محمد یوسف صاحب بھی تشریف لے گئے ہیں۔
 اس سے قبل ملک پریس (جس میں ماہ طیبہ کا ٹائٹیل چھپتا ہے)
 کے ملک چوہدری احسان الہی صاحب اور ملک بشیر احمد صاحب
 بھی تشریف لائے ہیں۔ اب الوداعی ملاقات ہونے لگی۔ اور
 سب نے باریدہ پرنٹنگ ہاؤس کی ملاقات کی۔ وہ دیکھے۔ اب
 انجن کی سیٹی ہو گئی ہے اور میں ٹرین پر سوار ہو گیا ہوں۔
 اور اب جملہ احباب نے نعرائے تکبیر و رسالت کے ساتھ مجھے
 الوداع کہی ہے۔ اور ہماری گاڑی چل پڑی ہے۔ ایک گھنٹہ
 کے بعد یہ گاڑی وزیر آباد پہنچے گی۔ جہاں سے ہمیں شاہین ایکسپریس
 کو پکڑنا ہے۔ شیخ القرآن حضرت مولانا عبدالغفور صاحب ہزاروی
 مدظلہ العالی سے چند روز قبل ایک ملاقات میں میں نے
 عرض کر دیا تھا کہ وزیر آباد سے شاہین ایکسپریس میں انٹر

کلاس کی چند سیٹیں ہماریسے لئے مخصوص کر رکھیے۔ حضرت مولانا نے اطمینان دلا دیا تھا۔ کہ ایسا ہی ہوگا۔ اور میں انتظام کر رکھوں گا۔ حضرت مولانا کا وجود مسعود اس نقطہ الرجال کے نکلنے میں بہت غنیمت ہے۔ اور مجھے اس بات پر فخر حاصل ہے۔ کہ حضرت مولانا مجھ سے برادارانہ و مشفقانہ محبت فرماتے ہیں۔ اور اپنی اکثر تقریروں میں میرے متعلق ارشاد فرمایا کرتے ہیں۔ کہ یہ میرا چھوٹا بھائی ہے۔ اور میں بھی کہا کرتا ہوں۔ کہ میں حضرت مولانا کی اتنی تعظیم کرتا ہوں۔ جتنی بعض لوگ رسول کی کرتے ہیں۔ میرے اس جملے کو وہ لوگ خوب سمجھیں گے۔ جن کی نظر سے بعض لوگوں کی یہ عبارت گند چکی ہے۔ کہ "سوان کی (یعنی رسول کی) بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے" (معاذ اللہ) حضرت مولانا میری یہ بات سن کر بڑا ہنستے ہیں۔

وزیر آباد

ہماری ٹرین وزیر آباد پہنچ گئی ہے۔ اور حضرت مولانا معہ اپنے طلباء کے اسٹیشن

پر تشریف فرما ہیں۔ ملاقات ہوئی۔ اور مولانا نے ہمیں ویٹنگ روم میں بٹھایا۔ اور پُر تکلف چائے سے ہماری اور اور میرے جملہ اُن ساتھیوں کی جو وزیر آباد تک میرے ساتھ آئے ہیں۔ تواضع فرمائی۔ اس کے بعد چند ریپوس حکام سے ملایا۔ اور ان سے ارشاد فرمایا۔ کہ شاہین کے انٹر کلاس میں

چند سیٹیں ملنی چاہئیں۔ حکام نے اطمینان دلایا۔ اور ٹرین آنے پر انٹر کلاس میں تین بہترین سیٹوں کا انتظام ہو گیا۔ اور ہم نے ان سیٹوں پر اپنے بستر لگا دیئے ہیں۔ ایک سائبڈ کی ان سیٹوں پر میں اور رشید و بلال اور انکی والدہ اکٹھے ہی بیٹھ گئے ہیں۔ اور اب شاہین نے بھی بوسل دیدیا ہے۔ سب سے پہلے حضرت شیخ القرآن مجھ سے بغلیگر ہوئے ہیں۔ اور پھر دوسرے اجاب ملنے لگے ہیں۔ یہ دیکھتے اب مولوی عطاء المصطفیٰ جمیل آگے بڑھا ہے۔ اور میرے ہاتھ چوم کر رونے لگا ہے۔ اور کہہ رہا ہے۔ کہ اباجی ! روضہ انور کی حاضری کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں میرا سلام عرض کر کے میرا یہ شعر پڑھ دیجئے گا۔

جمیلت و فراق تہست ہست ہست
بر او کن لطف اقلکے مکرینیا

ماشاء اللہ ! ایسی چھوٹی عمر میں عزیزی مولوی عطاء المصطفیٰ کا یہ جذبہ قابلِ تقدیر ہے۔ اور یہ محبت نبوی اُسے اپنے دادا جان فقیر عظیم علیہ الرحمۃ سے ورثہ میں ملی ہے۔ میں انشاء اللہ اُس کے لئے مدینہ منورہ میں ضرور دعا کروں گا۔ اور انشاء اللہ وہ بھی اس حاضری سے ضرور مشرف ہوگا۔ اس انشاء میں میں نے محسوس کیا۔ کہ کوئی شخص میرے پیروں کو چھو رہا ہے۔

میں نے دیکھا، تو یہ شیخ القرآن حضرت مولانا عبدالغفور صاحب
تھے۔ جو بڑے بڑے میرے پیروں کو چھو رہے تھے۔ اللہ اکبر!۔
مدینہ منورہ کی طرف عزم و ارادہ کی برکتیں تو دیکھیے۔ کہ انسان
فرش سے عرش تک جا پہنچتا ہے۔ شیخ القرآن مولانا عبدالغفور
صاحب باوجود اپنی جدالتِ شان کے مجھ احقر کے قدم چھو رہے
ہیں۔ مگر آج یہ قدم محض بشیر ہی کے قدم نہیں ہیں۔ بلکہ
یہ ایک عازمِ مدینہ کے قدم ہیں۔

أَمْ دُحِّ إِيَّ الدِّيَارِ دِيَارِ لَيْلِي
وَأَقْبَلُ ذَا الْجِدَارِ وَ ذَا الْجِدَارِ
وَمَا حُبُّ الدِّيَارِ شَغَفَتْ قَلْبِي
وَلَكِنْ حُبُّ مَنْ سَكَنَ الدِّيَارِ

یہ اشعار مجنوں کے ہیں۔ مجنوں کہتا ہے۔ کہ میں لیلے کے
شہر میں جانا ہوں۔ تو کبھی اس دیوار کو چومتا ہوں۔ اور کبھی
اس دیوار کو۔ اور مجھے اس شہر سے صرف اس لئے محبت ہے
کہ اس شہر میں میرا محبوب رہتا ہے! اور اسی مجنوں نے
ایک بار ایک کتے کے پاؤں چومنے شروع کر دیئے تھے۔ اور
جب لوگوں نے پوچھا۔ کہ اس کتے کے پیر کیوں چوم رہے
ہو۔ تو کہنے لگا۔ کہ یہ لیلے کی گلی سے پھر کر آیا ہے! یہ تو
مجھ بشیر کے پیر ہیں۔ لعلہ میں جب میں بسوں پر

جج کے لئے گیا ہوں۔ تو میں نے دیکھا۔ کہ لوگ ان بسوں کے ٹیروں کو چوم رہے ہیں۔ اور کہہ رہے ہیں۔ کہ ہم سے یہ ٹیر ہی اچھے۔ جو دیار حبیب کی مقدس زمین سے مس کریں گے۔ یہ عشق و محبت کی باتیں ہیں۔ اور اسے عشق و محبت والے ہی خوب سمجھتے ہیں۔ ورنہ ایسی سب باتیں شرک و بدعت ہی نظر آتی ہیں۔

اب دیکھیے یہ مولوی ضیاء المصطفیٰ ملنے کے لئے آگے بڑھا ہے۔ اور یہ بھی رو رہا ہے۔ اس کے بعد اس کی چھوٹی بہنیں عزیزہ فریدہ و ناصرہ آگے بڑھی ہیں۔ اور یہ بھی رو رہی ہیں۔ میں نے ان کو پیار دیا اور تسلی دی۔ اس کے بعد مولوی محمد اکبر صاحب شریفی آگے بڑھے ہیں۔ اور یہ بھی روتے ہوئے عرض کر رہے ہیں۔ کہ حضور کی بارگاہ میں میرے لئے بھی سلام عرض کر کے حاضری کی دعا مانگیے۔ اس کے بعد دوسرے احباب سے ملاقات کی۔ اور گاڑی چل پڑی ہے۔ عزیزم۔ محمد اسلم اور محمد سلیم یہ دونوں لائل پور تک میرے ساتھ جا رہے ہیں۔ تقریباً چھ بجے ہماری ٹرین لاٹھیوڈ پہنچی ہے۔ پلیٹ فارم پر شیخ الحدیث خادم اہل سنت حضرت مولانا سرور احمد صاحب و امت برکاتہم العالیہ کے مدرسہ مظہر اسلام کے اساتذہ کرام و طلباء عظام اس عازم

لاٹھیوڈ

مدینہ کے استقبال کے لئے چشم براہ ہیں۔ کوٹلی کے وہ احباب جو لائل پور میں سلسلہ ملازمت قیام پذیر ہیں۔ وہ بھی اور ان کے علاوہ لائل پور کے دیگر احباب بھی موجود ہیں۔ اسٹیشن پر ریش بہت ہے۔ احباب میری تلاش میں ہیں۔ سب سے پہلے فاضل نوجوان مولانا محمد سلیم صاحب خطیب جہاں لائل پور کی مجھ پر نظر پڑی۔ اور ارشاد فرمایا۔ کہ باہر تشریف لائے۔ میں بمشکل باہر نکلا۔ تو سارا مجمع میری طرف ٹوٹ پڑا ہے اور اس راہی مدینہ کا سارا بدن پھولوں سے بھر دیا ہے۔ اور کیوں نہ ہو جبکہ بشیر آج اس سلطانِ زمن کی جناب میں حاضری دینے جا رہا ہے۔ جن کی شان اعلیٰ حضرت نے یوں بیان فرمائی ہے۔ کہ

سرتا بقدم ہے تن سلطانِ زمن پھول
لب پھول، دہن پھول، زقن پھول، بدن پھول
پلیٹ فارم پر ایک اچھا خاصہ اجتماع ہو گیا ہے۔ بیچ میں یہ عازمِ مدینہ کھڑا ہے۔ اور ارد گرد احباب کرام تشریف فرما ہیں۔ اتنے میں دو نفت خوانوں نے نفت خوانی شروع کی اور مدینہ منورہ کے فضائل اور حضور کی بارگاہ میں حاضری کی رفعتیں نظم میں سنائی جانے لگی ہیں۔ ایک عجیب کیف طاری ہے۔ اور نعرے رسالت و تکبیر بلند ہو رہے ہیں۔

رشید و بلاں کو اجاب نے کندھوں پر اٹھا رکھا ہے۔ لیکن زیادہ ہجوم کے باعث یہ گھبرا سے گئے ہیں۔ اجاب نے پھر مجھ سے فرمایا کہ میں بھی کچھ بیان کروں۔ چونکہ گاڑی کے چلنے کا ٹائم قریب ہے۔ اس لئے میں نے چار پانچ منٹ تک ہی کچھ کہنا مناسب سمجھا۔ اور حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا کہ یہ جو میری تعظیم و تکریم اس وقت آپ نے کی ہے۔ یہ دراصل سب مدنیہ منورہ کی برکتیں ہیں۔ میں مدنیہ منورہ جا رہا ہوں۔ اور حضور کی بارگاہ میں حاضری کی نیت سے گھر سے نکلا ہوں۔ اور انشاء اللہ حضور ہی کے صدقہ میں حج کی نعمت سے بھی مشرف ہونگا۔

ان کی طفیل حج بھی خدانے کرا دیئے

اصل مراد حاضری اس پاک صحت کی ہے

اور میں انشاء اللہ آپ سب حضرات کے لئے بھی اس حاضری پاک کے لئے دعا کروں گا۔ حضرت مولانا سید ناہد حسین صاحب نے پھر ایک لفافہ دیا۔ اور فرمایا کہ یہ مکتوب گرامی شیخ الحدیث مولانا سرور احمد صاحب کا ہے۔ انہوں نے آپ کی طرف بھیجا ہے۔ اسے میں نے جیب میں رکھ لیا ہے۔ اور پھر انجن کے وِس دینے پر ہم گاڑی پر سوار ہو گئے ہیں۔ عزیزم محمد اسلم و محمد سلیم سے یہاں الوداعی ملاقات ہوئی۔ اور

اجاب کے پڑجوش نعروں میں یہاں سے بھی ہم آگے بڑھ گئے ہیں۔ اپنی سیٹ پر آیا۔ تو دیکھا۔ کہ فاضل نوجوان مولانا محمد سلیم صاحب مختلف قسم کے مختلف کھانے جو آٹھ دس آدمیوں کے لئے بھی کافی پینٹے۔ ہماری سیٹوں پر رکھ گئے ہیں۔ اسی طرح مختلف اجاب نے ہمارے لئے رنگا رنگ مٹھاپوں، کے بہت سے نفاضے وہاں رکھ دیئے ہیں۔ سبحان اللہ! کیا خوب فرمایا ہے اعلیٰ حضرت نے کہ

اُس کی بخشش کا ان کا صدقہ

دیتا وہ ہے ولاتے یہ ہیں

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم

رزق ان کا ہے کھلاتے یہ ہیں

اور ایک دوسری جگہ اعلیٰ حضرت نے فرمایا ہے۔ کہ

کون دیتا ہے دینے کو دل چاہیے

دینے والا ہے سچا ہمارا نبی

ہمارا رسول رسولِ رسولِ اللہ علیہ وسلم، ہمیں دیتا ہے۔ ہم لیتے ہیں۔ ہم نے اس سے کیا کیا

رسولِ قاسم

نہیں پایا؛ جو پاتے ہیں اور لیتے ہیں۔ وہ اس کا گاتے بھی ہیں اور سنانے بھی ہیں۔ کہ ہمارا رسولِ رسولِ اللہ علیہ وسلم قاسم ہے۔ جو لینا ہے اس سے لے لو۔ اس میں شک

نہیں۔ کہ مالک حقیقی اللہ ہی ہے۔ مگر اس کی دین و عطا
 کے ہمارا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے جملہ خزانوں کا مالک
 ہے۔ اور وہ اپنے بہکاریوں کی جھولیاں بھرتا ہے۔ اور ایسا
 کریم و سخی ہے۔ کہ جو اس کے در پر مانگنے کو جائے۔ وہ اس
 مانگنے والے پر خوش ہوتا ہے۔ دنیا میں اور بھی سخی ہیں۔
 مگر ہمارے حضور کی سخاوت اور ان کی سخاوت میں زمین
 آسمان کا فرق ہے۔ اور سخی تو ایسے ہوتے ہیں۔ کہ مانگنے
 والے کو دیتے ہیں۔ تو مانگنے والا دعا دیتا ہے۔ کہ دینے والے
 خدا تیرا بھلا کرے۔ مگر ہمارے حضور ایسے سخی ہیں۔ کہ جو
 ان کے در پر مانگنے کو جائے۔ تو حضور بھیک بھی لیتے ہیں
 اور مانگنے والے کے لئے آپ ہی دعا بھی فرماتے ہیں۔ کہ
 میرے در پر اگر مانگنے والے! خدا تیرا بھلا کرے
 آتا ہے فقروں پہ انہیں پیار کچھ ایسا!
 خود بھیک دیں اور خود کہیں مانگتے کا بھلا ہو

ہاں تو یہ سب عطا میں حضور ہی کی ہیں۔ اپنے در
 پر بلایا ہے۔ تو اپنے مسافر کے لئے کیا کیا انعام فرما رہے
 ہیں۔ اور کیا کیا نعمتیں کھلا رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ جو کھانے
 پینے سے پاک و منزہ ہے۔ رمضان شریف میں دیکھیے۔ اپنے
 اسی بندے پر خوش ہوتا ہے۔ جو صبح سے شام تک نہ کھلے

نہ پئے۔ اور سحری کے وقت اٹھ کر کھانا پینا یہ حضور کی سنت ہے۔ اور حضور نے تاکید فرمائی ہے کہ سحری کو ضرور اچھو۔ اور کچھ نہ کچھ ضرور کھا پیو۔ تو فرمائیے کہ یہ کھلایا پلایا کس نے؟ یقیناً حضور نے۔ اگر توحید کا معنی یہی ہے کہ بس خدا کے سوا کسی کو مانو ہی نہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پیش نظر نہ رکھو۔ تو پھر کھانے پینے کے علاوہ، شادی، بیاہ، نکاح، تجارت، اور اولاد وغیرہ سے بھی کنارہ کیجئے۔ کہ خدا تعالیٰ ان سب باتوں سے پاک و منزہ ہے یہ باتیں تو ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی سنت ہیں۔ اور یہ ساری روئقیں حضور ہی کے دم قدم سے ہیں۔

ہے انہیں کے دم قدم کی بلخ عالم میں بہار
وہ نہ تھے عالم نہ تھا، گر وہ نہ ہوں عالم نہیں

ایک دفعہ میں دفتر ماہِ طیبہ میں بیٹھا

کتاب
طیبہ

تھا کہ ایک عرب صاحب آئے۔ اور مجھ سے

فرمانے لگے۔ یا مولانا! اَنَا ضَيْفُ الْمَسْجِدِ۔ یعنی میں مسجد

کا مہمان ہوں۔ اس بات سے گویا وہ اپنی اہمیت جتنا

بڑے سمجھتے۔ کہ میں خدا کا مہمان ہوں، میں نے جواب دیا۔ نَعَمْ

فَأَسْكُنُ فِي الْمَسْجِدِ وَأَعْلَمُ أَنَّ صَاحِبَ الْبَيْتِ لَا يَأْكُلُ وَلَا يَشْرَبُ۔

ہاں ٹھیک ہے۔ بس مسجد میں ہی نظر کیجئے، اور جان لیجئے کہ

گھر والا نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے۔ اب جو عرب صاحب نے
 بات سمجھی۔ تو جھٹ بولے۔ لَا يَا مَوْلَانَا اَنَا صَيِّفُكَ۔ نہیں مولانا!
 میں تو آپ کا مہمان ہوں؛ میں نے کہا۔ ہاں اب ٹھیک ہے
 اب آپ کو کھانے پینے کو بھی ملے گا۔ دیتا تو وہی ہے۔ لیکن
 جب تک اس کے کسی بندے کا واسطہ نہ ہو۔ وہ بھی نہیں
 دیتا۔ عرب صاحب بھی یہ راز سمجھ گئے۔ اور خدا سے کچھ پانے کے
 لئے میرے مہمان بن گئے۔ معلوم ہوا۔ کہ دنیا کی ساری نعمتوں،
 کی تقسیم بھی وسیلہ ہی سے ہے۔ اور وہ وسیلہ عظمیٰ سرور عالم
 صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے۔ پس جسے اللہ سے کچھ
 پانا ہے۔ وہ حضور کا مہمان بنے سے

آسمانِ خوانِ زمینِ خوانِ زمانہ مہمان !

صاحبِ خانہ لقب کس کا ہے تیرا تیرا

یہ مختلف قسم کا کھانا اور مٹھائیاں بعد از نماز مغرب
 ہم نے بھی کھائیں۔ اور اپنے ڈبے کے دیگر مسافروں میں بھی
 تقسیم کیں۔ اس کے بعد شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز احمد
 صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا ملفوفِ گرامی بھولا۔ تو اس
 میں جناب کا ایک مکتوبِ گرامی ملا۔ اور ساتھ ہی اس کے
 ایک دس کا نوٹ بھی۔ یہ حضرت شیخ الحدیث کا ایک
 مسافرِ مدینہ کے لئے انعام ہے۔ جسے میں نے ایک گرانقدر

عظیہ جان کر رکھ لیا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گونا گوں فیوض و برکات، اور انعامات دیکھ کر خدا کا شکر ادا کیا، شیخ الحدیث حضرت مولانا کا مکتوب گرامی پڑھا تو لطف ہی تو آ گیا سبحان اللہ، ان علماء اہل سنت ایدہ ہم اللہ بنصرہ العزیز کے ارشادات بھی کیا ہی ہدایت مآب ہیں، ان کے ارشادات کا ایک ایک لفظ حق آموز اور باطل سوز ہوتا ہے، حضرت شیخ الحدیث نے اپنے مکتوب گرامی میں مجھے اس سفر پاک کی مبارکباد دی، اور لکھا ہے، کہ آپ کو حاضریٰ روضۃ النور اور مدینہ منورہ، اور حاضریٰ کعبہ شریف اور مکہ مکرمہ مبارک ہو، ذرا اس ایمان افزہ

ترتیب کو ملاحظہ فرمائیے، سب سے پہلے حاضریٰ روضۃ النور، پھر مدینہ منورہ کا ذکر اور اس کے بعد حاضریٰ کعبہ شریف اور پھر مکہ مکرمہ کا ذکر، بیشک ایک سچا مسلمان اسی ترتیب کے پیش نظر یہ سفر اختیار کرتا ہے، اور اس گنہ گار بشیر کا یہ سفر بھی اسی ترتیب کے پیش نظر ہے، ہمارے لئے تو روضۃ النور کی حاضریٰ ہی سب کچھ ہے، اور خدا گواہ ہے، کہ اگر حاجی کے لئے روضۃ النور کی کشش نہ ہو، تو اسقدر دشوار اور دراز سفر کے لئے گھر سے کوئی نہ نکلے، یہ روضۃ النور ہی کی کشش ہے کہ دنیا کے کونے کونے سے مسلمان حجاز کی طرف کھمے چلے آتے ہیں، اور کعبہ میں جھکے ہوئے کشش ہے، وہ بھی سرور عالم

صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی مرہونِ منت ہے۔ سے
 کعبہ بھی ہے انہیں کی تجلی کا ایک پل
 روشن انہیں کے نور سے پتلی حجر کی ہے

۱۲ اپریل بروز منگل

رات بھر آرام کرنے کے بعد صبح اٹھا
 ہوں۔ وضو کیا اور نماز پڑھی۔ روپڑی

حیدرآباد

گزر جانے کے بعد ہماری گاڑی دس بجے حیدرآباد پہنچی ہے اسٹیشن
 پر جناب حاجی رحمت اللہ صاحب رئیس کا چیلو سندھ مع اپنے
 عزیزوں کے اور عزیز نذیر احمد صاحب بی۔ اے سپرنٹنڈنٹ
 برماشیل ٹپو مع اپنے رفقاء کے موجود ہیں۔ حاجی رحمت اللہ صاحب
 رشید و بلال کے خالو ہیں۔ اور نذیر احمد میرا حقیقی بیٹا ہے۔ میں
 اپنے حیدرآبادی احباب کو اپنے پروگرام کی اطلاع نہیں سے سکا۔
 ورنہ دیگر احباب بھی ضرور تشریف لاتے۔ اسی طرح کراچی کے احباب
 کو بھی میں نے اپنے پروگرام کی اطلاع نہیں سے۔ ان ماہ طیبہ
 میں اپنی روانگی کی اطلاع شاخ کر دی تھی۔ اور اس کے مطابق
 بھی کسی وجہ سے گھر سے نہیں نکل سکا۔ ماہ طیبہ میں ۱۰ اپریل
 کو روانگی کی اطلاع تھی۔ اور روانہ گھر سے ۱۱ اپریل کو ہوا
 ہوں۔ ماہ طیبہ میں میرے اس سفر کی خبر پڑھ کر مولانا صابر برادری

اور مولانا شیخ غیبی زبیدی ڈرگ روڈ نے صحیح تاریخ اور گاڑی،
 کا پتہ دریافت فرمایا تھا۔ جس کے جواب میں میں نے آج کے
 روز شاہین پر پہنچنے کا لکھ دیا تھا۔ چونکہ میرے ساتھ بچے بھی
 ہیں۔ اس لئے میں نے مناسب یہی سمجھا۔ کہ کراچی میں قیام
 اپنے عزیزوں میں ہو۔ خدا کے فضل سے کوٹلی کے بہت سے
 میرے عزیز و اقارب کراچی میں مقیم ہیں۔ اور معقول کاروبار
 کے مالک ہیں۔ ان کا اپنا بھی یہی اصرار تھا۔ کہ انہیں کے
 پاس قیام ہو۔ چنانچہ میں نے اپنے ماموں زاد بھائی جناب
 محمد حسین صاحب کے یہاں قیام کرنے کا پروگرام بنا رکھا
 ہے۔ اور انہیں اطلاع بھی لے چکا ہوں۔ حیدرآباد اسٹیشن پر

حاجی رحمت اللہ صاحب اور عزیزم نذیر احمد صاحب سے ملاقات
 ہو جانے کے بعد گاڑی آگے بڑھی ہے۔ اور حاجی صاحب اپنے
 عزیزوں سمیت کوٹلی اسٹیشن تک ہمارے ساتھ گئے ہیں۔ یہاں
 گاڑی کافی دیر تک ٹھہری۔ اور اتنی دیر تک حاجی صاحب سے
 باتیں ہوتی رہیں۔ بن میں زیادہ تر تذکیرہ مدینہ منورہ ہی کا رہا۔
 اب گاڑی یہاں سے بھی چل پڑی۔ اور تین گھنٹہ کے بعد یہ دیکھتے

ہم کراچی پہنچ گئے ہیں۔ کراچی اسٹیشن پر ہر آدم

کراچی

محمد حسین صاحب اور عزیزم محمد احمد صاحب

سمیت آئے ہوئے ہیں۔ اور مولانا صاحب براری بھی تشریف لائے

ہیں۔ بڑے اطمینان کے ساتھ ہم گاڑی سے اترے ہیں۔ اور ان سے ملاقات کرنے کے بعد ہم تقوڑی دیر کے بعد اپنی جائے قیام پر پہنچ گئے ہیں۔ مولانا صابر براری نے ڈرگ روڈ میں کسی روز بیان کرنے کے لئے فرمایا۔ میں نے عرض کی کہ میں نے اسی واسطے کراچی کے احباب کو اپنے پروگرام کی اطلاع نہیں دی۔ تاکہ وہ تقریروں کے لئے مجبور نہ کریں۔ میں جن دنوں میں جا رہا ہوں۔ مجھے اطمینان سے جانے دیجئے۔ مولانا نے یہ بات مان لی۔ اور پھر ملنے کا وعدہ فرما کر تشریف لے گئے۔

مجھے حاجی کیمپ پہنچنے کی جلدی ہے۔ چونکہ ریزولیشن کارڈ میں حاجی کیمپ پہنچنے کی آخری تاریخ یہی آج کی تاریخ ہے۔ اس لئے میں نے چائے پی۔ اور حاجی کیمپ چل دیا۔ حاجی کیمپ پرانی ٹائٹس کی جگہ پر ہے۔ وہاں پہنچنے پر میں دفتر معلومات میں گیا۔ اور اپنے متعلق پوچھا۔ کہ مجھے پہلے کس دفتر میں جانا چاہیے۔ تو بتایا گیا۔ کہ وہ سامنے تصدیق ٹیکہ کا دفتر ہے۔ سب سے پہلے وہاں جائیے۔ اور اپنے ٹیکہ کی تصدیق کرایئے۔ یاد رہے۔ کہ ہر حاجی کے لئے چیچک کا اور ہیپنہ کا ٹیکہ لازمی ہے۔ چیچک کا ایک مرتبہ اور ہیپنہ کا ٹیکہ ایک ہفتہ کے وقفہ کے بعد دو مرتبہ لگایا جاتا ہے۔ یہ تین ٹیکے بہتر ہے۔ کہ اپنے منفع کے سہیقتہ آفیسر ہی سے لگا کر اس کام سے فارغ ہو کر کراچی پہنچا

جائے۔ چنانچہ ہم سب نے یہ ٹیکے انی المحترم حضرت مولانا محمد یوسف صاحب سیالکوٹی کی معیت میں سیالکوٹ ہی سے لگوائے۔
 فتنے ایک ہفتہ کے بعد ہیضہ کا دوسرا ٹیکہ لگنے کے بعد۔
 بین الاقوامی سٹریٹیجٹ میں جاتا ہے۔ کراچی پہنچ کر سب سے پہلے
 یہی سٹریٹیجٹ دکھانا پڑتا ہے۔ اور ڈاکٹر صاحب جو حاجی کیمپ
 میں متعین ہیں۔ اس سٹریٹیجٹ کو دیکھتے ہیں۔ اور پھر بازو
 دیکھتے ہیں۔ کہ اس پر چیچک کے ٹیکے کا نشان ہے یا نہیں
 اور ہم نے یہ دیکھا ہے۔ کہ اگر کسی حاجی کے بازو پر یہ نشان
 مدہم پڑ گیا ہے۔ تو اُسے دوبارہ ٹیکہ لگوانے کا حکم دیا گیا۔
 اور تصدیق ٹیکہ کے دفتر کے ساتھ ہی ٹیکہ لگانے کا جو آفس
 ہے۔ وہاں بھیج دیا گیا۔ تاکہ یہ ٹیکہ پھر لگوایا جائے۔ چنانچہ ہمارے
 ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا۔ رشید و بلال اور ان کی والدہ کے
 یہ نشان مدہم پڑ چکے تھے۔ اس لئے انہیں دوبارہ یہ ٹیکہ لگایا
 گیا۔ میرے نشان کافی ابھرے ہوئے اور نمایاں تھے۔ تاہم میرے
 سٹریٹیجٹ میں یہ نقصان بیان کیا گیا۔ کہ چیچک کے ٹیکہ
 لگانے کی تاریخ درج نہیں۔ لہذا میں بھی دوبارہ ٹیکہ لگواؤں۔
 چنانچہ میں نے بھی پھر یہ ٹیکہ لگوایا۔ آج چونکہ میں اکیلا ہی
 حاجی کیمپ میں آیا ہوں۔ حالانکہ ٹیکہ کے نشان دکھانے اور
 تصدیق ٹیکہ کے لئے رشید و بلال اور ان کی والدہ کا بھی

سابقہ ہونا ضروری تھا۔ اس لئے میں دفتر تصدیق ٹیکہ میں آج اپنے کراچی پہنچ جانے کی تاریخ درج کر کے واپس چلا آیا ہوں۔ اور یہ کہہ آیا ہوں، کہ کل نو بجے ہم یہاں پہنچ کر تصدیق کرا لیں گے، حاجی کیمپ سے سیدھا میں گورنمنٹ واس مارکیٹ پہنچا۔ اپنے مہین احباب سے ملنے کا اشتیاق ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے سینچا گلی ایوب بلاکس کی دکان پر پہنچا۔ حاجی

ایوب صاحب مجھے دیکھ کر حیران رہ گئے، اور اٹھ کر معائنہ کیا اور پھر ہیرانی کے عالم میں پوچھا۔ کہ آپ واقعی آپ ہیں۔ یا میں خواب دیکھ رہا ہوں۔ میں نے ہنس کر جواب دیا، کہ میں واقعی میں ہوں۔ اور آپ عین عالم بیداری میں مجھے دیکھ رہے ہیں، اتنے میں اور احباب بھی آگئے ہیں۔ اور سب مجھے دیکھ کر حیران ہو رہے ہیں، حاجی ایوب صاحب سے میں نے کہا، کہ میں مدینہ منورہ جا رہا ہوں، اور ماہ طیبہ میں اعلان بھی کر چکا ہوں۔ پھر آپ کو کیوں خبر نہ ہوئی؟ حاجی صاحب نے فوراً شام اپریل لکلا، اور پوچھا، کہ یہ خبر کہاں درج ہے؟ میں نے صفحہ ہم دکھایا، اور وہ پڑھ کر کہنے لگے، کہ یہ صفحہ تو ہم نے پڑھا ہی نہیں، بہر حال کھڑی دیر وہاں بیٹھ کر گھر چلا آیا ہوں، اور رات کو اپنے کوٹلی کے احباب ملنے آ رہے ہیں، جن کی جمعیت میں رات کے ارنجے

تک بیٹھا۔ اور پھر ان سے اجازت لیکر نماز ادا کر کے سو گیا۔

۱۳ اپریل بروز بدھوار

آج صبح نماز اور چلنے سے فراغت کے بعد نو بجے رشید و بلال اور ان کی والدہ کو لے کر حاجی کیمپ پہنچا ہوں۔ سیدھا دفتر تصدیق ٹیکہ میں پہنچا۔ آج اس وقت حاجیوں کی کافی تعداد جمع ہے۔ ایک لائن میں مرد اور دوسری لائن میں عورتیں ہیں۔ یہ سب باری باری ڈاکٹر صاحب کو اپنا اپنا بازو اور سرٹیفکیٹ دکھا کر تصدیق ٹیکہ کے مرحلہ سے گزر رہے ہیں۔ بعض حجاج کو دوبارہ ٹیکہ لگوانے کا حکم مل رہا ہے۔ اور ہم چاروں کو بھی یہی کہا گیا ہے۔ چنانچہ ہم نے دوبارہ ٹیکہ لگوایا۔ اور ہمسے ٹیکوں کی تصدیق ہوگئی۔ اس کے بعد یہ چاروں سرٹیفکیٹ ساتھ ہی ایک دوسرے دفتر میں جمع کرانے کیلئے کہا گیا۔ چنانچہ میں نے بچوں کو ایک جگہ بٹھایا۔ اور خود اس دفتر کی کھڑکی کے پاس پہنچا ہوں۔ یہاں بھی حجاج کی اچھی خاصی لائن بندھ رہی ہے۔ یہاں ہر حاجی کو اپنے اپنے سرٹیفکیٹ کے ساتھ پانچ پانچ روپے بھی جمع کیانے پڑتے ہیں۔ چنانچہ میری باری آئی۔ تو میں نے چاروں سرٹیفکیٹ پیش کئے اور ان کے ساتھ پندرہ روپے بھی (رشید و بلال دونوں کا ایک ٹکٹ ہے) جمع کرائے۔ اور مجھے چار

رسیدیں مل گئیں۔ اور پھر بتایا گیا۔ کہ یہ رسیدیں اور روپیہ جمع
 کرنے کے بعد جو رسیدیں بنک سے ملی تھیں۔ وہ رسیدیں بھی
 ساتھ ہی ایک تیسرے دفتر میں جو اس دفتر کے قریب ہی
 تھا۔ پیش کر دی جائیں۔ چنانچہ اب میں اس تیسرے دفتر میں
 پہنچا ہوں۔ اور یہاں یہ ساری رسیدیں پیش کر دی ہیں۔ یہاں
 سے مجھے ایک چٹا مل گئی۔ جس پر لکھا تھا۔ کہ کل ٹوبہ
 آئے۔ اور اس سامنے والے چوتھے دفتر سے اپنے دستخط کر کے
 یہ رسیدیں لے جایئے۔ چنانچہ میں یہ چٹا لے کر واپس آ گیا
 اور دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد مہین احباب سے ملنے کو
 پھر گود دھن داس مارکیٹ میں آ گیا ہوں۔ سب سے پہلے
 اپنے پرانے کرم فرما حاجی احمد اور حاجی غفار کی دکان محمود
 اینڈ کو واقعہ بند روڈ پر پہنچا ہوں۔ حاجی احمد صاحب نے
 مجھے دیکھا۔ تو بعد مسرت اللہ گر گلے سے لگا لیا۔ اور فرمایا۔
 کہ مجھے آپ کے آنے کا علم ہو چکا ہے۔ چائے منگوائی اور
 پھر اسماعیل جمل کمپنی کے مالک محترمی جناب سیٹھ حاجی اسماعیل
 صاحب کی دکان پر گئے۔ حاجی احمد ساتھ ہی ہیں۔ حاجی
 اسماعیل صاحب کے بڑے لڑکے حاجی ستار صاحب دکان پر
 ہی مل گئے۔ بڑی محبت سے ملے۔ تقویٰ دیر کے بعد حاجی
 اسماعیل صاحب بھی تشریف لے گئے۔ مجھے دیکھ کر چران رہ

گئے۔ اور بڑی محبت سے ملے۔ حاجی صاحب کو خدا کے فضل سے
 مجھ سے خاص انس ہے۔ ماہِ طیبہ کی اشاعت و اعانت میں
 آپ نے آج تک دن کھول کر حصہ لیا ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل
 بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بے پناہ عقیدت رکھتے ہیں۔ اس
 کے بعد اہل سنت کے مایہ ناز مخلص سیٹھ حاجی عبد الشکور
 صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دکان پر گئے۔ حاجی صاحب مرحوم
 بھی مجھ سے بڑی شفقت کے ساتھ پیش آیا کرتے تھے۔ اور
 اہل سنت کی تبلیغی کوششوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتے
 تھے۔ غالباً تین سال کا عرصہ ہوا۔ ان کا وصال ہو چکا ہے۔
 حاجی صاحب مرحوم کے صاحبزادے حاجی ایوب صاحب دکان
 پر مل گئے۔ اور حاجی ایوب صاحب بھی مجھے دیکھ کر حیران
 رہ گئے۔ میں نے حاجی صاحب مرحوم کی فاتحہ پڑھی۔ اور اس
 کے بعد حاجی ایوب صاحب نے تقریر کرنے کے لئے مجھ
 سے کہا۔ میں نے انکار کر دیا۔ اور کہا۔ کہ فی الحال اس
 پروگرام کو رہنے دیجئے۔ ورنہ یہ سلسلہ چل نکلا۔ تو مجھے سکون
 نہ مل سکے گا۔ حاجی ایوب صاحب نے فرمایا۔ کہ پھر ایسا
 کیجئے۔ کہ عام اجتماع و جلسہ میں تقریر نہ سہی۔ میں اپنے
 والد مرحوم کے ایصالِ ثواب کیلئے، اپنے مکان کے اندر ہی
 ایک محفل میلاد کا انتظام کرتا ہوں۔ آپ مغرب کا کھانا

بھی ہمارے یہاں کھائیے۔ اور رات کو مخصوص جمع میں تقریر بھی کیجئے۔ چنانچہ ان کے اصرار پر میں نے اس پروگرام کو مان لیا ہے۔ اور کل جمعرات کی شام کو کھانے اور مشائے کے بعد کچھ سنانے کی دعوت قبول کرنی ہے۔ تقویٰ دیر کے بعد گھر واپس ہوا ہوں۔ اور عصر کے وقت رشید و بلال کو گاندھی کارڈن - (چڑیا گھر) کی سیر کرائی ہے۔ رشید و بلال بالخصوص بندروں کو دیکھ کر بڑے خوش ہوئے ہیں۔ بچے بالعموم بندروں کو دیکھ کر ہلکا خوش ہوتے ہیں۔ شاید اس لئے کہ نہ تو بندر ہی چین سے ایک جگہ بیٹھتا ہے۔ اور نہ ہی بچے چین سے ایک جگہ بیٹھتے ہیں۔ آج رات کو بھی اپنے قصہ کے احباب ملنے کے لئے آتے رہے۔ اور رات کے کافی حصہ تک بیٹھے رہے۔

۱۲ اپریل بروز جمعرات

آج نو بجے پھر حاجی کیمپ پہنچا ہوں۔ حاجی کیمپ میں بہت سے احباب سے ملاقات ہوئی۔ اکثر احباب ماہِ طیبہ میں میرے حج کو جانے کی خبر پڑھ کر میری تلاش میں نکلے۔ ان دوستوں سے مل کر دل خوش ہوا۔ اب میں کل واپسی کے مطابق چوتھے دفتر میں پہنچا ہوں۔ یہاں سے میرے دستخط لے کر بینک کی رسیدیں بھجے واپس دیدی گئیں۔ اور فجر سے

کہا گیا۔ کہ اب جہاز کمپنی کے دفتر میں جا کر یہ رسیدیں دکھائیے
 وہاں سے آپ کو ٹکٹ اور پاسپورٹ ملنے کی تاریخ بتا دی
 جائے گی۔ چنانچہ میں جہاز کمپنی کے دفتر میں گیا۔ اور وہاں
 یہ رسیدیں پیش کر دیں۔ جہاز کمپنی والوں نے مجھ سے زبانی
 کہہ دیا۔ کہ ۱۸ تاریخ کو ٹونجے آکر ٹکٹ اور پاسپورٹ لے
 جائیے۔ چنانچہ میں واپس آگیا۔ اور دن بھر آیام کرنے کے
 بعد مغرب کی نماز کے بعد حاجی ایوب صاحب کی کار آگئی۔
 جس میں ہم سوار ہو کر ان کے مکان میں پہنچ گئے۔ اس
 مکان میں اس سے پہلے بھی کئی دفعہ آچکا ہوں۔ حاجی
 صاحب مرحوم کے ایصالِ ثواب کے لئے اس کے بڑے کمرے
 میں محفلِ میلاد شریف کا انتظام ہے۔ پُر تکلف کھانا کھانے
 کے بعد نمازِ عشاء بھی یہیں ادا کی۔ اور اس کے بعد حضرت

مولانا مفتی ظفر علی صاحب امجدی۔ حضرت مولانا قاری —

مصباح الدین صاحب خطیب شاہی جامع مسجد واہ کینٹ بھی
 تشریف لے آئے۔ دل بڑا خوش ہوا۔ اور جی بھر کر معانفتے
 ہوئے۔ سیٹے حاجی عزیز صاحب، سیٹے حاجی اسماعیل جمال
 صاحب اور دیگر مہین حضرات بھی کثرت سے تشریف لے
 آئے۔ حاجی ایوب صاحب، صاحب خانہ نے فرمایا۔ کہ محفل
 شروع ہونے سے قبل میں آپ کو مولانا صاحب کی —

(یعنی میری) ایک تقریر سنوا دوں، اور ساتھ ہی انہوں نے
 ٹیپ ریکارڈ مشین جو وہ امریکہ سے لائے ہیں، چلا دی۔ اس
 میں سے سب سے پہلے اس خطبہ کی آواز آنے لگی۔ جو میں
 ابتداء و منط میں پڑھا کرتا ہوں۔ اور اس کے بعد میرے ہی
 لہجہ میں تقریر کی آواز آنے لگی۔ میں یہ تقریر سن کر حیران
 ہوا۔ کہ یہ تقریر کرنے والا کون ہے؟ آخر یہ عقدہ کھلا۔
 اور حاجی ایوب صاحب نے بتایا۔ کہ آپ تین سال سے
 کراچی نہیں آئے۔ ہم نے حافظ ولی محمد صاحب مرحوم سے
 درخواست کی تھی۔ کہ وہ آپ کے لہجہ میں ایک تقریر کریں
 جسے ہم اس مشین میں بھر لیں۔ تاکہ جب بھی کبھی آپ
 کی تقریر سننے کا شوق پیدا ہو۔ تو ہم اس مشین کو "چالو"
 کر کے آپ کی تقریر سن لیا کریں۔ پناچہ آج سے دو سال
 پہلے کی یہ تقریر ہے۔ جو حافظ صاحب نے اسی کمرہ میں
 کی تھی۔ افسوس! کہ حافظ صاحب کا وصال ہو گیا۔ اور ان
 کی یہ تقریر اب تک محفوظ ہے۔ اس تقریر کے سننے سے
 ہنسی بھی آتی ہے۔ اس لئے کہ حافظ صاحب مرحوم نے
 تکلف کے ساتھ میری نقل اتاری تھی۔ حاجی ایوب صاحب
 نے بتایا۔ کہ آج ہم آپ کی اصل تقریر کو اس میں بند
 کر لیں گے۔ تاکہ اب آپ کی اصل تقریر سن لیا کریں۔

چنانچہ اس مشین کو نصب کیا گیا۔ اور تلاوت کے بعد میری تقریر شروع ہوئی۔ ایک گھنٹہ تک میں نے تقریر کی۔ حاجی صاحب نے بتایا۔ کہ ابھی کچھ فلم کا حصہ باقی ہے۔ دو نعشیں بھی پڑھیں۔ تاکہ یہ حصہ مکمل ہو جائے۔ چنانچہ میں نے اعلیٰ حضرت کی ایک نعت - "وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں" اور پھر اپنی ایک نعت پڑھی۔ اور پھر قیام و سلام اور دعا کے بعد یہ محفل ختم ہوئی۔ اس کے بعد مشین کو "چالو" کیا گیا۔ سبحان اللہ! کیا ہی ایجاد ہے کہ جو کچھ گھنٹہ بھر میں ہوا تھا۔ ابتداء سے لے کر انتہا تک سب کچھ اس میں بھرا جا چکا تھا۔ اور وہی میرا خطبہ، اور میری تقریر، تقریر کے اندر اشعار، نعتیں، قیام و سلام اور دعا سب کچھ ایک مرتبہ پھر سنا گیا۔

اس سے قبل سب سے پہلے براہِ محمد حسین صاحب

کوٹلوی جب جرمنی سے واپس آئے تھے۔ تو یہ مشین ساتھ لائے تھے۔ چنانچہ وہ کراچی سے کوٹلی آئے۔ تو یہ مشین ساتھ

ہی لائے۔ اور ایک رات محفل میلاد شریف میں اس مشین میں انہوں نے میری ایک تقریر،

ذکرِ حبیب

پھری۔ اور پھر اسی وقت میری تقریر کے بعد متصل ہی

میری یہ پھری ہوئی تقریر سنانا شروع کی۔ عمر بھر میں پہلی مرتبہ میں نے اُس روز اپنی تقریر سنی۔ اور حیران رہ گیا۔

چونکہ کوٹلی بھر میں یہ ایک نئی بات تھی۔ اس لئے دوسرے روز
 متعدد گھروں میں یہ مشین منگوائی گئی۔ اور میری تقریب سنی
 گئی۔ اٹھ روز تک اس تقریب کی خوب چہل پہل رہی۔ آج
 اس گھر میں میری تقریب ہو رہی ہے، تو کل اس گھر میں، حتیٰ
 کہ اس نئی چیز کے شوق میں ان گھروں میں بھی میری تقریب
 ہو گئی۔ جن میں رہنے والوں کو میرے خیالات سے اذی اختلا
 تھا۔ یہ بھی عجیب نظارہ تھا۔ کہ سننے والے نہ لغت خوانی
 پر مائل۔ نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار و تصرف کے
 قائل، نہ قیام و سلام کے معترف۔ اور سنانے والا نعت
 خوانی بھی کر رہا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فغان و کمالات
 علم و اختیارات بھی بیان کر رہا ہے، اور پھر قیام و سلام
 بھی ہو رہا ہے، یہ بھی ذکر حبیب کا ایک کمال ہے۔ کہ نہ
 چاہنے والوں کے گھروں میں بھی تشریف لے گیا۔

میں جس زمانہ میں گگھڑا صنلع گوجرانوالہ میں
لطیفہ جمع پڑھانے جایا کرتا تھا۔ اس زمانے کی بات
 ہے، کہ ایک صاحب جو عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو
 بدعت جانتے تھے۔ اخبار بینی کا انہیں بڑا شوق تھا۔ اور
 ہر روز سب سے پہلا کام ان کا اخبار خریدنا تھا۔ ایک
 سال جبکہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منائی جا رہی تھی۔

اُس مید سعید کے روز جو اخبارات آئے۔ ان سب پر۔
عید میلادِ نبر لکھا تھا۔ ان صاحب نے حسب معمول
اس روز بھی اخبار خریدنا چاہا۔ تو ایک اخبار پر یہ لفظ پڑھ کر
وہ اخبار واپس کر دیا۔ اور دوسرا اخبار مانگا۔ دوسرا اخبار جو
دیکھا۔ تو اس پر بھی یہی جملہ دیکھا۔ پھر تیسرا اخبار دیکھا پھر چوتھا
سبھی پر اُسے یہی **عید میلادِ نبر** کا جملہ لکھا ہوا نظر آیا۔ ناچار
اس نے اُس دن یہ کہہ کر کہ چلو آج ریڈیو پر خبریں خیریں سن
لیں گے۔ اخبار خریدنا ہی نہیں۔ پھر جب گھر گیا۔ اور خبریں
وغیرہ سننے کے لئے ریڈیو کا سوئچ جو دبایا۔ تو اُس میں سے
یہی اُسے یہی آواز آئی کہ "یا نبی سلام علیک۔"
یا رسول سلام علیک۔ گویا وہاں بھی اُسے وہی جلوہ
نظر آیا۔ جس سے وہ بھاگ کر گھر آیا تھا۔ یہ واقعہ مجھے گھر
ہی کے ایک ایسے آدمی نے سنایا تھا۔ جس سے خود ہی اُن
صاحب نے اپنی یہ دکھ بھری کہانی سنائی تھی۔ واقعی ذکرِ
حبیب کا یہ بھی ایک کماں ہے۔ کہ مخالف کے ماں بھی پہنچ
جاتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ اس سے مستفید نہ ہو سکے
بارش کا قطرہ پتھر بھی پڑ ہی جاتا ہے۔ اگرچہ پتھر اس سے مستفید
نہیں ہو سکتا ہے۔ اور بجائے اس کے کہ زرخیز زمین کی طرح
اُس قطرے کو اپنے دل میں جگہ دے کر رنگا رنگ پھولوں

سے بہرہ ور ہو۔ اس قطرے کو فوراً ادھر ادھر پھینک کر خود
 پیسے کا ویسا ہی خشک رہ جاتا ہے۔

حاجی ایوب صاحب کے مکان سے ہم رات کے ایک بجے
 لوٹے اور گھر آکر سو گئے۔

۱۵-۱۶-۱۷ اپریل

ہر روز

جمعہ ہفتہ۔ الوار

ان تین دنوں میں ہم سب نے کراچی کی خوب جی بھر
 کر سیر کی۔ رشید و بلال کو لے کر منوٹرا گیا۔ کشتی کی سیر
 کرائی۔ سمندر دکھایا۔ برادرم محمد عین صاحب کی کار۔ برادرم
 محمد امین صاحب کی اور جناب محمد احمد صاحب کی کار یہ
 تینوں کاریں ہمیں تین دن تک کراچی کے مشہور مقامات
 دکھاتی رہیں۔ اور مختلف اجاگے یہاں سے دعوتیں کھانے میں
 یہ تین دن گزرے۔

۱۸ اپریل بروز پیر

آج صبح پیر حاجی کیمپ گیا۔ اور معلوم ہوا کہ ٹکٹ اور
 پاسپورٹ بجائے ٹونے کے چھ بجے شام ملیں گے چنانچہ

پھر واپس آگیا۔ اور شام کو پھر گیا ہوں۔ تو جہاز کمپنی کے دفتر کے سامنے ایک طویل لائن حجاج کی دیکھی۔ اس لائن میں کھڑے رہنے سے شاید رات کے دس بجے تک بھی نمبر نہ آتا۔ مگر ایک آسانی کی صورت یہ پیدا ہوگئی۔ کہ حضرت صاحبزادہ

میاں غلام احمد صاحب سجادہ نشین شرفیور شریف سے ملاقات

ہوگئی۔ آپ مجھے دیکھ کر بڑے خوش ہوئے۔ اور میں انہیں پا کر بڑا خوش ہوا۔ آپ کے ایک ہمراہی لائن میں کھڑے تھے۔ جو کھڑکی قریب پہنچ چکے تھے۔ میری رسیدیں بھی انہیں دیدی گئیں۔ جو انہوں نے اپنی رسیدات کے ساتھ اندر دے دیں۔ اور ان کے ساتھ ہی ٹکٹ اور پاسپورٹ مجھے بھی مل گیا۔!

اب حج ٹوٹ حاصل کرنے کا مرحلہ باقی رہ گیا ہے۔ یہ ٹوٹ خاص قسم کے ٹوٹ ہیں۔ جو حجاج کو عرب شریف میں کام دیتے ہیں۔ ہمارا عام سو کا ٹوٹ عرب میں کم قیمت پاتا ہے۔ اور یہ حج ٹوٹ جسے ہماری حکومت نے صرف حاجیوں ہی کے لئے تیار کیا ہے۔ پوری قیمت پاتے ہیں۔ یہ ٹوٹ صرف عرب شریف ہی میں چلتے ہیں۔ اور اب ہماری حکومت نے حجاج کے لئے 'ٹریولر چیک' بھی جاری کر دیئے ہیں۔ جو شخص انگریزی یا اردو یا گجراتی زبان میں اپنے دستخط کر سکتا ہو۔

اُسے نوٹوں کی جگہ یہ چیک مل جاتے ہیں۔ اور معلوم ہوا ہے کہ یہ چیک زیادہ مفید رہتے ہیں۔ اور سو کی قیمت سو سے کچھ زیادہ ہی وصول ہو جاتی ہے۔ اس لئے پڑھا لکھا طبقہ یہ چیک ہی لے رہا ہے۔ اور میرا ارادہ بھی یہی ہے۔ کہ میں چیک ہی لوں۔ آج چوتھ چیک یا راج نوٹ دینے والے دفتر پر کافی ہجوم ہے۔ اس لئے میں واپس آ گیا ہوں۔ اب اللہ اللہ کل جا کر یہ کام بھی کر لیا جائے گا۔

۱۹ اپریل بڑی منگوار

آج نو بجے ٹرپور چیک حاصل کرنے کیلئے پھر حاجی کیمپ گیا ہوں۔ مگر رش زیادہ ہونے کے باعث پھر لوٹنا پڑا۔ عصر کے بعد پھر گیا۔ تو اگر رش اس وقت بھی دیکھا۔ مگر چونکہ کل تو جہاز کی روانگی ہے۔ اس لئے رات کے نو بجے تک حاجی کیمپ ہی میں رہا۔ اور اس کام سے تقریباً سوا نو بجے فارغ ہو کر گھر لوٹا۔ آج بہت سے احباب ملنے کے لئے آئے ہیں۔ اور رات کے تقریباً گیارہ بجے تک میرے پاس بیٹھے رہے۔ اس کے بعد ان سے معافی اور مصافحہ ہوئے۔ اور انہیں رخصت کرنے کے بعد کافی دیر تک ہم اپنا سامان باندھتے رہے۔ حاجی کیمپ میں اعلان ہو چکا تھا کہ کل

آٹھ بجے تک بندرگاہ پر پہنچ جانا چاہیے۔ چنانچہ ہم نے تیاری مکمل کر لی۔ چاقو، پھری، سوئی، دھاگا، رسی، کھانے پینے کے برتن، سرمہ، قلم دوات، گھسی۔ اور کچھ ضروری اشیا تو ہم گھر ہی سے لے آئے تھے۔ اور کچھ چیزیں مثلاً لوٹا، چھاتا، بالٹی، بیٹری، قرآن مجید، حاجی بیٹ اور کچھ انگریزی دوائیاں،

چھتیس، اسہاں، بخار، سرور کے ازالہ کے لئے کراچی سے

خرید لی تھیں۔ ان کے علاوہ کچھ سریتا کی بوتلیں، اسپتھول

کا پیکا۔ اجوائن اور مچھر کا تیل وغیرہ برادرم محمد حسین صاحب

نے خرید کر دے دیا تھا۔ ان سب ضروری چیزوں کو باندھ لیا

گیا۔ راشن کا انتظام حکومت نے خود اپنے ذمہ لے لیا ہے

آپ حاجی کیمپ میں ۲۵/۹۱ جمع کر دیجئے۔ آپ کو ایک

رسید مل جائے گی۔ جس پر آپ کو مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ میں

۲۰ سیر گندم اور ۲۰ سیر چاول مل جائیں گے۔ میں نے ۷/۱۱/۷۷

جمع کرا کے تین رسیدیں لے لی ہیں۔ یہیں یہ راشن کافی

ہوگا۔ انشاء اللہ!

۲۰ اپریل بروز بدھوار

کراچی سے روانگی | آج جہاز کی روانگی کا دن ہے۔ اگرچہ
حاجی کیمپ میں اعلان آٹھ بجے تک

بندرگاہ پر پہنچ جانے کا نفاذ مگر احباب نے بتایا کہ آٹھ بجے
 ہی پہنچنا ضروری نہیں۔ جہاز شام کے چھ بجے چلے گا۔ آپ
 دس گیارہ بجے بھی پہنچ جائیں۔ تو بھی کوئی حرج نہیں۔
 چنانچہ ہم گھر سے نو بجے چلے۔ اپنے عزیز و اقارب اور احباب
 بھی ساتھ ہیں۔ اور ہم تقریباً ساڑھے نو بجے بندرگاہ پر پہنچ
 گئے ہیں۔ بندرگاہ پر کوٹلی کے کئی احباب میری انتظار میں
 کھڑے ہیں۔ بندرگاہ پر پہنچنے پر حجاج کو تو آگے چلے جانے
 دیا جاتا ہے۔ مگر دوسروں کو بغیر ٹکٹ کے اندر جانے کی
 اجازت نہیں۔ چنانچہ سب دوستوں نے ٹکٹ لئے اور ہم
 اندر پہنچ گئے۔ مگر شدید کے اندر صرف حجاج ہی جا سکتے ہیں
 اور عزیز و اقارب کو جنگے سے باہر ہی ٹھہرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ
 اپنے اکثر احباب سے جنگے سے باہر ہی ملاقات کی۔ اور ہم شدید
 کے اندر پہنچ گئے۔ بندرگاہ کے ایک قلی سے سامان جہاز پر
 لے جانے اور کسی اچھی سی جگہ پر بستر لگانے کا معاملہ طے
 کیا۔ ان قلیوں کے متعلق اگرچہ حکومت نے بار بار اعلان کر
 دیا تھا کہ فی حاجی دو روپیہ سے زیادہ ان کو نہ دیں۔ مگر
 یہ قلی اپنی مرضی کے مطابق حاجیوں سے بہت کچھ وصول کر
 لیتے ہیں۔ ہم نے ایک قلی سے سامان اٹھوایا۔ اور وہ دو
 بستروں کے لئے دو چٹائیاں جو ہم نے اسی مفید کے لئے

کراچی سے خرید لی تھیں۔ جہاز پر لے گیا۔ اور جہاز کی دوسری منزل کے ایک وسیع کمرے کے ایک کونے میں انہیں بچھا کر ہمارے لئے جگہ مخصوص کر دی۔ اب ہم اپنا سامان لئے شیڈ کے اندر بیٹھے ہیں۔ اور حاجی متواتر آ رہے ہیں۔ حتیٰ کہ سارا شیڈ بھر گیا۔ سب سے پہلے اعلان ہوا۔ کہ اپنے پاسپورٹ دکھا کر اپنی کرنسی کی تصدیق کرائیے۔ ہر حاجی اپنے ساتھ بیس روپیہ تک لے جا سکتا ہے۔ اس سے زیادہ ایک پائی بھی لے جانے کی اجازت نہیں۔ میں یہ اعلان حاجی کیمپ میں بھی سن چکا تھا۔ اس لئے میں نے تین ٹکٹوں کے حساب سے ساتھ روپے ساتھ رکھے ہیں۔ اور جو لوگ بیس سے زیادہ ساتھ لائے ہیں۔ ان کے متعلق اعلان ہو رہا ہے۔ کہ زائد رقم یہیں اپنے عزیزوں کے سپرد کر دیجئے۔ میں نے شیڈ کی بائیں سمت جو دفتر کرنسی کی تصدیق کا تھا۔ وہاں جا کر صاف صاف بتا دیا ہے۔ کہ میرے پاس ساتھ روپے ہیں۔ یہ مرحلہ طے ہونے کے بعد شیڈ کے دائیں پہلو میں طبی معائنہ کے لئے دفتر قائم تھا۔ اور ساتھ ہی پولیس دفتر بھی۔ پھر وہاں جا کر اپنا پاسپورٹ دکھا کر صحت کی مہر لگوائی۔ اور بعدہ پولیس نے تصدیق کی مہر ثبت کی۔ اس دفتر کے دو حصے ہیں۔ ایک مردانہ اور دوسرا زنانہ، رشید و بلال

ان کی والدہ نے زمانہ دفتر میں جا کر اپنے اور رشید و بلال کے پاسپورٹوں پر یہ مہریں لگوائیں۔ ان مراحل سے فارغ ہونے کے بعد نماز ظہر کا وقت بھی ہو چکا ہے۔ اور ہم نے نماز یہیں ادا کی ہے۔ فقہوی دیر کے بعد سامان چیک کرنے کے لئے چند حکام تشریف لئے۔ اور وہ ہر ایک کے سامان پر چاک کے ساتھ نشان لگانے لگے۔ بس اب جہاز پر سوار ہونے کا وقت آگیا ہے۔ تلی نے ہمارا سامان جہاز پر پہنچا دیا ہے۔ اور اب حجاج کی ایک ٹاٹ لگ گئی ہے اور بالآخر حج جہاز پر سوار ہونے لگے ہیں۔ فقہوی دیر کے بعد ہم بھی گیٹ پر پہنچ گئے۔ گیٹ پر پاسپورٹ دکھائے گئے۔ گیٹ پر متعین چند افراد نے ہمارے پاسپورٹوں میں سے جہاز کا روانگی ٹکٹ اپنے پاس رکھ لیا۔ اور واپسی ٹکٹ ہمارے ہی پاس رکھنے دیا۔ اور جہاز کی طرف جانے کی اجازت دیدی۔ ہم جہاز کی سیڑھیوں کی طرف بڑھے اور بسم اللہ پڑھ کر سیڑھیوں چڑھنے لگے۔ رشید و بلال ہم سے پہلے ہی اوپر چڑھ گئے ہیں۔ اوپر پہنچنے پر قلی مل گیا۔ اور وہ ہمیں ہماری جگہ پر لے گیا۔ خدا کے فضل سے جگہ اچھی ہے اگرچہ اوپر کی منزل کی طرح ہوا دار نہیں۔ مگر ہم سے بھی نیچے کی منزل کے مقابلہ میں یہ کافی ہوا دار ہے۔ حجاج کرام اپنی اپنی جگہوں پر بستر

لگا رہے ہیں۔ اور عیب چہل پہل ہے۔ ہمارا سارا سامان ہم سے پہلے یہاں پہنچ چکا ہے۔ اب ہم نے سامان کو ترتیب سے رکھ کر وہ بستر اچھی طرح بچھانے میں اور یہ جگہ ہم چاروں کے لئے بہت کافی ہے۔ تقریباً دو گھنٹہ تک حجاج کرام سوار ہوتے رہے۔ اور اپنی اپنی جگہ کو دست کرتے رہے۔ تاکہ جہاز نے بس دیا۔ اور تقریباً پانچ بجے جہاز گراچی بندرگاہ سے چل پڑا اور ہم نے باواز پڑھا۔ بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٰہَا وَ مَرْسَاہَا اِنَّ رَبَّیْہِ نَعْفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ اور دل مرت سے لبریز ہو گیا۔ کہ آج ہم دیار حبیب کی طرف روانہ ہو چکے ہیں۔ اور اب فقور سے ہی دلوں میں ہماری گندکار آنکھوں کے سامنے محبوب کا دیدار پاک ہو گا۔ سبحان اللہ! اس تصور ہی سے آنکھوں میں مرت کے آنسو آنے لگتے ہیں۔ فقوڑی دیر کے بعد شام کی چائے کی تقسیم شروع ہوئی۔ جہاز والوں نے ہر حاجی کو اپنی اپنی جگہ پر چائے پہنچا دی۔ اور حاجیوں نے اپنے اپنے برتنوں میں چائے لے کر پی۔ نماز مغرب ہم نے اپنی اسی جگہ پر ادا کی۔ ہماری جگہ جہاز کے اگلے حصہ میں ہے۔ اور جس قدر حجاج نکلے حصہ میں ہیں۔ اسی قدر پچھلے حصہ میں بھی ہیں۔ اور دمیانی حصہ میں سینکڑ اور فٹ کلاس کے حجاج ہیں۔ سینکڑ اور فٹ کلاسوں باعتبار سفر کے ہیں۔ اور یہ ان کا امتیازی

نشان انشاء اللہ احرام باندھنے کے بعد باقی نہ رہے گا۔ ہر امیر و
 غریب، ادنیٰ و اعلیٰ، سینڈ فٹ والا اور عرشہ والا یکساں نظر
 آئے گا۔ ہر ایک کے بدن پر دو چادریں نظر آئیں گی۔ اور
 سب کے سر ننگے ہوں گے۔ اور ”تیری سکر میں پہنچے
 تو سبھی ایک ہوئے“ کی ایک ہمہ گیر تفسیر نظر آنے
 لگے گی۔

ہماری اس وسیع مال کے اوپر اور پھر اس سے بھی اوپر
 کے چھت پر دو مخصوص جگہیں ہیں جن پر ”برائے عبادت“
 کا لبرڈ لگا ہوا ہے۔ یہاں نماز باجماعت پڑھنے کا موقع مل
 جاتا ہے۔ حضرت صاحبزادہ میاں غلام احمد صاحب سجادہ نشین
 شرقیہ شریف کی مہربانی و برکت سے نیچے کی مخصوص مسجد
 میں حضرت میاں صاحب مدظلہ کی ہی اقتدار میں نماز پڑھنے
 کا موقع مل گیا۔ میں نے خدا کا شکر ادا کیا۔ کہ امام و مقتدی
 میں یکسوئی قائم رہے گی۔ وہ نماز بھی کیا ہوئی کہ امام صاحب
 کا دل کسی اور طرف ہو اور مقتدی کا کسی اور طرف — خدا
 شکر خورے کو شکر دے دیتا ہے۔ اوپر کے چھت کی مخصوص
 مسجد میں معلوم ہوا۔ کہ حضرت صاحبزادہ غلام قطب الدین،
 صاحب سجادہ نشین توفہ شریف نے جماعت کرنے کا
 اہتمام فرمایا ہے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کے ہمراہ اور

بھی متعدد حضرات ہیں۔ اور ذکر و فکر کی مجالس کے انعقاد کی صورت نکل آئی ہے۔

رات کو بعد از نماز مغرب کھانا تقسیم ہوا۔ ہر حاجی کو اپنی اپنی جگہ پر ان کے برتنوں میں کھانا دے دیا گیا۔ چادریں روٹی، گوشت، اور سبزی اور اچار جتنا چاہا ہر کسی نے لے لیا۔ اور سیرشم ہو کر سب نے کھانا کھایا۔ بعد از نماز عشاء ہم دن بھر کے فقے ماندے سو گئے۔

۱۲ اپریل بروز جمعرات

تہجد کے وقت ہر حاجی بیدار ہو چکا ہے۔ اور تمام مرد اور عورتیں وضو کرنے میں مشغول ہیں۔ اور یہ اس مبارک سفر کی برکتیں ہیں۔ کہ جس کسی نے اپنے وطن میں نماز فرض کا بھی کبھی خیال نہ کیا تھا۔ آج وہ بھی نماز تہجد پڑھنے کے لئے تیار ہو رہا ہے۔ سبحان اللہ! سب ایک ہی دن میں ہیں۔ فقوڑی درہ کے بعد سارے جہاز میں نماز تہجد پڑھی جانے لگی۔ اور پھر تلاوت پاک کا ورد شروع ہوا۔ فجر ہونے تک سب خدا کی یاد میں مشغول رہے۔ اور پھر اوپر کی مسجدوں سے اذان کی آوازیں بلند ہوئیں۔ اور سب نے سنیں اٹھا کیں۔ اور دونوں مسجدیں نمازیوں کے پڑھوئیں۔

ان کے علاوہ اور بھی اپنی اپنی جگہوں پر متعدد جماعتوں کا اہتمام ہوا۔ میں نے حضرت میاں صاحب کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ نماز کے بعد کلمہ طیبہ اور درود شریف کا ورد شروع ہوا۔ اور ایک عجیب سماں بندھ گیا نماز کے بعد چائے پی۔ کچھ دیر بعد حضرت میاں صاحب نے مجھ سے فرمایا۔ کہ امامت آپ کرایا کریں۔ میں نے عرض کی، کہ مجھے اپنی اقتداء ہی میں رہنے دیں۔ حضرت میاں صاحب کے اصرار کرنے پر پھر بات یہ طے ہوئی۔ کہ کبھی آپ اور کبھی میں، آگے کھڑے ہو جایا کریں گے۔ حضرت میاں صاحب کی معیت پوری باعث برکت و رحمت ثابت ہوئی۔ ہمارے جہاز میں بعض اللہ کے بندے ایسے بھی ہیں۔ جنہوں نے حضرت میاں صاحب کے پیچھے ایک دفعہ نماز پڑھی کہ جب بعد از نماز "الصلوة و السلام علیک یا رسول اللہ" کا ورد سنا، تو انہوں نے اب جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا ہی چھوڑ دی ہے۔ بلکہ وہ اپنی الگ نماز پڑھتے ہیں۔ ادھر میاں صاحب ہیں۔ کہ آپ نے اس بات کا بھی اعلان و اظہار کر دیا ہے۔ کہ ہم تو مدینہ منورہ ہمارے ہیں اور ہمارا حج منمنی حج اور حضور کے صدقہ میں ہو گا۔ بعض افراد کو یہ بات بھی اچھی نہیں لگی۔ اور وہ چہ سیگوٹیاں کرنے لگے ہیں۔ آج بعد از نماز ظہر حضرت

میاں صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ کچھ بیان کیجئے۔ میں نے نماز کے بعد اعلیٰ حضرت کی نعت "پہک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے" پڑھی اور پھر اس شعر کی تفسیر کی۔ اور بتایا کہ کعبہ معظمہ کو بھی اگر توقیر و عظمت ملی تو حضور ہی کی طفیل۔ اگر حضور نے کعبہ کا طواف نہ کیا ہوتا۔ تو آج اس کا طواف کون کرتا؟ حجر اسود بھی جو بوسہ گاہِ خلائق بنا۔ تو صرف اسی لئے کہ حضور کے لبِ نور اس سے مس فرما چکے ہیں۔ چنانچہ حضرت فاروق اعظم نے بھی حجر اسود کو چومنے کے وقت اسی حقیقت کا اعلان فرمایا تھا۔ کہ اے پتھر! میں جانتا ہوں۔ کہ تو ایک پتھر ہے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے نہ چوما ہوتا۔ تو میں تجھے کبھی نہ چومتا۔ اسی طرح اس نعت کے دوسرے اشعار کی بھی کچھ تفسیر کی۔ اور مجمع جو عشق نبوی سے پہلے ہی معمور تھا۔ بعد متاثر اور مسرور ہوا۔

اب میری اس مختصر سی تقریر کے بعد "بعض لوگ" اور بھی زیادہ چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ یہ ان کی مرضی۔ اور ان کا اپنا خیال ہے۔ ورنہ ہمیں کسی سے کیا غرض! ہم سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی کشش سے آئے ہیں۔ اور مدینہ منورہ کے ارادہ سے ہی گھر سے نکلے ہیں یا رسول اللہ" کا ورد کرتے رہے اور کر رہے ہیں۔ اور

کرتے رہیں گے۔ اگر کسی صاحب کا یہ خیال نہیں ہے۔ تو نہ سہی۔

۲۲ اپریل بروز جمعہ

آج جمعہ کے وقت بعد از نماز ظہر میری تقریر کا باقاعدہ اعلان کر دیا گیا ہے۔ اور مجھ سے میاں صاحب نے فرمایا ہے۔ کہ آج جی بھر کر ہمیں ذکر حبیب سنائیے۔ چنانچہ بعد از ظہر جہاز کے بہت سے احباب میری تقریر کے لئے ہماری نیچے کی مسجد میں جمع ہو چکے ہیں۔ مجھ سے قبل جناب مولوی غلام رسول صاحب نارووال والوں نے عشق و محبت میں دوہنی ہوئیں دو نعتیں سنائیں۔ سبحان اللہ! سفر مدینہ، اور نعت سرکار مدینہ ان دو چیزوں کے زیر اثر سارا مجمع تڑپ اٹھا۔ مولوی صاحب موصوف کی محبت و خلوص کے ساتھ اس نعت خوانی اور مزید برآں ان کی مخصوص خوش الحانی نے ایک عجیب کیفیت طاری کر دی۔ ہر شخص کی آنکھوں میں آنسو تھکے۔ اور نعلائے رسالت سے جہاز گونج اٹھا۔ اس کے بعد میں نے وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ۔ کی آیت پڑھ کر اس کی تفسیر کرتے ہوئے بارگاہ رسالت میں حاضری کے فضائل اور گنبد خضراء کی رفعتیں اور سنہری جالیوں کے

سامنے قیام و سلام کی کیفیتیں بیان کیں۔ اور خود بھی رویا اور دوسروں کو بھی دلایا۔ اس کے بعد قیام و سلام ہوا۔ اور دعا کے بعد یہ محفل ختم ہوئی۔ اس تقریر کا علم جب جہاز کے اوپر کے حصہ والوں کو ہوا۔ تو حضرت صاحبزادہ صاحب تونہ شریف والوں نے دو آدمی میری طرف پہ ارشاد فرما کر بھیجے۔ کہ کل بعد از ظہر ہماری اوپر کی مسجد میں تقریر کیجئے۔ میں نے ہاں کر لی ہے۔ اور اب تیسری میری تقریر انشاء اللہ کل ہوگی۔

۲۳ اپریل بروز ہفتہ

آج بعد از نماز ظہر اوپر کی مسجد میں میری تقریر کا اعلان ہو چکا ہے۔ میں نے نماز ظہر بھی اوپر کی ہی مسجد حضرت صاحبزادہ صاحب کے ہمراہی جناب مولانا غلام مصطفیٰ صاحب کی اقتداء میں پڑھی ہے۔ بعد از نماز حضرت صاحبزادہ صاحب کے ہمراہی ایک لغت خواں نے مدینہ پاک کی شان میں ایک پنجابی لغت سنائی ہے۔ اور اس کے بعد میں کھڑا ہوا ہوں۔ اور وہی کل والی آیت پڑھ کر میں نے حج کے مسائل و فضائل اور حج کی کیفیت بیان کر کے حاضرین مدینہ منورہ کی عظمت و اہمیت کا بیان شروع کر دیا۔ حاضرین مدینہ منورہ کے بیان

میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار سنے
 سونے پر سہاگہ کا کام دیا۔ اور آج ذکرِ مدینہ سے کچھ ایسی
 رقت اور کیفیت طاری ہوئی۔ کہ حضرت صاحب کی پینیں
 نکل گئیں۔ ادھر مجھ گنہ گار پر بھی کچھ ایسی کیفیت طاری
 ہو گئی۔ کہ روتے ہوئے اچکی بندھ گئی ہے۔ اور بیان کرنا
 مشکل ہو گیا ہے۔ سارا مجمع یا رسول اللہ یا رسول اللہ پکار
 رہا ہے۔ میں نے کہا بزرگو! سرکار کے ذکر ہی کا آپ نے
 اثر دیکھا۔ اور یہ تو کیا ہے۔ جب اس سرکار کے مواجہہ شریف
 کی حاضری نصیب ہوگی۔ پھر دیکھنا۔ گنہ گس طرح دھلتے ہیں۔
 طبیعت کو قابو میں کر کے پھر میں نے مدینہ منورہ کی حاضری
 کے آداب بیان کئے۔ اور بتایا۔ کہ خرددار! مدینہ منورہ کے
 مبارک کتوں کی بھی بے ادبی نہ ہونے پائے۔ مدینہ منورہ
 کے کتے بھی ہم سب سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ سبحان اللہ!
 عجیب کیف کا وقت ہے۔ مدینہ پاک کا ذکر واقعی ایک
 عجیب چیز ہے۔ مگر صحت عقیدہ اور ایمان شرط ہے۔ بعد
 از تقریر قیام و سلام ہوا۔ اور دعا کے بعد یہ ایمان افروز
 تقریب ختم ہوئی۔

آج قبل از مغرب سینکڑ و فٹ کے حجاج کی طرف
 سے ایک صاحب تشریف لائے۔ اور کہنے لگے۔ کہ تقریر کا

ایک وقت ہمیں بھی دیکھے۔ میں نے کل بعد از نماز عشاء کا وقت مقرر کر دیا۔ اب چوتھی میری تقریر انشاء اللہ کل بعد از نماز عشاء ہوگی۔ معلوم ہوا کہ یہ تقریر جہاز کے پچھلے حصہ کی جو دو مخصوص مسجدیں ہیں۔ ان میں سے ایک مسجد میں ہوگی۔ اور وہاں نماز پڑھانے کا اہتمام کرنے والوں کو میری یہ تقریریں پسند نہیں ہیں۔ یہ بھی ایک عجیب بات ہے۔ کہ نماز پڑھانے والے میری تقریر کو پسند نہیں کرتے۔ اور پڑھنے والے سب اس امر کے مشتاق ہیں، کہ میں تقریر کروں۔ بہر حال میری اس چوتھی تقریر کا جہاز میں نصب شدہ لاؤڈ سپیکر میں اعلان ہو رہا ہے۔ جس کی آواز جہاز کے ہر کونے میں پہنچ رہی ہے۔ کل کی یہ تقریر انشاء اللہ بہت بڑے اجتماع میں ہوگی۔

ہمارا جہاز ۱۲۔۱۳ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے لگاتار چل رہا ہے۔ اور ہم لوگ کراچی سے سینکڑوں میل دور نکل آئے ہیں۔ اور سنتے ہیں۔ کہ کل تک عدن کی پہاڑیاں نظر آنے لگیں گی۔ سمندر کا منظر بھی ایک عجیب منظر ہے۔ چاروں طرف پانی ہی پانی ہے۔ رشید و بلاں ہر روز اوپر کی تھنوں پر جا جا کر بے دلفریب نظائے دیکھتے ہیں۔ اور خوش ہوتے ہیں۔ پہلے ایک دو دن تو میں خود ان کے ساتھ جاتا رہا

ہوں۔ مگر اب انہیں سب راستے یاد ہو چکے ہیں۔ اور یہ دن بھر ادھر ادھر پھر پھر کر واپس اپنی جگہ آ جاتے ہیں۔ سمند میں بعض اڑنے والی مچھلیاں بھی ہیں۔ یہ جہاز کے قریب پانی سے نکلتی ہیں۔ اور پھر پانی کی سطح کے ساتھ ساتھ چار چار فرلانگ تک اڑنے لگتی ہیں۔ اکثر لوگ پہلے انہیں پرندے سمجھتے تھے۔ مگر جب انہیں بتایا گیا۔ کہ یہ مچھلیاں ہیں۔ تو حیران رہ گئے۔ جہاز چلنے کے بعد بعض لوگوں کو چکر بھی آنے لگتے ہیں۔ اور فے بھی ہولے لگتی ہے چنانچہ رشید و بلاں کی والدہ کو ابتداء میں یہ تکلیف ہو گئی تھی۔ اور دوسرے ہی روز پھر طبیعت بحال بھی ہو گئی۔ رشید بہ بھی لفظاً بہت اثر ہو گیا تھا۔ مجھے اور بلاں کو بفضل خدا کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ پہلے دو دن میں اکثر مرد اور عورتیں اس تکلیف میں مبتلا تھے۔ اس حالت میں اچار، اور لیموں کا استعمال مفید رہتا ہے۔ نیز کچھ کھاپنی لینا بھی مفید ثابت ہوا۔ خالی پیٹ رہنے سے تکلیف بڑھ جاتی ہے۔

۲۴ اپریل بروز اتوار

آج صبح بہت سے اجاب ملنے کے لئے آتے رہے۔ اور کچھ مسائل دریافت کرتے رہے۔ مدینہ منورہ کی عاصری کے

تصور سے دل مسرت سے بربز ہے۔ یلم کی پہاڑی، جو ہم
 پاکستانیوں کے لئے میقات ہے، کے تذکرے ہو رہے ہیں
 یہ پہاڑی جس وقت قریب آجائے گی۔ جہاز میں دوسل
 ہوں گے۔ اور کپتان کی طرف سے اعلان ہوگا۔ کہ یلم
 پہاڑی آنے والی ہے، احرام باندھنے کے لئے تیار رہیے۔
 وہ لوگ جو پہلے مکہ معظمہ جائیں گے۔ وہ جہاز ہی میں
 احرام باندھ لیں گے۔ مگر حضرت صاحبزادہ میاں غلام احمد

صاحب شرفپوری اور ان کے ہمراہی، میں اور دیگر کئی

ایک حجاج سب سے پہلے مدینہ منورہ کی حاضری دیں گے

ہمارا عزم و ارادہ یہی ہے۔ کہ پہلے اس سرکار اعظم سے

اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی میں حاضری نصیب ہو۔ جن

کے صدقہ میں ہمیں حج سے بھی مشرف ہونا ہے۔ اور ہم

تو آئے بھی مدینہ منورہ کی حاضری کی نیت سے ہیں۔ کوئی

کچھ کہے۔ مگر اپنا تو مسلک یہی ہے۔ کہ

پڑا جو رستے میں کعبہ سلام کر لینگے

اور ہمارے لئے اعلیٰ حضرت بریلوی کے یہ اشعار مشعل

راہ ہیں۔ کہ سے

ان کی طفیل حج بھی خدا نے کرا دیئے

اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے

ہوتے کہاں خلیں و بنا کعبہ و منیٰ !

لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے

سنتا ہوں۔ کہ جہاز میں بعض لوگ حجاج کے سامنے

مدینہ منورہ کی حاضری کو غیر ضروری بتا رہے ہیں۔ یہ بات

سن کر تعجب آتا ہے۔ کہ یہ لوگ ایسا کیونکر کہتے ہیں۔ ایک

مسلمان کی تو ولی تڑپ اور قلبی کیفیت یہ ہوتی ہے۔ کہ پر

لگ جائیں۔ تو میں مدینہ منورہ پہنچ جاؤں۔ مگر یہ کیا اسلام

ہے۔ کہ جس ذات گرامی نے ہمیں یہ دولت ایمان بخشی۔

جس میں محسن اعظم کے دم قدم سے ہمیں کعبہ کی راہ نظر آئی۔

اس سرکار کی حاضری کو غیر اہم بتایا جائے۔ جہاز لگاتار چل

رہا ہے۔ اور کہیں کہیں دور دائیں بائیں کوئی پہاڑی نظر

آنے لگتی ہے۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ کہ یہ پہاڑیاں وسط

سمندر میں ہیں۔ یا کوئی کنارہ ہے۔ اب ہم بارہ سو میل

کے قریب کراچی سے نکل آئے ہیں۔ اس قدر دور نکل

آنے کے باوجود رات کو جب اوپر نظر کیجئے۔ تو وہی چاند

اور وہی ستارے نظر آتے ہیں۔ جو ہماری کوٹلی کے اوپر تھے۔

اور بالکل اسی جگہ پر ہیں۔ جس جگہ پر کوٹلی نظر آتے تھے۔

صبح جب سورج نکلتا ہے۔ تو یوں معلوم ہوتا ہے۔ جیسے

پانی سے نکل رہا ہے۔ غروب ہوتا ہے۔ تو یوں معلوم ہوتا

ہے۔ جیسے پانی میں غرق ہو رہا ہے۔ سبحان اللہ! خدا تعالیٰ کی بستی پر کائنات کا ہر ذرہ شاہد ہے۔ سمندر کی وسعت اور اس کا پھیلاؤ اور اس قدم پھیلاؤ۔ کہ بچے میں بارہ آنے سمندر ہے اور چار آنے زمین۔ یہ سارا نظام کس طرح ممکن ہے۔ کہ کسی بے پناہ قدرت کے مالک کے بغیر ہی چل رہا ہو۔

آج نماز عشاء کے بعد جہاز کے دوسرے حصے کی مسجد میں کافی اجتماع ہے۔ میں نے نماز یہیں اپنی طرف کی مسجد میں ادا کی۔ اور اپنے اس طرف کے احباب کی معیت میں اس طرف گیا ہوں۔ احباب جمع ہیں۔ وسط میں حضرت سجادہ نشین ٹوٹہ شریف تشریف فرما ہیں۔ نیر سینڈ و سٹ کے معززین بھی موجود ہیں۔ میں پہنچا ہوں۔ نعرہ لائے بخیرہ رسالت کے ساتھ جہاز گونج اٹھا۔ سبحان اللہ! جہاز بھی گویا ایک مستقل شہر ہے۔ اور اس میں الگ الگ محلے ہیں۔ اور آج میں اپنے محلے سے اس دوسرے محلے میں تقریر کرنے کے لئے آیا ہوں۔ سب سے پہلے نعت خوانی ہوئی اور پھر میں نے تقریر شروع کی۔ چونکہ اس محلے میں "بعض لوگوں" کے چند اکابر بھی ہیں۔ اور سننے میں آتا رہا ہے۔ کہ مدینہ منورہ کی مقدس حاضری کو

یہاں غیر ضروری بتایا جا رہا ہے۔ اس لئے میں نے یہاں
 بھی ذکرِ مدینہ منورہ ہی کا موضوع رکھا۔ اور دَلُوْا اَنْهَمُ اِذَا ظَلَمُوْا
 یہی آیت پڑھی۔ اور سب سے پہلے تمثیلاً یہ بات بیان کی
 کہ دیکھئے ہم لوگ حج کے ارادہ سے گھر سے نکلے۔ اور کراچی
 پہنچ کر حاجی کیمپ میں گئے۔ حاجی کیمپ میں ٹیکے بھی
 لگوائے۔ بین الاقوامی سرٹیفکیٹ بھی حاصل کئے۔ اور داخل
 بھی کئے۔ پھر جہازران کمپنی سے ٹکٹ بھی لے لیا۔ پاسپورٹ
 بھی مل گئے۔ اور عرب شریف میں خرچ کرنے کے لئے حج
 نوٹ یا چیک بھی لے لئے۔ اب گویا حکومت کی طرف سے
 ہم جدہ شریف پہنچنے کے لائق ہو گئے۔ اور ہم بغیر کسی رکاوٹ
 کے جدہ شریف پہنچ سکتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی صاحب اس
 زعم میں کہ میں نے ٹیکے لگوائے۔ ٹکٹ لے لیا۔ پاسپورٹ
 پالیا۔ اور چیک بھی حاصل کر لئے۔ اب یہیں حاجی کیمپ
 میں بیٹھے بیٹھے جدہ شریف پہنچ جاؤں گا۔ حاجی کیمپ ہی
 میں بیٹھا رہے۔ تو کیا وہ منزل مقصود تک پہنچ سکے گا؟
 نہیں اور برز نہیں۔ اس عازم حج کے لئے لازم ہے۔ کہ
 وہ جدہ شریف تک پہنچ جانے کا اہل بن کر اب حاجی کیمپ
 سے نکل کر بندرگاہ پر بھی پہنچے۔ اور جہاز پر بھی سوار ہو۔
 اور اگر اس سفر بندرگاہ پر جانا اور جہاز پر سوار ہونا غیر

فردی جانا۔ تو وہ کراچی ہی میں بیٹھا ہے گا۔ منزل مقصود تک۔
 ہرگز نہ پہنچ سکے گا۔ تو میرے بزرگو! آپ نے اگر حج کر لیا تو
 بیشک آپ نے طواف کر لیا۔ تقبیل حجر اسود کرنی۔ سعی کا
 ٹیکہ بھی لگوا لیا۔ ووقوفِ عرفہ کا پاسپورٹ بھی حاصل کر لیا۔
 وہی و قربانی اور حلق سے نشانِ ٹیکہ بھی دکھا دیا۔ اور طوافِ
 زیارت کر کے ٹکٹ بھی پالیا۔ اور جنت تک پہنچنے کے لئے
 آپ اہل بیشک بن گئے۔ مگر منزل مقصود تک پہنچنے کے
 لئے آپ کا مدینہ منورہ کی بندرگاہِ رحمت پر جانا ابھی باقی
 ہے۔ اور محبتِ نبوی کے جہاز پر سوار ہونا لازمی ہے۔ آپ
 باوجود حج کر لینے کے اگر اس بندرگاہ پر نہ پہنچے اور اس
 جہاز پر نہ سوار ہوئے۔ جس میں بڑے بڑے صحابہ و اقیاء
 یعنی سینکڑا و فٹ فالے بھی سوار ہیں۔ تو آپ منزل مقصود
 تک ہرگز نہ پہنچ سکیں گے۔ اور آپ کی مثال ایسی ہوگی۔
 جیسے کوئی شخص حاجی کیمپ میں ہی بیٹھا ہے۔ یا حاجی
 کیمپ ہی سے واپس گھر چلا آئے۔ اور گھر جا کر کہتے۔ کہ
 میں سارے کام کر آیا ہوں۔ اسی لئے حضور سرور عالم صلی اللہ
 علیہ وسلم نے اپنی محبت کی مثال سفینہ نوح یعنی کشتی نوح
 کی بیان فرمائی ہے۔ اور فرمایا ہے۔ کہ جو اس کشتی پر سوار
 ہوا۔ وہ نجات پائیا۔ پھر میں نے حج کے فضائل و مسائل

اور اس کا طریقہ بیان کر کے بتایا۔ کہ حج مکہ کا سارا عبادتِ خدا کی اور نقل محبوبانِ خدا کی ہے۔ طواف و تقبیل اللہ میں نقل ہے اہل بیت مصطفیٰ کی سنی اللہ علیہ وسلم۔ سفا و مروہ کی دوڑ نقل ہے حضرت ماجرہ رضی اللہ عنہا کی۔ رمی و قربانی نقل ہے حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کی۔ تو دیکھ لیجئے۔ اس عظیم الشان عبادتِ حق تعالیٰ کے ایک ایک جز میں اللہ کے محبوبوں کی اداؤں کا دخل ہے۔ پھر ان محبوبانِ حق اور سعیدالمحبوبین حضور حبیبِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے نیاز ہو جانا کہاں تک درست ہے؟ سچ فرمایا اعلیٰ حضرت نے کہ

وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا
ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی

پھر حاشریٰ مدینہ منورہ کے آداب بیان کئے۔ اور تاکید کی کہ مدینہ منورہ کے مبارک کتوں کا بھی دل میں احترام پیدا کر کے وہاں حاضر ہونا۔ مدینہ منورہ کے کتے۔ سبحان اللہ! میں نے کتے میں ان کی زیارت کی ہے۔ بخدا اتنے مبارک و تازہ کہ جہاں بیٹھے ہیں۔ ہر روز وہیں بیٹھے دیکھا۔ نہ کسی کے پیچھے پڑنا ان کی فصلت۔ نہ بھونکنا ان کی عادت۔ اپنے ہاں تو کئی گستاخ آدمیوں کو بھی بھونکتے ہوئے دیکھا۔

مگر مدنیہ منورہ کے کتے بھی نہیں بھونکتے۔ اس کے بعد حاضرین
مدنیہ منورہ کی اہمیت و ضرورت کا مدلل بیان کیا۔ اور
حضور کے اپنے ارشادات سنائے۔ کہ حضور نے اپنی بارگاہ
کی حاضری کو کس قدر موجب برکت بیان فرمایا ہے۔ پھر جو
ان برکتوں سے محروم واپس چلا جائے۔ وہ کس قدر بد نصیب ہے
حاضری مواجہہ شریف اور اس وقت کے قیام و سلام کا تذکرہ
کیا۔ وہ جو ہمیں عین حاضری کے وقت کیف و سرور حاصل
ہوگا۔ وہ تو اسی وقت سے مخصوص ہے۔ مگر اس وقت
اس ذکر سے بھی کچھ ایسا کیف پیدا ہوگا کہ ہر آنکھ نقیہ ستارہ
کے موتی بکھیرنے لگی۔ اور درود و سلام کے پیار سے نغمات
کی آوازیں آنے لگیں۔ پھر میں نے بتایا کہ یہ سمندر وسیع
کیا اس کا کوئی کنارہ یا اس کی کوئی حد نظر آتی ہے؟
نہیں! پس اسی طرح قَاتِ فَمَثَلٌ رَّسُولِ اللَّهِ لَيْسَ لَكَ حُدٌّ۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ پاک کی بھی کوئی حد
نہیں۔ اور اس سمندر میں آپ جس قدر وسیع ظرف ڈالیں
گے۔ سمندر آپ کو اسی قدر پانی سے ڈلے گا۔ من بھر کا ظرف
ڈالے۔ تو من بھر پانی لے لیجئے۔ سمیر بھر کا برتن ڈالے۔
تو سیر بھر پانی لے لیجئے۔ جتو ڈالے۔ تو چتو بھر ہی پانی
ملے گا۔ اور اگر کوئی ہو ہی مقظوع الید جسے پنجابی زبان

میں ٹنڈا کہتے ہیں۔ تو وہ اگر سمندر سے کچھ نہ پاسکے، تو اس میں سمندر کا کیا قصور؟ یہ تو اُس کی اپنی نالائقی ہے۔ پانی میں مرغابی تیرتی بھی ہے۔ اس میں غوطے بھی لگاتی ہے، مگر جب اڑتی ہے۔ تو وہی خشک کی خشک۔ تو بھائیو! مرغابی مارکہ حاجی نہ بنا، مدینہ منورہ میں عقیدت و محبت کا غائب وسیع لے کر جاؤ، پھر دیکھو کہ وہاں سے کیا کیا ملتا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے کیا خوب لکھا ہے کہ

منگتے کا لالچہ اٹھتے ہی دانا کی دین تھی

دوری قبول و عرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے

پھر حضور حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کا تذکرہ کیا۔ اور بتایا۔ کہ حضور زندہ ہیں۔ اور ہمارے صلوة و سلام اور فریادوں کو سنتے ہیں۔ چنانچہ آپ دیکھیں گے، کہ ہر زائر مدینہ مواجہہ شریف میں دست بستہ قیام کر کے سلام عرض کرتا ہے۔ اور الصلوة والسلام علیٰ یا رسول کا ورد کرتا ہے۔ اور اس عزم و یقین کے ساتھ سلام عرض کرتا ہے۔ کہ حضور مجھے دیکھ رہے ہیں، اور میرا سلام سن رہے ہیں۔ اگر یہ بات نہ ہو۔ تو فرمائیے۔ وہاں یہ خطاب کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ مثلاً اگر کوئی شخص کسی دیوار کو السلام علیک یا جداء کہے۔ تو سب اُسے پاگل کہیں گے۔ مرغبا

اس لئے کہ مخاطب اُسے کر رہا ہے۔ جو سن نہیں سکتی۔ تو
 بھاڑوں ہمارے حضور اگر سنتے نہ ہوں۔ تو یہ خطابات اور ہر
 زائر کا قیام و سلام میں یا رسول اللہ۔ یا رسول اللہ۔ کہنا عقلاً
 بھی روا نہ ہوتا۔ مگر نہیں نہیں۔ وہ سنتے ہیں اور یقیناً سنتے
 ہیں۔ نزدیک کی بھی سنتے ہیں اور دور کی بھی سنتے ہیں۔
 دیکھئے۔ آپ اگر یہاں سے کراچی کے مسلمانوں کو مخاطب
 کر کے یوں کہیں۔ کہ السلام علیکم اے کراچی کے مسلمانو! تو
 سب آپ کو دیوانہ کہیں گے۔ کیوں؟ صرف اس لئے۔ کہ
 کراچی کے مسلمان یہاں سے دور ہیں۔ اور وہ ہماری آواز
 سن نہیں سکتے۔ پھر ان کو مخاطب کرنا دیوانہ پن نہیں تو
 اور کیا ہے؟ پس اسی طرح غور کر لیجئے۔ کہ ہر نمازی مشرق
 میں ہو یا مغرب میں اور مدینہ منورہ سے چاہے ہزاروں میل
 دور ہی ہو۔ مگر وہ التعجبات میں حضور کو مخاطب کر کے یوں
 سلام عرض کرتا ہے۔ کہ "السلام علیک ایہا البتی" تو اگر
 حضور ہمارا یہ سلام دور سے بھی سنتے نہ ہوں۔ تو فرمائیے
 پھر یہ سلام عرض کرنا، عقلاً بھی کب جائز ہو سکتا تھا؟
 مگر یہ یقیناً جائز بلکہ ضروری ہے۔ اس لئے کہ
 وہ جنہیں ہم سلام عرض کر رہے ہیں۔ وہ دور سے
 بھی سنتے ہیں۔

وہ و نزدیک کے سننے والے وہ کان

کانِ لعلِ کرامت پر لاکھوں سلام

میں نے پھر اس موضوع پر آیات و احادیث بھی پیش
کیں۔ اور بزرگانِ دین کے واقعات بھی سنائے۔ جو انہوں
نے اپنے ذاتی تجربات و مشاہدات بیان فرمائے ہیں۔ اور

اپنی ان آنکھوں سے حضور کی زیارت کی ہے۔ اور حضور سے
فیوض و برکات جاگتے میں حاصل کئے ہیں۔ پھر قیام و
سلام پر یہ محفل ختم ہوئی۔ اور خدا کے فضل سے حجاج
کے دلوں میں عشقِ نبوی کا وہ جذبہ جس کے ماتحت وہ
اس سفر کو اختیار کئے ہوئے ہیں۔ اور بھی زیادہ ہو گیا
ہے۔ اور سب تڑپا رہے ہیں۔ اور زبانِ حال سے کہہ
رہے ہیں۔ کہ سہ

ہو سامنے رونے کی جانی وہ دن وہ مہینہ آجائے

خدا کا شکر ہے کہ ہم عشاقِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
کے لئے وہ مہینہ تو آچکا ہے۔ اب اُس دن کی انتظار
میں ہیں۔

۲۵ اپریل بروز پیر

آج ہم بابِ المنسوب سے گزر کر بیچہ قلم میں داخل

ہو چکے ہیں۔ دوپہر کے وقت دائیں جانب کچھ پہاڑیوں کا
سلسلہ نظر آ رہا ہے۔ ایک پہاڑی پر کچھ عمارتیں اور ایک بہت
بڑا بلند مینار بھی نظر آیا ہے۔ تقریباً نصف گھنٹہ کے بعد
یہ پہاڑیاں بھی نظر سے اوجھل ہو گئیں ہیں۔ اور وہی سمندر
ناپیدا کنار چاروں طرف پھیلا ہوا ہے۔ نیچے پانی اوپر آسمان
اور پانی پر ہم عازمانِ حجاز کا یہ جہاز رواں دواں چل رہا ہے
علم پہاڑی کے جہاں سے عازمانِ مکہ احرام باندھیں گے۔
تذکرے ہو رہے ہیں۔ لوگ ایک دوسرے کی جامتیں بنا رہے
ہیں۔ غسل کر رہے ہیں۔ اور احرام باندھنے کی تیاریوں میں
ہیں۔ ہم چونکہ جدہ سے سیدھے مدینہ منورہ جائیں گے۔ اور
مدینہ منورہ میں حضور کے سامنے احرام باندھ کر حج کیلئے
آئیں گے۔ اس لئے ہمیں یہاں احرام باندھنے کی حاجت نہیں
ہے۔ حضرت میاں صاحب مشرقی پوری میرے ساتھ تشریف فرما
ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ کہ کوئی ایسی صورت نکالیں گے۔ کہ
ذوالحجہ شریف کا چاند نظر آنے تک ہم مدینہ منورہ ہی میں
حاضر رہیں۔ اور میں یہ کہہ رہا ہوں۔ کہ کوئی ایسی صورت
بھی نکالیں گے۔ کہ حج کے بعد پھر دوسری مرتبہ بھی مدینہ منورہ
حاضر ہوں۔ ہماری دلی تمنا یہی ہے۔ اور انشاء اللہ پوری
ہوگی۔ اور آقا کے مبارک میں دو مرتبہ ہی حاضر ہوگی۔ انشاء اللہ۔

عزیزی رشید احمد اگرچہ کم عمر ہے۔ آٹھ سال کی اس کی عمر ہے
 مگر بعض باتیں ایسی مزے کی کرتا ہے۔ کہ نطف ہی تو آ جانا
 ہے۔ ہماری یہ گفتگو سن کر کہنے لگا۔ کہ اباجی! پہلے مکہ شریف
 چلو۔ میں نے کہا۔ کہ یہ کیوں۔! تو کہنے لگا۔ کہ پہلے مدینہ شریف
 چلے گئے۔ تو پھر وہاں سے نکلنے پر دل نہ چاہے گا۔ اور
 ہمارا حج رہ جائے گا۔ میاں صاحب بھی اس کی اس بات
 سے بہت محظوظ ہوئے۔ اور فرمایا۔ کہ نہیں بیٹا۔!
 حضور علیہ السلام ہمیں حج کے لئے خود وہاں سے بھیجیں
 گے۔ اور ہم حج بھی کر سکیں گے۔

آج سینڈ کلاس کے دو دوست تشریف لائے ہیں
 اور کہہ رہے ہیں۔ کہ رات کی تقریر سے دل بہت خوش
 ہوا۔ اور اب تو "بعض لوگ" بھی کہہ رہے ہیں۔ کہ
 ہاں مدینہ شریف بھی جانا چاہیے۔

۲۶ اپریل بروز منگلوار

آج صبح نماز پڑھنے کے بعد کچھ دیر کے لئے سو گیا۔
 رشید و بلاں کی والدہ بچوں کو نہلانے اور کپڑے صاف
 کرنے اور کی منزل پر گئی تھی۔ اور جلد واپس آئی۔ تو یہ واقعہ سنا لگی
 کہ میں اور پرگئی ہوں، تو بعض عورتوں نے بالٹی پر نام لکھا دیکھ کر آپس میں

کہنا شروع کر دیا۔ کہ یہ بچے اسی مولوی کے ہیں۔ جو کہتا ہے۔ کہ محمد محمد کرو۔ اور اللہ اللہ کہنا چھوڑ دو۔ رشید کی والدہ نے بتایا۔ کہ میں نے کہا۔ یہ بات نہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں۔ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بے نیاز رہ کر اللہ اللہ کرنا بالکل بے کار اور بے سود ہے۔ اور یہ تو بتاؤ۔ کہ خدا کو کیا کہوگی۔ جبکہ وہ خود بھی کہیں۔ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ۔ اور کہیں مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَّسُولٌ۔ اور کہیں مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبًا اَحَدٍ۔ فرما فرما کر "محمد محمد" ہی کر رہا ہے۔ وہ تھنچلا کر بولیں۔ تم جاؤ مدینے۔ ہم تو اللہ کے پاس آئی ہیں۔ میں نے کہا۔ کل قیامت کو بھی سیدھی اللہ ہی کے پاس جانا۔ پھر پتہ چل جائے گا۔ ہم تو یہاں بھی مدینہ شریف کے واسطے سے مکہ شریف جاہیں گے اور وہاں بھی سرکار مدینہ ہی کا دامن نھام کر اللہ کے حضور پیش ہوں گے۔ پھر بات بڑھنے بڑھنے بڑھ گئی۔ وہ دو قضیوں۔ اور ادھر کثرت ہوگئی۔ نتیجہ یہ نکلا۔ کہ وہ دونوں غسل خانے سے تشریف لے گئیں۔ اور غسل خانہ کی پھیر کم ہوگئی۔ اور میں نے اطمینان سے بچوں کو ہلایا۔ اور آگئی۔

لطیفی | عورتوں کی باتیں بھی بعض اوقات بڑی

معنی خیز ہوتی ہیں۔ ہماری کوٹلی کا قصہ ہے۔ کہ دو عورتیں آپس میں بحث کرنے لگیں۔ ایک نے کہا۔ غیر اللہ کے پاس جانا شرک ہے۔ جو مانگو اللہ ہی سے مانگو۔ دوسری نے جواب دیا۔ تو پھر خاوند بھاتاؤ تمہارا غیر اللہ ہی ہے۔ اُس کے پاس بھی نہ جاؤ۔ اور خدا سے بچ لے کر دکھاؤ۔

آج سننے میں آیا ہے۔ کہ جہاز کل جدہ پہنچ جائیگا۔ اور کل فجر کے وقت احرام باندھنے کا دوسل ہوگا۔ اکثر احباب مجھ سے پوچھ رہے ہیں۔ کہ آپ کا کیا ارادہ ہے تو میں اپنا ارادہ بتا رہا ہوں۔ کہ میں تو مدینہ منورہ کی حامزی دوں گا۔ ہماری طرح اور بھی بہت سے احباب مدینہ منورہ کے لئے تیار ہیں۔

آج رات کو فٹ اور سیکنڈ کے مسافروں کی طرف سے پھر ایک محفل میلاد منعقد ہوئی۔ اور میں نے اس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مدینہ منورہ کے فضائل بیان کئے۔ جہاز میں یہ میری پانچویں تقریر ہے کل صبح احرام باندھا جائے گا۔ اور میں نے اس تقریر میں اپنے ارادہ کا اظہار کیا۔ کہ میں اور کئی دوسرے عازمانِ مدینہ احرام نہیں باندھیں گے۔ اسلئے کہ ہم مدینہ منورہ جا رہے ہیں۔

۷ اپریل بڑے بدھوار

آج صبح اٹھا۔ تو دیکھا۔ کہ بہت سے حجاج کرام رات ہی کو احرام باندھ چکے ہیں۔ اور کئی اب باندھ رہے ہیں۔ عجیب چہل پہل ہے۔ میں اور میاں صاحب اور دیگر بعض احباب نے احرام نہیں باندھا۔ سارے مکینوں میں ہم مدنی الگ نظر آ رہے ہیں۔ دس بجے کے قریب شہر جدہ اور اس کی بندرگاہ نظر آنے لگی ہے۔ اور ہمارا جہاز جدہ کے قریب پہنچ رہا ہے۔ تاکہ ساحل جدہ کی طرف سے ایک کشتی آئی۔ اس میں سعودی حکومت کے دو افسر بیٹھے ہیں۔ یہ کشتی چلتے ہوئے جہاز کے ساتھ ملحق ہوئی۔ اور وہ افسر سیڑھیوں کے ذریعہ جہاز پر آگئے۔ اور جہاز پر سعودی حکومت کا جھنڈا لہرانے لگا۔ اب ہمارا جہاز سعودی حکومت کے ان افسروں کی تحویل میں ہے۔ فتورطی ویر کے بعد ہمارا جہاز بندرگاہ پر آگیا۔ ہم نے اپنا سامان خوب مضبوطی سے باندھ کر اپنی جگہ پر ہی چھوڑ دیا ہے۔ اس لئے کہ جدہ بندرگاہ پر جہاز کا سب سامان کمریوں کے ذریعہ اتار کر بسوں پر لا دیا جاتا ہے۔ پھر یہ بسیں سب سامان کسٹ ماؤس میں پہنچا دیتی ہیں۔ جہاں ہر شخص

سامان کے ان مختلف ڈھیروں میں اپنے اپنے سامان کی تلاش کرتا ہے۔ اور سامان مل جاتا ہے۔ بالفرض اگر یہاں کوئی چیز نہ ملے۔ تو گھبرانے کی بات نہیں۔ اس چیز پر اگر آپ کا اور آپ کے معلم کا نام لکھا ہے۔ تو وہ یہاں نہیں۔ تو مدینۃ الحجاز یعنی حاجی کیپ میں آپ کے پاس ضرور پہنچ جائے گی۔ وہاں بھی نہ پہنچی تو مکہ معظمہ میں آپ کے معلم کے پاس یقیناً پہنچ جائے گی۔ ہم نے اپنے سب سامان پر اپنا نام اور اپنے معلم سید جعفر شاہ صاحب کا نام گھر سے ہی لکھوا لیا تھا۔ سامان کو چھوڑ کر ہم جہاز کی چھت پر آگئے۔ پہلے کریوں کے ذریعہ جہاز کا سب سامان نیچے اتارا گیا۔ پھر سب حاج ایک قطار سے باری باری نیچے اترے۔ بندگاہ سے کسٹ ہاؤس تک پہنچانے کے لئے حکومت کی بسیں بندگاہ پر کھڑی ہیں۔ ایک ایک بس پر ہوتی جاتی اور پانچ منٹ میں کسٹ ہاؤس میں پہنچا کر پھر وہیں واپس آ جاتی ہیں، تقریباً ایک بجے ہم جہاز سے نیچے اترے۔ جس بس میں ہم بیٹھے۔ اسکے فلسطینی ڈرائیور نے مرحبا مرحبا کہہ کر ہمارا استقبال کیا۔ اور بلال و رشید کو دیکھ کر ان سے ہاتھ ملایا۔ اور بلال سے پوچھا۔ انت حاجی " میں نے اس سے کہا۔ کہو۔ معلم۔ فلسطینی

لڑائیوں نے جب ہیں احرام میں نہ دیکھا۔ تو خود ہی کہا: **حُبُّ**
الرَّسُولِ "اَوْلَا اِلَى الْبَدْرِ نَبِيًّا" پھر بلاں سے کہا: "رسولِ کریم
 ہمارا سلام پہنچاؤ؛ سبحان اللہ! کیا مرے کی باتیں ہیں۔ بس
 پُر ہوگئی اور چل پڑی۔ دو منٹ میں کسٹ ہاؤس پہنچ گئی ہے
 یہاں سب حجاج ایک طویل لائن میں کھڑے کھڑے بالتدریج
 آگے بڑھ رہے ہیں۔ ایک افسر آگے کھڑا ہے۔ جو سب کے
 پاسپورٹوں پر مہر لگا لگا کر آگے بھیج رہا ہے۔ آگے کسٹ ہاؤس
 کے دروازے پر پھر ایک صاحب بیٹھے ہیں۔ جو پاسپورٹوں پر
 غالباً آج کی تاریخ لکھتے جاتے ہیں۔ اس کے بعد کسٹ
 ہاؤس کے وسیع ہال کے دروازے سے گزرتے ہوئے ایک
 صاحب ہر حاجی سے پوچھتے جاتے ہیں۔ معلم؟ تمہارا معلم؟
 اور سامنے بہت سے بچوں پر معلموں کے وکیل بیٹھے ہوئے
 ہیں۔ ہم جب اس دروازے پر پہنچے۔ تو ہم سے بھی پوچھا
 گیا۔ معلم؟ میں نے کہا۔ سید جعفر شاہ! سید جعفر شاہ کا
 نام سنتے ہی ہمارے وکیل صاحب نے اپنے کارڈوں کو
 اشارہ کیا۔ وہ ہمیں ایک طرف لے گئے۔ اور ہمارے
 پاسپورٹ لے کر اپنے رجسٹر میں اندراج کرنے لگے۔ اسی طرح
 اور بھی جو جو حاجی سید جعفر شاہ صاحب کی معلّیٰ میں آئے
 وہ بھی بالتدریج ہمارے گروہ میں آتے اور بیٹھے۔ ہم حتیٰ کہ

سب حجاج کسٹ ہاؤس میں داخل ہو گئے۔ ہمارا سامان جو بسوں کے ذریعہ اس کسٹ ہاؤس میں ڈال دیا گیا تھا — سٹے کسٹ ہاؤس میں مختلف مقامات پر ڈھیروں کی صورت میں پڑا ہوا ہے۔ اور ہر حاجی اپنے اپنے سامان کی تلاش کرنے لگا۔ رشید نے ایک ٹرنک کو دیکھ کر کہا۔ کہ یہ ٹرنک ہمارا ہے۔ چنانچہ میں گیا۔ تو واقعی ہمارا ہی ٹرنک تھا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد سارا سامان ہی مختلف جگہوں سے مل گیا۔ ہمارے دو ساتھیوں کو ان کا ٹرنک نہ مل سکا وکیں کے کارڈس نے کہا۔ فکر نہ کرو۔ مل جائیگا۔ پھر ایک افسر صاحب آئے۔ جو سائے سامان کو چیک کرنے لگے۔ ٹرنک کھلوا کر معمولی تلاشی کے بعد چاک سے نشان لگانے لگے۔ اس سے فراغت کے بعد پھر ہمیں بسوں پر بٹھا کر جدہ شہر میں مدینۃ الحجاج یعنی حاجی کیمپ میں لے آیا گیا۔ یہ حاجی کیمپ بڑا وسیع ہے۔ اس میں حاجیوں کے لئے الگ الگ وسیع کمرے بنے ہوئے ہیں۔ جن میں بجلی کے پنکھوں کا بھی انتظام ہے۔ اور مختلف اشیاء کی دکانیں، ہوٹل اور کرنسی تبدیل کرنے کے مختلف اڈے سب کچھ اس میں موجود ہے۔ ایک عظیم الشان مسجد بھی ہے۔ ہمیں ایک کمرے میں جگہ مل گئی ہے۔ اور بھی

حجاج اس میں ہیں۔ سبھی کو آرام سے بیٹھنے اور لیٹنے کی جگہ مل گئی ہے۔ پانی اور بیت الخلاء کا بھی معقول انتظام ہے۔ ہمسے پاکستان کا شفاخانہ بھی یہاں موجود ہے۔ ڈاکٹر صاحب تشریف لائے اور ہر حاجی سے دریافت کیا۔ کہ کوئی عزمت ہو تو بیان کیجئے۔ ہمسے سفیر صاحب بھی تشریف لائے۔ اور اسلام علیکم کے بعد سب سے ہاتھ ملایا۔ اور مبارکباد کہی۔ دل بڑا خوش ہوا۔ اب چونکہ سب سے پہلا یہاں کا کام معلم کی فیس کا ادا کرنا ہے۔ اس لئے ہمیں اپنا چیک بھنانے کی فکر ہوئی۔ چنانچہ ہم نے بازار کا رخ کیا۔ اور جج نوٹوں اور چیکوں کے متعلق دریافت کیا۔ تو ان کی شرح تبدیلی سن کر ہم حیران رہ گئے۔ کراچی حاجی کمیٹی میں تو یہ معلوم ہوا تھا۔ کہ جج نوٹ کی قیمت سب کے نوٹ کی سو دیاں ملے گی۔ اور چیک کی اس سے زیادہ۔ اس لئے جو صاحب اردو، گجراتی یا انگریزی زبان میں دستخط کر سکتے ہوں۔ وہ چیک ہی لیں۔ چنانچہ اس لالچ میں کہ رقم کچھ زیادہ ملے، بالعموم سب نے چیک ہی لئے۔ حتیٰ کہ جو حجاج دستخط نہ کر سکتے تھے۔ انہوں نے بھی دو دن اپنے دستخطوں کی مشق کر کے چیک ہی وصول کئے۔ اور جو بالکل ہی ان پرہے تھے۔ انہوں نے انوکھا لگا کر نوٹ لئے۔ چیکوں میں چونکہ

پونڈوں کا حساب ہے۔ اس لئے جن حجاج کی رقم کے پونڈ بناتے ہوئے رقم میں کچھ کمی نظر آئی۔ تو اتنی رقم اور اس حاجی سے وصول کر لی گئی۔ چنانچہ مجھے بھی اٹھارہ روپے اور دینے پڑے۔ ہمارے بنک والوں نے پونڈ کی قیمت ۶-۵-۱۳ بتائی تھی۔ اور اسی حساب سے ساری رقم کے پونڈ دیئے گئے اور ہم خوش تھے۔ کہ عرب شریف میں اس سے زیادہ رقم ملے گی۔ مگر جدہ میں اگر معلوم ہوا۔ کہ چیک کی یہاں قیمت ۔۔۔ ۱۱ - ۱۲ ریال ہے۔ اور حج نوٹ کی سو کے بدلے ۔۔۔ ۹۳ - گویا حج نوٹ والے اور چیک والے بھی نقصان ہی میں ہے۔ بلکہ ہم نے جو مزید اٹھارہ روپے جمع کر لئے تھے۔ ان کے پیش نظر نوٹوں والے ہم چیک والوں سے اچھے رہے۔ ناچار چند چیک جدہ میں بھنا کر ہم نے تین ٹکٹوں کی فیس معلیٰ فی کس ۱۷۷ ریال کے حساب سے ۲۷۲ ریال اور جدہ سے مدینہ منورہ اور مدینہ منورہ سے واپس مکہ شریف تک کا کرایہ فی کس۔۔۔ ۱۰۱ ریال کے حساب سے ۔۔۔ ۳۱۳ ریال کل ۔۔۔ ۵۲۵ ریال ادا کر کے رسید لے لی۔ جن لوگوں نے یہاں سے مکہ شریف جانا ہے۔ انہوں نے جدہ سے مکہ شریف تک کا سوا گیارہ ریال کرایہ ادا کیا ہے۔

ہیں بتایا گیا ہے۔ کہ آج رات یہاں قیام کرنے کے بعد کل مکہ والوں کو مکے اور مدینہ والوں کو منیہ منورہ بھیج دیا جائے گا۔ چنانچہ آج رات ہم یہیں رہیں گے۔

۲۸ اپریل بروز جمعرات

آج صبح اٹھے۔ نماز ادا کی۔ بازار سے چائے خریدی۔ جو فی کپ پانچ پانچ قرش کو ملی، اب چونکہ ہماری اصل رقم سے رقم بہت کم ہوگئی ہے۔ اس لئے خرچ کرنے میں کافی احتیاط کی ضرورت ہے۔ چنانچہ میں نے ایک جرمنی چولہا پندرہ ریال کو خریدا۔ اور ایک ڈبہ دودھ کا ایک ریال کا۔ اور پھیلے پھر چائے خود بناٹی۔ آج ٹھہر کے بعد مکہ والوں کے لئے بسیں آنا شروع ہوگئیں۔ اور مکے والے بالترتیب مکہ شریف روانہ ہو رہے ہیں۔ تا آنکہ مغرب تک سب روانہ ہو گئے۔ نماز مغرب کے پہلے ہندوستان کا ایک جہاز جو آج ہی جدہ پہنچا ہے۔ اس کے مسافر یہاں پہنچنے لگے ہیں۔ جس سے مدینہ الحجاز میں اور زیادہ رونق ہوگئی ہے۔

ہیں بتایا گیا ہے۔ کہ ہماری بسیں بعد از نماز عشاء یہاں سے روانہ ہوں گی۔ چنانچہ ہم اس خوشی میں کہ آج ہم دیار حبیب کو روانہ ہونے والے ہیں، بعد از نماز عشاء

بالکل نہیں سوئے۔ حتیٰ کہ آدمی رات سے غٹورا عرصہ قبل
 وکیلِ معلم کی اطلاع پہنچی۔ کہ تیار ہیئے۔ بس تیار ہے۔
 چنانچہ ہم نے سامان باندھا۔ اور قلی آئے۔ چہ ہمارا سامان اٹھا
 کر بس کے اوپر لادنے اور باندھنے لگے۔ اور ہم نے بس
 میں پہنچ کر ایک طرف کی تینوں سیٹیں سنبھال لیں۔ اس
 بس میں ہمارے رفیقانِ سفر کچھ ہندوستان کے، کچھ ہمارے
 پاکستان کے، کچھ سوڈان کے اور کچھ ترکی کے ہیں۔ فقوری
 دیر کے بعد بس چل پڑی۔ اور سب نے دود شریف پڑھنا
 شروع کیا۔ جدہ شہر میں سے پھرتی پھرتی اور چند پولیس
 کی چوکیوں سے ہوتی ہوئی اور پاسپورٹ وغیرہ کا اندراج کرائی
 ہوئی ہماری بس رات کے وقت کافی تیزی کے ساتھ مدینہ
 منورہ کی طرف روانہ ہو گئی۔

دل مسرت سے لبریز ہے۔ اور اس تصور سے کہ کل
 صبح ہی صبح ہم حضورِ مہدیؑ کے مقدس شہر
 میں پہنچ جائیں گے۔ دل خوشی سے وجد کرنے لگتا ہے۔
 مشید و بلال جاگ رہے ہیں۔ اور بار بار پوچھ رہے ہیں۔ کہ
 مدینہ منورہ کب آئے گا؟ اور ان کی والدہ ایک سکتہ کے
 عالم میں ہے۔ میں نے پوچھا۔ کیا بات ہے؟ تو کہہ رہا
 ہے، کہ کچھ سچے میں نہیں آتا۔ کہ کیا واقعی ہم مدینہ منورہ

جا رہے ہیں ؟ اور میں اس خیال میں ہوں۔ کہ حضور کی بارگاہِ عالی کی حاضری کس صورت میں ہوگی ؟ وہ دربارِ معنیٰ کیا ہوگا۔ اور اس مقدس سرزمین پر ان گنہگار قدموں سے ہم کیسے چلیں گے؟ کچھ اسی قسم کے خیالات و سوالات ہیں جن میں اس وقت گھری ہوئی ہوں۔ تھوڑی دیر کے بعد رابع آگیا۔ یہ ایک مشہور منزل ہے۔ شامہ میں یہیں تک پہنچنے تک رات تھی۔ اور آگے مدینہ منورہ تک کچی سڑک تھی مگر اب مدینہ منورہ تک سڑک چلتی ہے۔ ڈرائیور نے بتایا۔ کہ آگے اب بعد از نماز فجر چلیں گے۔ کچھ حصہ رات کا یہیں آرام کریں گے۔ ڈرائیور نے رابع سے بہت آگے ایک میدان میں ایک معمولی سے ہوٹل کے سامنے بس کھڑی کی۔ اس ہوٹل میں بہت سی بیچ بھاری چارپائیاں بچھی ہوئی ہیں۔ جن پر بیٹھنے اور لیٹنے کا کرایہ نصف ریاں ہے۔ چنانچہ دو چارپائیاں میں نے لیں۔ اور تھوڑا منگایا۔ پیا اور تھوڑی دیر کیئے ہم لیٹ گئے۔

۲۹ اپریل بروز جمعہ

صبح اٹھے۔ فجر کی نماز ادا کی۔ اور ڈرائیور نے کہا۔ کہ جلدی بس پر بیٹھ جاؤ۔ چنانچہ ہم بس پر بیٹھ گئے۔ اور بس

دوانہ ہو پڑی۔ تھوڑی دیر کے بعد وادی بدر سامنے نظر آنے لگی۔ ہماری خواہش ہے۔ کہ ڈرائیواریہاں بس ٹھہرائے۔ تو ہم لوگ میدان بدر کی زیارت کریں۔ لیکن ڈرائیور نے ہماری بات نہ مانی اور اس کی وجہ یہ ہوئی۔ کہ فجر کے بعد ہی سے ڈرائیور کا اصرار ہے۔ کہ مجھے فی کس ایک ایک ریال بخشیں دو۔ چنانچہ ایک صاحب نے اٹھ کر اس بخشش کے لئے چندہ جمع کرنا شروع کیا۔ میں نے اور چند ایک دوسرے ہمراہیوں نے تو ایک ایک ریال سے دیا۔ لیکن اکثر ہمراہیوں نے دو دو قرش، چار چار قرش دیئے۔ اور بعض نے دینے سے انکار کر دیا۔ اس طرح بمشکل پندرہ ریال تک رقم جمع ہوئی۔ سالانہ بس میں تقریباً ۳۰ آدمی سوار ہیں۔ ڈرائیور اتنی بخشش پر خوش نہ تھا۔ اس لئے اس نے بدر کے موقع پر بس نہ ٹھہرائی۔ اور سیدھا ہی نکل گیا۔ اور جب اس نے دیکھا۔ کہ یہ لوگ اس سے بخشش دینے کو تیار نہیں۔ تو کہا۔ اچھا لاؤ۔ جو کچھ جمع کیا ہے۔ وہی دے دو۔ چنانچہ اُسے وہ پندرہ ریال سے دیئے گئے۔

یہ دیکھتے۔ "بیر علی" کی منزل آگئی ہے۔ اب یہاں سے مدنیہ منورہ تقریباً چھ میل رہ گیا ہے۔ دل دھڑک رہا ہے اور بال بال سے گویا یہ آواز آرہی ہے۔ کہ

محمد کا روضہ قریب آ گیا ہے
بلندی پر اپنا نصیب آ گیا ہے

تاآنکہ ہماری بس شہر مدینہ منورہ میں داخل ہوئی۔ اور
سب سے پہلے چوکی پولیس کے سامنے آکر رکی۔ یہاں ڈرائیو
نے پاسپورٹوں کا اندراج کرایا۔ اور ہم سے چند سرکاری عمال
نے پوچھنا شروع کیا۔ کہ کون سے معلم کے پاس جاؤں
میں نے "غلام حید" صاحب کا نام لیا۔ پھر فقوڑی دیر کے
بعد بس چلی۔ اور اپنے اڈہ پر پہنچ گئی۔ یہاں سامان اگرا
گیا۔ اور ایک ریڑھی والے نے یہ سامان اپنی ریڑھی پر لادا۔

یہاں بھی ایک صاحب معلم کا پوچھ رہے ہیں۔ اور جو صاحب
جس معلم کے پاس جانا چاہتے ہیں۔ وہ ریڑھی والے کو کہہ
رہے ہیں۔ کہ ان کو فلاں معلم کے ہاں لے جاؤ۔ چنانچہ
ہمارا ریڑھی والا ہمیں غلام حید صاحب کے مکان پر لے
آیا۔ اور سامان کو دروازے پر اتار کر تین ریاں مزدوری لیکر
چلا گیا۔ جناب غلام حید صاحب اپنے دفتر میں بیٹھے ہیں۔

ان سے ملا۔ مرحبا اہلاً وسہلاً کے مدنی الفاظ سے انہوں
نے استقبال کیا۔ میں نے بتایا۔ کہ پنجاب سے آیا ہوں
چونکہ جناب غلام حید صاحب میرے استاد محترم حضرت صدر
الافاضل مولانا سید احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ لاہور

سے اچھی طرح متعارف ہیں۔ اور جب کبھی لاہور جاتے ہیں۔
 تو حضرت استاد محترم قبلہ اور حضرت کے مریدین و معتقدین
 حضرت غلام حیدر صاحب کی بڑی آؤ بھگت اور خدمت
 کرتے ہیں۔ اس لئے میں نے حضرت غلام حیدر صاحب سے اپنا
 تعارف کراتے ہوئے یہ بتایا کہ میں حضرت سید صاحب
 قبلہ کا شاگرد ہوں۔ حضرت غلام حیدر صاحب نے حضرت
 سید صاحب کا نام سن کر خوشی کا اظہار فرمایا۔ اور پھر
 اپنا ایک آدمی ساتھ بھیجا۔ کہ ان کو کوئی کمرہ دے دو۔
 چنانچہ وہ صاحب میرے ساتھ آئے۔ اور دو کمرے دکھائے۔
 ایک تو بہت ہی تنگ تھا۔ اور ایک اس سے ذرا وسیع
 تھا۔ بڑے کمرے کا ڈیڑھ سو ریاں اور چھوٹے کمرے کا سو
 ریاں اور وہ بھی دس روز کے لئے صرف۔ میں نے کہا کہ
 اس سے کچھ کم کرو۔ تو وہ صاحب بولے۔ کم کچھ بھی نہ
 ہوگا۔ چونکہ دھوپ سمت تھی۔ بچے حیران دھوپ میں
 کھڑے تھے۔ اس لئے ناچار سو ریاں والا چھوٹا کمرہ لے
 لیا۔ اس کمرے میں بمشکل سامان رکھا جا سکتا ہے۔ اور
 تین آدمی بیٹھ سکتے ہیں۔ سونے کے لئے دو آدمیوں
 کے لئے تو جگہ ہے۔ مگر تیرے کے لئے جگہ نہیں بہر حال
 اس میں سامان رکھا اور کچھ سستانے کے بعد نہا کر کپڑے

بدلے۔ چند پڑوسیوں نے بتایا۔ کہ آپ نے بہت زیادہ پیسے
 دیئے۔ اس سے قبل جن کے پاس یہ کرہ تھا۔ ان سے ،
 ریاں لئے گئے ہیں۔ میں نے کہا۔ جو ہوا سو ہوا۔ اب بات
 ہو چکی۔ اتنے میں معلم صاحب کے وہی آدمی تشریف لئے
 اور کہا۔ کہ سو ریاں ابھی دیدیجئے۔ میں نے کہا۔ میرے پاس
 چیک ہیں۔ نکلوا کر مشرب سے پہلے پہلے ادا کر دوں گا۔
 نماز جمعہ ہم نے نہیں پائی۔ ارادہ ہے۔ کہ مسجد نبوی میں
 حاضر ہو کر نماز ظہر ادا کر کے دربارِ معلّم کی حاضری دیں۔ چنانچہ
 معلم صاحب نے اپنے ایک نائب کو ہماری ساتھ کر دیا۔
 اور ہم بارگاہِ معلّم کی حاضری کے لئے روانہ ہوئے۔ چونکہ
 معلم صاحب کا یہ مکان جہاں ہم ٹھہرے ہیں "باب عبدالمجید"
 کے سامنے ہے۔ اس لئے نائب صاحب ہمیں اسی دروازے
 سے مسجد شریف میں لے گئے۔ بسم اللہ اور دعا پڑھ کر
 ہم مسجد شریف میں داخل ہوئے۔ اس سے قبل کھنڈہ
 میں جب حاضر ہوا تھا۔ تو مسجد شریف کا یہ بیرونی حصہ
 ابھی تک وہی ترکیبوں کے زمانہ کا تھا۔ اور گنبد خضراء
 علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام چاروں طرف سے داخل ہونے
 والے کو نظر آتا تھا۔ مگر اب تعمیر جدید میں یہ سارا بیرونی
 حصہ اس حد تک اونچا بنایا گیا ہے۔ کہ گنبد خضراء نظر

نہیں آتا۔ تاہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعت و عظمت کسی کے چھپائے چھپ نہیں سکتی۔ جس طرف بھی ذرا دور نکل جائے۔ تو دیگر ساری رفعتیں گنبد خضراء کے سامنے پست ہو جاتی ہیں۔ اور روضہ انور ہی بلند و بالا نظر آتا ہے۔ باب السلام اور باب جبریل کی سمت تو وہی پہلے دور کی طرح جدھر چلے جائے، روضہ انور کے جلوے نظر آتے ہیں۔ ہم مسجد کے اندر داخل ہوئے۔ تو نگاہیں "گنبد خضراء" کو تلاش کرنے لگیں۔ حتیٰ کہ جب تعمیر جدید کا حصہ عبور کر کے ہم قدیمی صحن میں داخل ہوئے۔ تو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا گنبد خضراء اپنی پوری آب و تاب اور نورانی شادوں کے ساتھ ان گنہگار آنکھوں کے سامنے آگیا۔ اور زبان پر نغمہ **اَصَلُّوْا وَسَلِّمُوْا عَلَیْكَ يَا سُوْلَ اٰلِیْنَا** جاری ہو گیا۔ سبحان

اللہ! اس وقت کے کیف و سرور کا کیا بیان کیا جائے؟ رشید و بلاں بھی سرکار کے گنبد خضراء کو دیکھ کر خوش ہو گئے۔ اور اپنی ننھی ننھی زبانوں سے ورد شریف پڑھنے لگے۔ ہم نے نفل پڑھے۔ اور نماز ظہر ادا کی۔ اور پھر

مجم بلائے ائے ہیں جاؤ گنبدے گواہ

کا ورد کرتے ہوئے مواجہہ شریف میں حاضر ہوئے۔ اللہ اکبر! یہی وہ ساعت تھی۔ جس کے لئے یہ دل

مضطرب شدہ سے اس وقت تک بہت ہی زیادہ پیچیدہ
 تھا۔ خدا کا کس زبان سے شکر ادا کروں کہ آج وہ ساعت
 آگئی۔ اور افضل الرسل و الانبیاء حبیب کبریا سے اللہ علیہ
 وسلم کی بارگاہ عرش پناہ میں یہ گنہ گار بشیر اپنے بچوں

سمیت حاضر ہو گیا۔ سرکار کی بارگاہ عالی کی کیفیت و رفعت
 کا بیان میرے بس کی بات نہیں۔ مجھ جیسے گنہ گار
 انسان کو تو کچھ پتہ ہی نہیں چلتا۔ کہ میں کہاں پہنچ گیا
 ہوں۔ اور یہ خاص اسی دربار رحمت ہی کا وصف ہے۔
 کہ بڑے سے بڑا گنہ گار بھی یہاں پہنچ کر سکون و اطمینان
 پا لیتا ہے۔ اور اس کا اضطراب دور ہو جاتا ہے۔ سرکار
 کی رحمتیں اُسے تلی لینے لگتی ہیں۔ اور ایک گنہ گار
 یوں محسوس کرتا ہے جیسے بھولے بھٹکے ہوئے بچے کو
 آغوشِ مادرِ مل جائے۔ اور اپنے اشیانہ سے بچھڑے ہوئے
 بلبل کو اپنا ٹھکانہ مل جائے۔ ہم نے کعبہ معظمہ کی حاضری
 کا کیف و سرور بھی دیکھا ہے۔ اور اب پھر بھی دیکھیں گے
 انشاء اللہ! لیکن! وہ کعبہ ہے۔

واں مطیعوں کا جگر خوف سے پانی پایا

یاں سیاکاروں کا دامن پر مچھٹا دیکھو

۵ دربارِ رحمت ہے۔ اور ایسا دربار کہ یہاں جمال ہی جمال

اور رحمت ہی رحمت ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ حج کے بعد ہر حاجی کا دل گھر لوٹنے پر چاہتا ہے۔ مگر جو یہاں پہنچا۔ تو یہاں سے واپس ہونے کا خیال بھی اُس کے لئے موجب اضطراب بن جاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے یہاں سے واپسی پر ہی یہ لکھا تھا۔ کہ

خراب حال کیا دل کو پر ملاں کیا
 تمہارے کوچہ سے رحمت نے کیا تہائی کیا؟
 یہ رائے کیا تھی وہاں سے بچنے کی نفس
 شکر الٹی چھری سے ہمیں حلال کیا
 ہمیں سے پھینک دیا اشیاء بلبیل
 اجاڑا خانہ بے کس بڑا کمال کیا

سرکار کے حضور سینکڑوں اور ہزاروں امتی سلام پڑھنے کے لئے ہر وقت حاضر رہتے ہیں۔ بالخصوص نمازوں کے بعد ایک عجیب نورانی اجوم رہتا ہے۔ اسی اجوم میں میں، رشید و بلال، اور ان کی والدہ بھی دست بستہ اور سرنگوں کھڑے ہیں۔ اور الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ عرض کرتے

ہوئے آج یہ دیکھ کر کہ حضور وہ سامنے سنہری جالیوں کے اندر تشریف فرما ہیں۔ ایک عجیب لذت و کیف پالنے ہیں۔ آنکھوں سے آنسو اور زبان سے فریادیں جاری ہیں

اپنی تمنائیں اور آرزوئیں پیش کی جا رہی ہیں، جن جن دوست
 و احباب نے اپنے سلام و پیام عرض کئے تھے، پیش سرکار
 کئے جا رہے ہیں، رشید و بلاں جن کی بچپن کی شوخیوں سے
 میں ڈرتا تھا، کہ حاضری کے وقت بھی کوئی شوخی نہ کریں،
 مہوت سے کھڑے ہیں، اور اپنے بابا کو روتے ہوئے دیکھ
 کر خود بھی رو رہے ہیں، سبحان اللہ! ہر چھوٹا بڑا، امیر عرب
 ادنیٰ و اعلیٰ یہاں دست بستہ حاضر ہوتا ہے، اور سرکار
 کی رفعتوں اور عظمتوں کے سامنے سبھی چھوٹے ہیں، یہ وہ
 بارگاہِ عرشِ پناہ ہے، کہ بڑے بڑے عوث اور قطب
 بھی یہاں حاضر ہوتے ہیں، تو بڑے ادب اور تعظیم
 کے ساتھ

نفسِ گم کردہ فی آئینہ جنید و بایزید اینجا

بڑے بڑے انبیاء و رسل علیہم السلام دنیا میں تشریف
 لائے، مگر جو رفعت و عظمت ہمارے حضور نے پائی، یہ کہیں
 اور نظر نہ آئی، فدا اس دربارِ معنی کی شان و شوکت ملاحظہ
 تو فرمائیے، کہ ہر وقت ہزاروں پروالوں کا ہجوم اس شمع
 کے گرد رہتا ہے، اور تقریباً ساٹھے تیرہ سو سال سے اسی
 طرح یہاں رونق رہی ہے، اور تاقیامت ہے گی۔ لاکھوں
 کروڑوں امتی حاضر ہوئے ہوئے ہیں اور ہوتے رہیں گے

اور اپنے آقا پر درود و سلام کے پھول نچاؤ کرتے رہے اور کرتے رہیں گے۔ نہ صرف حج ہی کے دنوں میں بلکہ حج کے دنوں کے علاوہ بھی اس دربارِ معلّے میں یہی رونقیں اور یہی درود و سلام کے منغلات جاری رہتے ہیں۔ کیوں نہ ہو۔ سبھی کے آقا جو ٹھہرے اور سبھی کے ملجا و ماویٰ جو ہوئے۔

رشید و بلاں کی دائرہ مجھ سے بار بار کہہ رہی ہے۔ کہ کوئی ایسی صورت ہو۔ کہ جالی مبارک کو میں چوم لوں۔ میں نے کہا۔ کہ سامنے ان نجدی شڑٹیوں (سپاہیوں) کو دیکھ لو۔ جو روندہ انور کی دیوار انور کے ساتھ پشت لگائے کھڑے ہیں۔ یہ صرف اسی لئے یہاں کھڑے ہیں۔ کہ کوئی شخص ان جالیوں کو چھوئے تک نہیں۔ اگر ان مبارک جالیوں کو کسی کا ہاتھ لگ جائے۔ تو اُسے دھکے دے کر پیچھے دھکیل دیا جاتا ہے۔ اور یہ کہا جاتا ہے کہ "ہذا حرام" "ہذا حرام"۔ اور اگر تم پوچھو۔ کہ اگر ان مبارک جالیوں اور لوزانی دیواروں کو ہاتھ لگانا حرام ہے۔ تو ان شڑٹیوں کا انہیں جالیوں اور دیواروں کے ساتھ اپنی پیٹھ لگائے رکھنا "حلال" کیسے ہو گیا تو اس کا جواب غالباً یہ شڑٹی بھی نہ دے سکیں گے۔ مصر کی عورتیں کثرت کے ساتھ آئی ہوئی ہیں۔ یہ عورتیں

دیوانہ وار رومنہ اور کی طرف بڑھتی ہیں۔ مگر یہ شرطی ان عورتوں کے کندھوں کو پکڑ کر اور انہیں دبوچ دباچ کر پیچھے دھکیں دیتے ہیں۔ یہ بات بھی سمجھ میں نہیں آئی۔ کہ رومنہ اور کی جالیوں کو تو چھونا حرام، مگر اجنبی عورتوں کو کندھوں سے پکڑ لینا اور انہیں دبوچ دباچ کر پیچھے دھکیں دینا یہ حرام نہیں۔ نجدی شرطیوں کی ان کوششوں کے باوجود بعض مناظر ایسے بھی نظر آتے ہیں، کہ مصری عورتوں کا ایک جھنڈ آیا۔ اور اس کا ایک حصہ ایک طرف لپکا۔ شرطی صاحب انہیں روکنے کے لئے ادھر متوجہ ہوئے۔ تو جھنڈ دوسری طرف سے دوسرے حصہ نے دیوار اور کو چوم لیا۔ اب شرطی ادھر متوجہ ہوا۔ تو اس طرف کے حصہ نے اپنا کام کر لیا۔ بعض اوقات تو مصری عورتوں کے اس پروگرام سے شرطی کے ہوش تک قائم نہیں رہتے۔ اور وہ حیران ہو جاتا ہے۔ کہ وہ کیا کیے۔ بعض عورتوں کو دیکھا۔ جنہیں آگے نہیں بڑھنے دیا جاتا۔ اور وہ دور ہی سے رو رو کر عرض کر رہی ہیں۔ کہ "یا رسول اللہ! یا حبیبی یا رسول اللہ! یہی عالم مردوں کا بھی ہے۔ ایک عجیب ایمان افروز اور وجد آور منظر ہے۔ سبحان اللہ! کیا لطف ہے۔ کیا مزے ہیں۔ اور کیا ہی سرور ہے۔ دل چاہتا ہے۔ کہ بس عمر بھر

یہیں رہو۔ جی بھر کر دعائیں کی ہیں۔ اور بارگاہِ عالی میں عرض کی ہے۔ کہ یا رسول اللہ! حج کے بعد بھی قدموں میں بلائیے تھوڑی دیر کے بعد ہم اپنی قیامگاہ پر لوٹے ہیں۔ اور پھر نماز عصر کے بعد حاضری دی ہے۔ اور پھر نماز مغرب اور نماز عشاء کے بعد، رات کو اپنے کمرہ کے باہر بستر لٹکے اور کچھ دیر کے لئے ہم سو گئے ہیں۔

۳۰ اپریل بروز ہفتہ

صبح ہی صبح اٹھے ہیں۔ پونہ منورہ کی مقدس فضاؤں میں دم لے رہے ہیں۔ نماز پڑھنے کے بعد پھر حاضری بارگاہِ معلیٰ کے شرف سے مشرف ہوئے ہیں۔ "باب السلام" سے لے کر روضہ النور تک شمع رسالت پر سینکڑوں پروانوں کا ہجوم دیکھے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعتِ ذکر کی ایک زندہ تفسیر سامنے آجاتی ہے۔ اور ایک عجیب وجد اور کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ ہر شخص اللہ ہی دامن میں دست بستہ کھڑا نظر آتا ہے۔ سب کے سرنگوں آنکھوں پر خم ہیں۔ اور زبانوں پر مغفات درود شریف جاری ہیں۔ دیر تک میں اس لورانی ہجوم ہی کو دیکھتا رہتا ہوں۔ اور لذت پاتا ہوں۔ پھر بالتدریج آگے بڑھتا ہوا حضور سرکارِ دو عالم

میں اللہ علیہ وسلم کے مواجہہ شریف میں حاضر ہو کر دست
بستہ سرنگوں کھڑا ہو جانا ہوں۔ اس وقت دل پر جو کیف
طاری ہوتی ہے: اُسے اہل دل اور اہل ایمان ہی خوب
سمجھتے ہیں۔ رشید و بلاں کی دیکھ بھال میں میرا بہت سا
وقت بیکار بھی صرف ہو جاتا ہے۔ مگر کیا کروں۔ یہ بھی
مزدوری ہے۔

حکم مٹی تاپ مٹی

بروز
انوار شاہ جمعہ

ان چھ دنوں میں حضور پرور عالم میں اللہ علیہ وسلم
کی پارگاہِ معنی کی روزانہ حاضری کے علاوہ۔ میدانِ احد، مسجد
قبا شریف اور مسجد صدیق، مسجد عمر، مسجد عثمان، مسجد سلمان
اور مسجد فتح کی زیارتیں کہیں۔ ہم نے ایک ٹیکسی لے لی۔
جس نے ان سب مقامات کی زیارت کرائی۔ سب سے پہلے
جبلِ احد کی زیارت کی۔ یہیں سید الشہداء حضرت امیر حمزہ
رضی اللہ عنہ کا مزار ہے۔ اور دیگر شہداء احد بھی یہیں
استراحت فرما رہے۔ زائرین کی ہر روز کثرت رہتی ہے۔ لیکن
یہاں پہنچ کر صحابہ کرام علیہم الرضوان کی زیارت سے دل خوش

بھی ہوتا ہے۔ اور ان علمبردارانِ اسلام کے مزاراتِ مقدسہ کے آرام کی کیفیت دیکھ کر دل خون کے آنسو روتا بھی ہے۔

بالکل چٹیل میدان، اور معمولی و غیر مرئی نشان سے جنہیں معلم کی زبان ہی بنا سکتی ہے۔ کہ یہ حضرت امیر حمزہ رضی

اللہ عنہ کی آرامگاہ ہے۔ اور یہ دیگر شہداء احد کی ہر شخص

وہاں باوجود پریم سلام عرض کرتا اور فاتحہ پڑھتا ہے۔ نجدی شرطی یہاں بھی موجود ہیں۔ تاکہ کوئی "دیوانہ" آگے بڑھ کر

اس مقدس خاک ہی کو نہ چوم لے۔ ہم نے بھی اسی

کیفیت کے ساتھ سلام عرض کیا۔ اور فاتحہ پڑھی اور احد

پہاڑ کی نیارت کی۔ سبحان اللہ! یہ وہ پہاڑ ہے۔ جس کے

متعلق حضور نے فرمایا ہے۔ کہ اس پہاڑ کو ہم سے محبت

ہے۔ اور ہمیں اس سے سلام ہو اس مبارک اور ہمارے

حضور کے محب و محبوب پہاڑ پر۔ بے قسمت کہ آج یہ

گزرگاہ آنکھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھنے

والی مبارک چیزوں کی زیارت کر رہی ہیں۔

یہاں سے ہم ان پانچ مسجدوں کی طرف روانہ ہوئے

جو مدینہ منورہ سے ٹھوڑی ہی دور باہر ایک پہاڑ پر واقع

ہیں۔ یہ چھوٹی چھوٹی پانچ مسجدیں بالکل ساتھ ساتھ ہیں

ایک کا نام مسجد سیدنا ہدیٰ، دوسری کا مسجد سیدنا عمر،

تیسری کا مسجد سینا عثمان، چوتھی کا مسجد سینا سلمان اور پانچویں
 کا نام مسجد فتح ہے۔ معلوم ہوا کہ ایک جنگ میں یہ پانچویں
 مقام دامن مسلمانوں کے مورچے تھے۔ یہ چار صحابہ کرام ایک
 ایک مورچہ پر متین تھے اور جنگ کے طوں کھٹنہ پر ان
 صحابہ نے یہیں اپنی اپنی نمازیں پڑھنا شروع کیں۔ جس کے
 باعث یہ مورچے مسجدیں بن گئے۔ ہم نے سب مسجدوں
 میں دو دو نفل ادا کئے۔ اور پھر مسجد قبا کی زیارت کو
 گئے۔ یہ وہ مسجد شریف ہے۔ جہاں حضور ہجرت کے بعد سب
 سے پہلے تشریف لائے تھے۔ اور پھر یہاں سے آپ مدینہ
 منورہ تشریف لے گئے۔ یہ مسجد مدینہ منورہ سے باہر قریب
 ہی ہے۔ اور اب تو نئی آبادی کے باعث تقریباً یہ حصہ بھی
 مدینہ منورہ سے مل چکا ہے۔ اس مسجد کے محراب پر حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث پاک لکھی ہے کہ جس
 شخص نے اپنے گھر سے طہارت کی یہاں اس مسجد میں اگر
 دو رکت نفل ادا کئے۔ تو اسے ایک عمرہ کا ثواب ملے گا
 چنانچہ اکثر حضرات ہر روز اشراق کے نفل یہیں اگر پڑھتے
 ہیں۔ یہاں سے ہم مسجد قبلتین میں گئے۔ یہ وہ مسجد ہے
 جس کے دو محراب ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی مش
 انبیاء سابقہ کے پہلے بیت المقدس ہی کی طرف رخ کر کے

نماز پڑھا کرتے تھے۔ مگر آپ کی مرضی یہ تھی۔ کہ میرا قبلہ کعبہ شریف ہو جائے۔ چنانچہ اس مسجد میں خدا کا حکم نازل ہوا۔ کہ قَوْلِ وَرَبُّكَ شَطْرُ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ یعنی اگر تمہاری مرضی یہی ہے۔ تو ابھی اپنا منہ کعبہ شریف کی طرف پھیر لو۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہیں اپنا رخ اللہ کعبہ شریف کو پھیر لیا۔ اس مسجد میں پہلا محراب بھی موجود ہے۔ اگرچہ اب اسے پُر کر دیا گیا ہے۔ لیکن نشان اس کا موجود ہے۔ یہ مسجد شریفنا ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس شانِ پاک کو ظاہر کر رہی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ اپنے محبوب کی رضا و مرضی کو چاہتا ہے۔ حتیٰ کہ حضور ہی کی مرضی سے اپنا قبلہ بھی بدل ڈالا۔ پھر اگر کوئی شخص حضور کے متعلق یوں کہنے لگے کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ تو اُسے چاہیے کہ وہ آج بھی اپنی نماز بیت المقدس ہی کی طرف رخ کر کے پڑھا کرے۔ اس لئے کہ یہ کعبہ معظمہ تو ہمارے حضور ہی کی مرضی سے قبلہ بنایا گیا ہے۔

ہم نے جنت البقیع کی زیارت بھی کی۔ یہ مدینہ منورہ کا قبرستان ہے۔ اور اس میں حضرت امیر المؤمنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا، حضور کے بہا جزادگان والا تلبہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دانی حضرت

مائی حلیمہ رضی اللہ عنہا۔ حضور کی پھوپھیاں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق ناز حضرت امام مالک اور دیگر اجدہ صحابہ کرام علیہم الرضوان آرام فرما ہیں۔ اس "جنت" میں کبھی بڑے بڑے گنبد و مزار تھے۔ مگر اب ان سب مزارات کو پونہ زمین کر دیا گیا ہے۔ اور معمولی نشان سے باقی ہیں۔ اور معلم کی رہنمائی کے بغیر پتہ نہیں چلتا۔ کہ یہ قبر شریفینا کن کی ہے اور یہ کن کی؟ سب سے پہلے میں حضرت امیر المؤمنین عثمان

رضی اللہ عنہ کے مزار پر انوار پر حاضر ہوا۔ دل پر ایک خاص رقت طاری ہوئی۔ اور بڑی مشکل سے سپام عرض کیا اور غائے پریمی۔ یہ اس شہید اعظم کا مزار پاک ہے۔ جن پر تقریباً چالیس یوم تک آب و دانہ بند رکھا گیا۔ اور جنہوں نے

حق کی خاطر عین تلاوت کے وقت راہ حق میں اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ اس کے بعد حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی زیارت کی۔ اور پھر معلم نے ایک طرف رخ کر کے بتایا۔ کہ یہاں بڑے بڑے صحابہ کرام اور اطاویٹ کے راوی اجدہ صحابہ آرام فرما ہیں۔ ان پر سلام پڑھو۔ اللہ اکبر! سامنے دیکھا۔ تو کسی قبر انور کا نشان بھی نظر نہ آیا۔ کچھ اس طرح اہدام کیا گیا ہے۔ کہ پتہ نہیں چلتا۔ کہ کوئی بزرگ آرام فرما ہیں۔ آنکھوں نے عقیدت کے موتی بکیرے۔

اور سلام و فاتحہ پڑھی۔ پھر بتایا گیا۔ کہ چہار دیواری کے باہر وہ
 سائے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی قبر شریف ہے۔ چنانچہ
 وہاں ہی سلام عرض کیا اور فاتحہ پڑھی۔ پھر حضرت فاطمہ رضی
 اللہ عنہا اور امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی حاضری ہی —
 سلام اور فاتحہ پڑھی۔ اسی طرح پھر حضور کی چھو پھیاں، صاحبزادے
 اور حضرت امام مالک بھی کے حضور حاضر ہوئے۔ اور اپنا
 سلام عرض کیا اور فاتحہ پڑھی۔ یہاں بھی ہر ہر مزار شریف
 کے قریب شرفی موجود پائے۔ تاکہ کوئی شخص ایسی ادا کا
 ارتکاب نہ کرے۔ جو ان کی نظر میں جائز نہیں۔

ان چھ دنوں میں بارش بھی خوب ہوئی۔ بلکہ جبکہ
 ہم یہاں پہنچے ہیں۔ ہر روز بارش ہو رہی ہے۔ رات کو
 کافی سردی پڑنے لگی ہے۔ پیر کے روز اس کثرت سے
 بارش ہوئی۔ کہ ہم سب اس پر نالے کے نیچے نہائے جس
 میں سے گبنہ خضراء کا پانی گرتا ہے۔ اس پانی میں نہائے
 بھی، اور یہ پانی خوب پیا بھی۔ حضرت میاں صاحب شرفی
 بھی نہا رہے تھے۔ اور پانی پی رہے تھے۔ کہ "کسی نے ان
 سے کہا۔ کہ اس پانی میں کیا رکھا ہے؟ جو اس سے نہا
 رہے اور پی بھی رہے، سو حضرت میاں صاحب نے فرمایا۔ کہ
 پہلے تم بتاؤ، کہ تم دم میں کیا رکھا ہے؟ جو اس میں تم

کفن بھی بھگوتے ہو۔ اور تبرکاً گھر بھی لے جاتے ہو؟ ہمارا تو ایمان ہے۔ کہ زرم بھی واقعی قابلِ تعظیم اور متبرک پانی ہے۔ مگر وہ پانی وہ ہے۔ جو حضرت اسمعیل علیہ السلام کی اڑیوں، کی طفیل ہمیں ملا۔ اور ان مقدس اڑیوں کے ساتھ لگ جانے سے متبرک ہو گیا۔ اور یہ پانی وہ ہے۔ جو سرور انبیاء سے اللہ علیہ وسلم کے گنبدِ عالی سے مس کرتا ہوا گر رہا ہے۔ سچ ہے۔

زادہ! اچھی نہیں ہے عاشقوں سے چھڑھارٹ
اپنا ملک اور ہے تیرا عقیدہ اور ہے

مدنیہ منورہ میں حضرت مولانا
ضیاء الدین صاحب مہاجر مدنی

مولانا ضیاء الدین صاحب

دامت برکاتہم العالیہ مدت سے تشریف فرما ہیں۔ آپ ہمارے

منبع سیالکوٹ کے ایک قصبہ کلا سوال میں پیدا ہوئے۔ اور

بچپن ہی میں گھر سے بغداد شریف چلے آئے۔ اور پھر

مدنیہ منورہ کا قیام اختیار فرما لیا۔ اور اسی طرف علوم و فنون

میں کمال حاصل کیا۔ اور مدت تک مسجد نبوی شریف

میں درس حدیث دیتے رہے۔ آپ ایک جید فاضل اور

ملک اہل سنت کے علمبردار ہیں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ

العزيز سے آپ کو بڑی محبت ہے۔ اور دورانِ گفتگو میں

آپ اعلیٰ حضرت کا اکثر ذکر خیر فرماتے ہیں۔ اور اعلیٰ حضرت کے اشعار بھی آپ کو خوب یاد ہیں۔ علماء اہل سنت مدنیہ منورہ کی حاضری پر حضرت مولانا موصوف کی زیارت سے ضرور مشرف ہوتے ہیں۔ اور حضرت مولانا بھی اپنے احباب سے مل کر بڑے خوش ہوتے ہیں۔ لکھنؤ میں جب میں مدنیہ منورہ میں حاضر ہوا تھا۔ تو حضرت مولانا کی پہلی مرتبہ زیارت کی تھی۔ ان دنوں ایک رات حضرت مولانا کے دوستکدہ پر محفل میلاد شریف کا انعقاد ہوا تھا۔ جس میں بہت سے مصری اور سوڈانی علماء نے بھی شرکت کی تھی۔ حضرت مولانا مفتی احمد یار خاں صاحب مدظلہ العالی اور میں بھی اس محفل میں شریک ہوئے۔ ایک مصری قاری کی تلاوت قرآن پاک کے بعد مصری نعت خوانوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جس وقت نعتیں پڑھنا شروع کیں۔ تو ایک عجیب کیف و سرور پیدا ہو گیا تھا۔ پھر ایک سوڈانی عالم نے تقریر بھی کی۔ اور میں نے بھی کچھ سنایا تھا۔ حاضرین میں مصری سوڈانی، ہندوستانی اور پاکستانی حجاج تھے۔ پھر آخر میں قیام و سلام بھی ہوا۔ اور سلام مصریوں نے پڑھا۔ جس کا لطف آج تک نہیں بھولتا۔ اس دفعہ کی حاضری مدنیہ منورہ پر بھی

حضرت مولانا کی زیارت کے لئے میں حاضر ہوا۔ اور حضرت مولانا بڑی محبت و شفقت سے ملے۔ اور ہر دوسرے تیسرے روز میں حضرت مولانا کی زیارت کے لئے ان کے دوستکدہ پر ضرور حاضر ہوتا ہوں۔ اور حضرت مولانا کی علمی گفتگو سے مستفید ہوتا ہوں۔ ایک مجلس میں حضرت مولانا نے اعلیٰ حضرت کا ذکر فرماتے ہوئے کتاب "الدولۃ المکیہ" کی تالیف کا مفصل ذکر فرمایا۔ جسے سن کر بڑا لطف آیا۔

۱۲۵۰ء میں مدینہ منورہ کے ایک مشہور مدنی ڈاکٹر صاحب

ڈاکٹر غلام احمد صاحب سے بھی ملاقات ہوئی تھی۔ میں جب پہلی مرتبہ ان کے پاس گیا تھا۔ تو یہ ایک صاحب کو ٹیکہ لگانے لگے تھے۔ اور ٹیکہ لگاتے وقت انہوں نے پڑھا تھا۔ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ هُوَ شِفَاؤُ وَ رَحْمَتٌ

لِلْعٰلَمِیْنَ۔ یہ سن کر میں تو عالم وجد میں آ گیا تھا۔ پھر ڈاکٹر صاحب نے مجھ اجنبی سے کچھ اس طرح محبت و شفقت کا سلوک فرمایا۔ کہ میں حیران رہ گیا۔ کہ ڈاکٹر ایسے بھی ہوتے ہیں؛ مگر حیرانی اس خیال سے دور ہو گئی۔ کہ یہ مدینہ منورہ کے ڈاکٹر ہیں۔ میرے ایک عزیز جو بیمار تھے۔ اور جنہیں میں ساتھ لے کر گیا تھا۔ ان کو دوائی بھی دی۔ اور ہمیں بچھڑ کر کے کھانا بھی کھلایا۔ اور پھر دو تین دن دعائی

دینے کے بعد جب میں نے دوائی کے پیسے دریافت کئے۔
 تو فرمایا۔ "حساب ڈاکٹراں درہل۔ حساب دوستاں درہل"۔
 اور باوجود میرے اصرار کے ایک پیسہ بھی نہ لیا۔ ان اخلاق
 کو دیکھ کر دل بڑا خوش ہوا۔ اور میں ہر روز ڈاکٹر صاحب
 کی خدمت میں جانے لگا۔ اور ڈاکٹر صاحب کی علمی اور
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والہانہ عقیدت و محبت بھری
 گفتگو سے مستفید ہونے لگا۔ اور پھر جب مدینہ منورہ سے
 واپس گھر پہنچا۔ تو ڈاکٹر صاحب سے سلسلہ خط و کتابت
 جاری رکھا۔ اور ڈاکٹر صاحب بھی میرے ہر عرصہ کا جواب
 لکھتے رہے۔ میں نے ماہ طیبہ ان کے نام جاری کر دیا۔
 جس کے مطالعہ سے وہ بڑے محظوظ ہوتے رہے۔ اور اس
 کی تعریف میں ایک خط بھی لکھا۔ جو میں نے ماہ طیبہ
 میں شائع کر دیا تھا۔
 اس دفعہ کی حاضری پر میں ڈاکٹر صاحب کے مکان پر
 گیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ آپ نے مکان بدل لیا ہے۔ اور اب
 آپ محلہ الشونہ کی بجائے مسجد قبا شریف کے رستے میں
 بربہ سڑک نئی آبادی میں مقیم ہیں۔ چنانچہ میں نے
 آپ کے اس نئے مکان کی تلاش کر لی۔ اور مطابقت
 میں پہنچ کر ڈاکٹر صاحب کو آواز دی۔ آپ اللہ سے

تشریف لائے۔ اور مجھے دیکھ کر پہچاننے لگے۔ میں نے خود ہی عرض کیا۔ کہ میں محمد بشیر ہوں۔ ماہِ طیبہ کا مدیر۔ بس میرا نام سننے ہی ڈاکٹر صاحب "یا مرجا، یا مرجا" فرماتے ہوئے مجھ سے لپٹ گئے۔ اور اس طرح مسرت کا اظہار فرمایا۔ جیسے انہیں عید کا چاند نظر آگیا ہو۔ مجھے اپنے پاس بٹھایا اور بار بار یہی فرماتے لگے۔ "یا مرجا یا مرجا" اور پھر فرمایا۔ کہ آپ نے مجھے اپنے آنے کی اطلاع کیوں نہ دی؟ مجھے تار دیا ہوتا۔ مجھے خط لکھا ہوتا۔ میں نے عرض کر دیا۔ کہ چونکہ قرعہ اندازی کے سبب کچھ یقین نہ تھا۔ اس لئے اطلاع نہ دے سکا۔ پھر یہ سن کر کہ رشید و بلاں اور ان کی والدہ بھی ساتھ ہیں۔ مزید خوشی کا اظہار فرمایا۔ اور فرمایا کہ آج ہی عصر کے وقت انہیں یہاں لاؤ۔ اور کھانا بھی یہیں کھاؤ۔ اور میرے ساتھ موٹر میں سیر بھی کرو۔ میں نے بہتیرا کہا۔ کہ آپ یہ تکلیف نہ فرمائیے۔ مگر کسی صورت نہ مانے۔ اور مجھ سے فرمایا۔ کہ بچوں کو عصر کے وقت تک لے کر یہاں ضرور پہنچ جاؤ۔ چنانچہ میں واپس آکر بچوں کو ڈاکٹر صاحب کے پاس لے گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے رشید و بلاں کو گود میں لیا اور ان سے پیار کیا۔ ان کی والدہ کو اوپر بھیج دیا۔ وہاں ڈاکٹر صاحب کی بیگم صاحبہ انتہائی

محبت و شفقت سے پیش آئیں۔ اور پھر نماز مغرب کے بعد ٹیکسی منگوا کر اس میں ہمیں بٹھا کر حضرت سیدالشہداء امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار شریف پر لے گئے اور فرمایا مجھے فالج ہو گیا تھا۔ اور بڑھاپے کا فالج بڑا مہلک ہوتا ہے۔ مگر میرے لئے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا شف

الکریات ہیں۔ مجھے جب کوئی مشکل پیش آتی ہے۔ میں حضرت سیدالشہداء کی بارگاہ میں حاضری دے کر عرض کرتا

ہوں۔ تو تمام مشکلات دور ہو جاتی ہیں۔ میرا ایمان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تو بڑی شان ہے۔ آپ کے صحابہ کرام بھی ہماری مشکلات دور فرماتے ہیں۔ اور اصل یہ سارا فیض حضور قاسم نعم اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ہے۔ پھر یہاں سے گھر آئے۔ اور نماز عشاء سے قبل کھانا کھایا۔ سبحان اللہ! ایک پر ویسی مہمان سے اس قدر محبت و شفقت کا مظاہرہ کہ میں حیران رہ گیا۔ قسم قسم کے پُر تکلف کھانے چنے گئے۔ اور یہ لذیذ اور مدنی کھانے ہمیں ڈاکٹر صاحب کی بدولت نصیب ہوئے فالحہ اللہ علی ذالک۔ کھانا کھانے کے بعد پھر نماز عشاء پڑھی گئی۔ اور ڈاکٹر صاحب پھر ہمیں اور اپنے بچوں کو بھی موٹر پر بٹھا کر مدینہ منورہ سے باہر ذوالحلیفہ تک سیر

کے لئے لے گئے۔ رات کا سہانا وقت اور مدینہ منورہ کی سرزمین
 نور سے نور کا سماں تھا۔ ٹھنڈی اور مفرح ہوا۔ ساری کلفتیں
 اور پریشانیاں دور کر دینے والی اس تفریح کا میں کیا بیان
 کروں؟ اور ڈاکٹر صاحب کے اس خلق و کرم کا شکر،
 کس زبان سے ادا کروں؟ یہ سارا کرم دراصل حضور صلی
 اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ کہ اپنے اس گنہ گار کی محبت حضرت
 ڈاکٹر صاحب کے دل میں ڈال دی۔ اور ڈاکٹر صاحب کچھ
 ایسی محبت و شفقت فرماتے ہیں۔ کہ کوئی حقیقی عزیز
 بھی ایسا سلوک نہ کرے۔ ذوالحلیفہ کے ایک ہوسٹل کے
 پاس موٹر چھرائی گئی۔ اور وہاں کھلے میدان میں چٹائیاں
 بچھوا کر ان پر بیٹھا گیا۔ اور قبوہ منگوا یا گیا۔ ڈاکٹر صاحب
 بار بار یہی فرماتے ہیں۔ کہ مجھے آج بڑی مسرت اور خوشی
 ہے۔ کہ بشیر سے ملاقات ہو گئی۔ یا مرجا یا مرجا۔ ڈاکٹر صاحب
 جب خوشی اور مسرت کے ساتھ یا مرجا یا مرجا بالبشیر
 فرماتے ہیں۔ تو بڑا لطف آتا ہے۔ گھنٹہ بھر کے بعد وہاں
 سے لوٹے۔ اور ڈاکٹر صاحب ہمیں کار پر ہماری قیامگاہ
 تک چھوڑ کر آئے۔ مدینہ منورہ کی ہر بات نرالی ہے۔ وہ
 اتنی دور دراز کون کسی کو پوچھتا ہے۔ سچ تو یہ ہے۔
 کہ مدینہ منورہ ہی ایک ایسا شہر ہے۔ جہاں کسی پروسی

اور مسافر کا دل اواس نہیں ہوتا، اور پریشان نہیں ہوتا۔ سب
گنبد علی صاچہا الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کر لینے سے سب
غم دور ہو جاتے ہیں۔

اُن کے نثار کوئی کیسے بھی رنج میں ہو
جب یاد آگئے ہیں، سب غم بھلا دیئے ہیں

ہرمئی تا سار مئی

ہر روز

جمعہ تا جمعہ

مدینہ منورہ میں ہر حاجی دس روز رہ سکتا ہے۔ اور اگر
دس روز سے زیادہ رہنے کا ارادہ ہو، تو ہر شخص کو فی یوم
ایک ریاں دینا پڑتا ہے۔ چونکہ مدینہ منورہ سے جانے پر
دل نہیں چاہتا، اور حج کو ابھی کافی دن باقی ہیں۔
اس لئے ہم نے دس روز اس مکان میں رہنے کے
بعد ایک دوسرا مکان کرایہ پر لے لیا ہے۔ اور معلم صاب
سے کہہ دیا ہے، کہ ہم فی کس ہر روز ایک ریاں لے
دیں گے۔ اور ابھی کچھ عرصہ مدینہ منورہ میں اور قیام
کریں گے۔ چنانچہ اب ہم دوسرے مکان میں ہیں۔ یہ
مکان پہلے مکان سے کھلا اور صاف ہے۔ اور کرایہ

بھی پچاس ریاں ہے۔ اور اس میں یہ قید بھی نہیں۔ کہ
 دس روز ہی رہو۔ بلکہ جب تک دل چاہے ہم اس
 میں رہ سکتے ہیں۔ تجربہ نے یہ بتایا ہے۔ کہ مدینہ منورہ میں
 پہنچکر ذرا کوشش کر کے ادھر ادھر تلاش کرنے سے مکان
 اچھا اور سستا مل سکتا ہے۔ اور صرف معلم کے بھروسہ
 پر رہنے سے مکان تنگ بھی ملے گا۔ اور مہنگا بھی۔

۱۲ مئی کو حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب کی خدمت
 میں حاضر تھا۔ کہ مولانا حافظ محمد شفیع صاحب اکاڑوی
 حال خطیب کراچی تشریف لے آئے۔ بڑی خوشی ہوئی۔
 مولانا نے بتایا۔ کہ وہ بحرین کے راستے سے دہران اور دہران
 سے ریاض اور ریاض سے مکہ مکرمہ پہنچے ہیں۔ اور مکہ مکرمہ
 سے آج ہی مدینہ منورہ پہنچے ہیں۔ مولانا کو بل کر بڑی خوشی
 ہوئی۔ آپ اہل سنت میں ایک ممتاز اور مسلم خوش بیان

مقرر ہیں۔ حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب نے فرمایا۔ کہ میں
 چاہتا ہوں۔ کہ اس پیر کی شب کو یہاں میرے مکان پر
 محفل میلاد ہو جائے۔ چنانچہ حضرت مولانا کی مرضی کے مطابق
 ۱۴ مئی پیر کی شب کو یہاں مدینہ منورہ کی مقدس سرزمین
 پر محفل میلاد کا انعقاد ہوگا۔

آج بعد نماز عصر ایک عجیب منظر دیکھنے میں

مجدد

آیا۔ آپ معلوم کر چکے ہیں۔ کہ روضہ النور کے سامنے حاضر
 ہونے والوں کو جالی مبارک سے دو رکعتوں کے لئے تین چار
 "شرطی" متعین ہوتے ہیں۔ ہزاروں امتی سلام پڑھنے کے
 لئے یہاں حاضر ہتے ہیں۔ اور یہ شرطی قبر النور کی طرف پیچھے
 کئے ہوئے، بلکہ دیوار النور سے پشت لگائے بچے کھڑے اور
 بیٹھے ہتے ہیں۔ اور جس شخص کو بھی جالی شریف سے قریب
 ہوتا دیکھیں۔ اُسے دھکے دیکر پیچھے دھکیں دیتے ہیں۔ آج
 نماز عصر کے بعد اسی ہجوم میں میں سلام عرض کر رہا تھا
 کہ ایک مصری شخص چیخ مار کر اللہ یا رسول کہہ کر گر گیا۔
 اور بیہوش ہو گیا۔ اس کے گرنے سے یہ شرطی ایک دم اس
 کی طرف دوڑے۔ لوگ اُس مصری کے منہ میں پانی ڈال رہے
 تھے۔ اور وہ جب بھی ذرا ہوش میں آتا۔ تو باآواز بلند
 "یا رسول اللہ" کہتا۔ یہ شرطی اُسے کہتے۔ قل "لا الہ الا اللہ
 محمد رسول اللہ" یعنی کلمہ پڑھو۔ وہ کہتا۔ "لا الہ الا اللہ محمد
 رسول اللہ" یا رسول اللہ۔ "شرطی پھر کہتے۔ قل "لا الہ الا اللہ"
 مگر وہ "یا رسول اللہ" ضرور کہتا۔ آخر یہ شرطی اچھے اٹھا کر باہر
 دھکیئے لگے۔ اس عرصہ میں "شرطیوں" کو یہ خیال نہ رہا۔ کہ
 "جالی مبارک" کو چومنے والوں کو جالی شریف چومنے کا موقع
 مل جائے گا۔ چنانچہ اس فتوے سے وقفہ میں کئی عشاق

نے دل کھول کر جانی مبارک کو چوما اور آنکھوں سے لگایا۔ اتنے میں یہ شرطی پھر "حرام حرام" کہتے ہوئے اپنی اپنی جگہوں پر آگئے۔

خوشبو یہ "شرطی" روضہ النور کی دیواروں اور جالیوں کو خوشبو بھی نہیں ملنے دیتے۔ آپ اگر کسی شرطی سے کہیں کہ یہ میرے پاس عطر کی شیشی ہے۔ رستہ روضہ النور کے اندر ڈالنا چاہتا ہوں۔ یا دیوار النور سے ملنا چاہتا ہوں۔ تو وہ "شرطی" رستہ بھی "حرام" کہہ کر شیشی آپ سے لے لیگا۔ اور کچھ عطر خود اپنے کپڑوں پر مل لے گا۔ کچھ دوسرے اپنے ساتھیوں کو ملے دینا۔ گویا دیوار النور پر خوشبو ملنا حرام اور "شرطی" کے کپڑوں پر حلال۔

قیام و جلوس ایک بات اور بھی دیجیے۔ کہ مواجہہ شریف میں سب دست بستہ قیام میں سلام عرض کرتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص موٹاپے پر بیٹھ کر سلام عرض کرنا چاہے۔ تو "شرطی" اسے بھی اٹھا دیجئے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ قیام کر کے سلام پڑھو۔ یہ چیز دیکھ کر بھی تعجب ہوا۔ کہ کہیں تو ہمیں قیام سے روکا جانا ہے۔ اور کہا جاتا ہے۔ کہ قیام بدست و حرام ہے۔ درود و سلام پڑھنا ہے تو بیٹھ کر پڑھو۔ اور یہاں بیٹھنے سے روکا جاتا ہے۔

اور کہا جاتا ہے۔ کہ بیٹھو مت قیام کر کے سلام پڑھو۔ مزید برآں یہ شرعی مواجبہ شریف میں مؤدب طریق سے بیٹھنے والوں کو بیٹھنے نہیں دیتے۔ اور خود انتہائی غیر مؤدب طریق سے قرآن کی طرف پیٹھ کئے ہوئے بیٹھے رہتے ہیں۔ فیاللجب !

۱۴ مئی تا ۲۰ مئی

بہاول

بہشتیا جمعہ

۱۴ مئی رات کو حضرت مولانا عتیق الدین صاحب کے مکان پر محفل میلاو کا انعقاد ہوا۔ نماز عشاء کے بعد حرم شریف سے فارغ ہو کر میں حضرت مولانا کے مکان پر پہنچا۔ حضرت مولانا نے اپنے مکان کو خوب آراستہ کر رکھا ہے۔ اور اس محفل پاک میں بہت سے ممتاز اجابہ اہل سنت بھی ٹریک ہیں۔ تقویٰ دیر کے بعد مولانا محمد شفیع صاحب بھی شریف لے آئے۔ اور محفل میلاو شریف کا افتتاح ہوا۔ شب سے پہلے ایک منی نعت خواں صاحب نے پیارے انداز میں نعت خوانی کی۔ اور پھر مولانا محمد شفیع صاحب نے اردو اور فارسی کی نعتیں سنائیں۔ اور ان کے بعد میں نے ذکر رسول کے عنوان پر تقریباً ایک گھنٹہ

تقریر کی۔ خدا و رسول کے فضل و کرم سے حضرت مولانا
 ضیاء الدین صاحب اور حاضرین نے میری اس تقریر کو بڑا
 پسند کیا۔ اور میرے لئے دعائیں کیں۔ الحمد للہ !
 مولانا ضیاء الدین صاحب کے مکان پر محفل میلاد میں جو
 احباب شریک تھے۔ ان میں سے ایک میرے پرانے کرمفرما
 سیٹھ ابو بکر مالک لکھپتی ہوٹل بمبئی بھی تھے۔ جس زمانہ میں
 میں بمبئی جایا کرتا تھا۔ سیٹھ صاحب اسی زمانے سے میرے
 واقف اور میرے بڑے ہی مخلص دوست ہیں۔ ۱۹۵۰ء میں
 جب میں حج کے لئے آیا ہوں، اس سال بھی سیٹھ صاحب
 حج کے لئے ہوئے تھے۔ اور ان سے مکہ مکرمہ میں مذاقاً
 ہوئی تھی۔ جن اتفاق سے اس سال بھی سیٹھ صاحب سے
 مدینہ منورہ میں ملاقات ہو گئی۔ اور ملاقات بھی عجیب
 رنگ میں ہوئی۔ سیٹھ صاحب نے میرے متعلق کسی سے
 سن پایا۔ کہ میں اس سال بھی مدینہ منورہ کی حاضری کے
 لئے آیا ہوا ہوں۔ اور حضرت غلام حید صاحب کے پاس
 ٹھہرا ہوا ہوں۔ چنانچہ ایک دوپہر کو میں اپنے کمرے میں
 لیٹا ہوا تھا کہ معلم صاحب کے ایک آدمی نے مجھے
 آواز دی۔ کہ باہر کوئی صاحب آپ کو ملنے کے لئے آئے
 ہوئے ہیں۔ چنانچہ میں باہر نکلا۔ تو ایک صاحب عربی

لباس میں ملبوس مسکراتے ہوئے نظر آئے۔ میں نے سلام عرض کیا۔ اور ان صاحب نے جواب دیکر فرمایا: مَا اَمْرُكَ. آپ کا نام کیا ہے؟ میں یہ آواز سن کر کچھ سوچنے لگا۔ کیونکہ یہ آواز کچھ جانی پہچانی سی معلوم ہوئی۔ پھر غور سے جو شکل و صورت کو دیکھا، تو بے ساختہ پکار اٹھا۔ سیٹھ ابو بکر صاحب! سبحان اللہ! ایک دیر نہ کر فرما کے ملاقات اور وہ بھی مدینہ منورہ میں۔ دل بڑا ہی خوش ہوا۔ سیٹھ صاحب کو عربی لباس میں ملبوس دیکھ کر دل اور بھی زیادہ مسرور ہوا۔ اکثر احباب مدینہ منورہ میں عربی لباس پہن لیتے ہیں۔ جس میں وہ بڑے ہی پیارے اور اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ اور کیوں نہ ہو جبکہ یہ ہے ہی پیلے کا پیارا لباس۔

یہ حقیقت ہے کہ عربی لباس ایک بہترین لباس ہے۔ ڈھیلے ڈھالا اور

دیدہ زیب و خوشنما۔ مدنی حضرات اپنے اس لباس میں بڑے ہی پیارے معلوم ہوتے ہیں۔ ایک لباس انگریزی لباس بھی ہے۔ بڑے نام لباس۔ اس لئے کہ لباس کا مقصد یہ ہوتا ہے، کہ قابل ستر مواضع کو لباس چھپا دے۔ مگر انگریزی لباس کی پتلون ہی کو دیکھ لیجئے۔ بالخصوص چست پتلون کو کہ وہ بدن کو چھپاتی ہے مگر منظر پیش کرتی ہے کہ ع

بقدر دسے تھے وہ سارے نمایاں ہو گئے

عربی لباس ڈھیلے کھینچا اور لمبا ہوتا ہے۔ جس سے لباس کا مقصد سو فیصدی حاصل ہو جاتا ہے۔ ہمارے ہاں انگریزی لباس پہننا بھی فیشن میں داخل ہے۔ اور اے حسن و جمال کی علامت سمجھنا جاتا ہے۔ حالانکہ حسن و جمال خون سے پیدا ہوتا ہے، نہ کہ پتلون سے۔ اے کاش! ہمارے فیشن ایبل حضرات اگر کوئی دوسرا لباس ہی پہننا چاہتے ہیں۔ تو عربی لباس پہن کر دیکھیں۔ کہ کیسے بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ یہ کوئی جذباتی بات نہیں واقعہ ہے۔ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ادا واقعی محبوب و پیاری ہے۔ اور اس عربی لباس کو بھی محبوب کریا سے نسبت حاصل ہے۔ اور یہ لباس بڑا ہی پیارا لباس ہے۔

مدینہ منورہ کی زبان بھی کچھ ایسی پیاری اور دلآویز زبان ہے۔ کہ جی چاہتا ہے سنتے ہی جابیں۔ ہمارے ہاں کے دوکانداروں کی آوازیں بھی آپ نے سنی ہیں۔ "چٹا چٹا گرم" اور "گھنی بیٹی والی ہے کراچی والی ہے"

وغیرہ۔ اور مدینہ منورہ کے دوکانداروں کی بھی ایمان افروز ندائیں ہم نے سنی ہیں۔ دودھ بیچنے والے کی صدایہ ہے۔ اَشْوَبُوا الحَلِيبَ وَصَلُّوا عَلَی الْحَبِيبِ۔ جس کا معنی ترجمہ یہ ہوتا ہے

کہ پڑھو دودھ اور پڑھو درود! سبحان اللہ! صدقہ کی صدقہ اور
 وعظ کا وعظ۔ آپ کسی دکان پر چلے جاسیے۔ اور کسی چیز
 کا سودا کیجئے۔ تو دکاندار آپ کو اس چیز کی جو قیمت بتائے
 گا۔ اگر آپ نے اس سے کم بتائی۔ تو دکاندار آپ کی بتائی
 ہوئی قیمت کو نامنظور ان لفظوں میں کرے گا۔ یا شیخ صلی
علیٰ البتّی۔ اور اگر کوئی گاہک دکاندار کی بتائی ہوئی قیمت کو
 زیادہ سمجھتا ہے۔ تو گاہک بھی اتنی زیادہ قیمت کی نامنتظوری کو
 ان لفظوں میں بیان کرتا ہے۔ کہ صلیٰ علیٰ البتّی "گویا ہر
 بات میں درود پاک کا ذکر ضرور ہوتا ہے۔ وہ آدمی لڑا جھگڑا
 ہے ہوں۔ تو ان دونوں کی لڑائی ختم کرنے کیلئے آپ
 لاکھ جتن بھی کر چکے ہوں۔ اور وہ لڑائی ختم نہ ہوتی ہو۔
 تو آپ ان دونوں کے درمیان جا کر اتنا کہہ دیجئے۔ صلیٰ
علیٰ البتّی "بس لڑائی وہیں ختم۔ سبحان اللہ! کیا ہی عجیب
 نضا ہے۔ اور ہر دکان و مکان پر درود و سلام اور نبی
 کا نام موجود ہے۔ یہ جملہ "صلیٰ علیٰ البتّی" نہ صرف مدینہ
 منورہ ہی کے باشندوں بلکہ مکہ معظمہ کے بھی ہر چھوٹے بڑے
 مرد اور عورت کی زبان پر بالعموم جاری رہتا ہے۔ خرید و
 فروخت، کھانے پینے، اور لڑائی جھگڑا مٹانے کے وقت
 اور دیگر مواقع پر بھی بس یہی ایک جملہ مقدسہ ہے۔ جو

سب کی زبان پر جاری رہتا ہے۔ اور کچھ اس طرح کہ بے ساختہ
یہی جملہ نکل جاتا ہے۔

رشید دہلاں بھی اب اس پیلے جملہ کے عادی ہوئے
ہیں۔ ایک دفعہ میں ٹھہریں آیا۔ تو یہ دونوں کچھ شوخی کر
ہے تھے۔ میں نے ان کو ڈانٹا۔ تو رشید جو مانتا رہا بڑا

ہی دانا ہے۔ میرے تیر دیکھ کر کہنے لگا۔ ابا ہی اصل علی النبیؑ

کچھ نہ پوچھے میری کیا کیفیت ہوئی۔ آنکھوں سے آنسو جاری
ہو گئے۔ اور سارا غصہ ایک دم جاتا رہا۔ اور میں اس پیارے

منہ کو جس سے یہ پیارا جملہ نکلا۔ چھیننے لگا۔

عزیزی رشید احمد کی بعض باتیں تو
ایسی ہیں۔ کہ میں سن کر ہرگز

عزیز علیہ السلام

ہی تو رہ جاتا ہوں۔ حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب کے مکان

پر جو محفل میعاد منعقد ہوتی تھی۔ اس میں رشید دہلاں بھی

میرے ہمراہ شریک تھے۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

شان پاک بیان کرتے ہوئے یہ بھی سنایا۔ کہ قرآن پاک

کا ارشاد ہے۔ کہ عَزِيزٌ عَلِيٌّ مَا مَعْنِيْمٌ۔ جو بات تمہیں تکلیف

دے۔ وہ حضور پر گراں گذرتی ہے۔ دوسرے دن کسی شرارت

پر میں نے رشید کو ایک طمانچہ مار دیا۔ تو وہ بولتے ہوئے

کہنے لگا۔ کہ ابھی کل ہی تو آپ نے سنایا ہے۔ کہ کسی

امتی کو کوئی تکلیف ہو تو حضور پر وہ گراں گزرتی ہے۔ تو
 میں بھی تو حضور کا ایک امتی ہوں۔ پھر آپ نے جو مجھے
 ٹھانپہ مارا ہے۔ کیا حضور پر یہ گراں نہ گذرا ہوگا؟ بخدا اس
 کا یہ وعظ سن کر میرے آنسو جاری ہو گئے۔ اور میں نے
 اُسے گود میں لیا، چوما اور اُسے بعد مشکل راضی کر لیا۔
 ماشاء اللہ بڑا ہی پیلا اور ذہین بچہ ہے۔ سلمۃ اللہ تعالیٰ!

یہ دونوں بھائی مدینہ منورہ میں کچھ ایسے ہی
رشید بلال گئے ہیں۔ کہ دونوں باہر جا کر کھیل بھی آتے

ہیں۔ اور مسجد نبوی شریف میں جا کر بارگاہِ عرشِ پناہ میں حاضر
 ہونے کے سلام بھی عرض کر آتے ہیں۔ چنانچہ رشید نے مجھے
 کئی بار بتایا ہے۔ کہ اباجی میں ہجوم سے ہوتا ہوا
 نجدی سپاہی کی نظریں بچا کر جانی مبارک کو چوم بھی آیا
 ہوں۔ بلال چونکہ بہت چھوٹا ہے۔ اس لئے وہ زیادہ تر
 مسجد شریف میں جا کر کبوترانِ حرم کی زیارت کرتا رہتا اور
 ان سے دل بہلاتا رہتا ہے۔ ہاں جب میرے ساتھ مواجہہ
 شریف کی حاضری دیتا ہے۔ تو وہ بھی میرے ساتھ دست
 بستہ کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور بڑا ہی پیارا معلوم ہوتا ہے۔
 میرے ساتھ جب یہ دونوں ہوتے ہیں۔ تو مواجہہ شریف کی
 حاضری کے وقت، میری عجب کیفیت ہوتی ہے۔ میری یہ

گنہگار زبان آقا کے حضور یہ عرض کرنے لگتی ہے۔ کہ حضور! آپ کا یہ غلام بشیر اور آپ کے یہ دو ننھے امتی آپ کی بارگاہ میں حاضر ہیں۔ حضور! ہم پر کرم فرمائیے۔ ترحم یا رسول اللہ! ترحم! اللہ اکبر! کیا ہی مزہ اور کیا ہی روحانی سرور حاصل ہوتا ہے۔ بخدا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری ایک ایسی نعمت ہے۔ جس کی نظیر کوئی اور نعمت نہیں۔ کعبہ معظمہ کی حاضری بھی ایک گرانقدر انعام حق ہے۔ لیکن جو لطف و انبساط اور کیف و سرور اس حاضری میں ہے۔ وہ اس حاضری میں بھی نہیں۔ کعبہ معظمہ میں ہم نے دیکھا ہے۔ کہ بڑے بڑے نیکوکار اور مقربین بھی وہاں مرعوب و خائف نظر آتے ہیں۔ مگر اس بارگاہِ رحمت میں یقین جاسیے کہ جس قدر کوئی زیادہ گنہگار ہوگا۔ اُسے اتنا ہی لطف و سرور اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

واں مطیعوں کا جگر خوف سے پانی پایا

ہاں گنہگاروں کا دامن پہ مچلنا دیکھو!

مواجهہ شریف کی حاضری کے وقت کوئی ایسی آنکھ نہیں

جو آنسوؤں کی صورت میں عقیدت کے موتی نچاورد نہ کرے

ہو۔ میرے یا اپنی والدہ کے ساتھ رشتہ و ہاں جب حاضری

دیتے ہیں، تو یہ حضور کے ننھے امتی بھی ننھے آنسو

بہانے لگتے ہیں۔ اور میں کیا عرض کروں۔ کہ اس مقدس
حاضری کے وقت آنسو بہانے میں کیا لطف و سرور حاصل
ہوتا ہے۔ بس کچھ نہ پوچھے۔ ہاں دعا کیجئے۔ کہ آپ کو بھی
اس شرف حاضری سے مشرف کیا جائے۔ پھر آپ خود ہی معلوم
کر لیں گے۔ کہ یہ حاضری اللہ کی کتنی بڑی نعمت ہے۔ یہی
وہ رونا ہے۔ جس کی بدولت کل ہنسا نصیب ہوگا۔ اور
وہی کل روئیں گے۔ جو آج اس حاضری پر لَأَشُدُّوا وَالْحِجَالِ
کی خود ساختہ آڑا میں ہنستے ہیں۔

مدینہ منورہ میں یہ ایام بڑے مزے میں گزرتے ہیں
روضہ انور کی جس وقت چاہے زیارت کر لیجئے۔ مدینہ شریفہ
کے جس بازار میں نکل جائیے۔ تو وہی نور نظر آتا ہے۔ اس
تقدس مآب شہر کا ذرہ ذرہ رشک صد آفتاب ہے۔ مدینہ
پاک کی مبارک لگیوں میں پھرتے ہوئے سوچتا ہوں۔ کہ
کیا میں واقعی حنود کے شہر میں پھر رہا ہوں۔ اور یہ بھی
خیال آتا ہے۔ کہ یہی وہ مبارک راستے اور کوچے ہیں۔
جنہیں پامٹائی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف حاصل ہے
کیا کریں۔ ہمت و توفیق سے باہر ہے۔ ورنہ یہ وہ
کوچے ہیں۔ جن میں سر کے بل چلنا مناسب
ہے۔

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا
اسے سر کا موقع ہے اور جاننے والے

اعلیٰ حضرت بریلوی **عَلَيْهِ السَّلَامُ** میں نے لکھا ہے۔ اور یہ حقیقت
یہ اعلیٰ حضرت بریلوی کا شعر ہے جو

ہے۔ کہ اعلیٰ حضرت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بید محبت
تھی۔ اور یہ اسی محبت کا نتیجہ ہے۔ کہ اعلیٰ حضرت کا علی چرچا
اور فاضلانہ دیدہ عرب و عجم میں نظر آتا ہے۔ یوں تو اور
بھی کئی لوگ "عالم و مولوی" کہلاتے ہیں۔ مگر جو قبولیت اعلیٰ
کے حصہ میں آئی۔ وہ اس دور میں اور کسی میں نظر نہ آئی
فَوُضِعَ لَنَا الْقَبُولُ فِي الْآخِرِينَ۔ کے مطابق اعلیٰ حضرت کے علم و
فلس کو ایک دنیا نے قبول کیا۔ اور سرور عالم صلی اللہ علیہ
وسلم کا یہ سبب صادق بڑے بڑے علم و فضل والوں کا معتمد
علیہ بن گیا۔ سچ ہے۔ فَلَيْقَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِمَن يَشَاءُ۔ اعلیٰ حضرت
نے اس شعر میں اسی جذبے کا اظہار فرمایا ہے۔ کہ مدینہ
پاک کی گلیوں میں تو سر کے بل چلنا لازم ہے۔ سبحان اللہ!
ان عشاق کے جذبے بھی قابل قدر ہیں۔ ایک اور معاصب ہیں
جو محض میلاد کے قیام کے لئے ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ
لَوِ اسْتَطَعْتُ الْقِيَامَ صَلَّى سَأَشِي لَفَعَلْتُ۔ اگر میں سر کے بل قیام
کر سکتا تو قیام سر کے بل ہی کرتا۔ (نزهت المجالس ص ۲۲)

یہ ہے ایمان اور حبِ رسول !

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ اور مدینہ منورہ کی یہ نورانی گلیاں
اور مبارک کوچے رشکِ مدینہ

ہیں۔ ہر طرف نور ہی نور اور سرور ہی سرور نظر آتا ہے۔

نہ جنت نہ جنت کی گلیوں میں دیکھا

مزہ جو مدینے کی گلیوں میں دیکھا

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ ان مبارک گلیوں میں

چلا کرتے تھے۔ تو ایک طرف اہل کوائف کھتے تھے

اور فرماتے تھے کہ میں وسطِ راہ میں اس لئے نہیں چلتا۔

تاکہ میرے قدم ان مقدس جگہوں پر نہ پڑ جائیں۔ جن پر حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک پڑ چکے ہیں۔ نیز آپ

گلی کوچوں میں سے گزرتے ہوئے دیواروں کو چومتے ہوئے

گزرتے تھے کہ شاید ان دیواروں کو حضور کے ہاتھوں ،

نے چھوا ہو۔ سبحان اللہ! کیا ہی عشق و محبت ہے۔ اب

یہاں "برائے نام عقل" تو سرورِ بول اٹھے گی۔ کہ یہ محض

فضول باتیں اور خود ساختہ بدعتیں ہیں۔ کہ گلیوں کے کنارے

کنائے چلنا اور دیواروں کو چومتے ہوئے گزرنے۔ مگر عشق

و ایمان اس کا جواب ایسی عقل کو یہی دے گا۔ کہ

ہائے نظام تو نے پی ہی نہیں

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت میں کچھ ایسے رنگے ہوئے تھے، کہ آپ سے جب کوئی مسئلہ پوچھنے آتا، تو آپ فرماتے، کہ مسئلہ پوچھنا ہے یا حدیث سننی ہے۔ اگر سائل محض مسئلہ پوچھنا چاہتا، تو آپ مسئلہ بتا دیتے۔ اور اگر وہ حدیث سننا چاہتا، تو آپ اسے بٹھا کر خود غسل فرماتے، اور نئے کپڑے پہنتے اور خوشبو لگاتے، اور پھر مسند پر تشریف فرما ہو کر بڑے اہتمام کے ساتھ حدیث سناتے، دیکھا آپ نے یہ ہے عشق و محبت کا کرشمہ! بڑے نام عقل تو یہاں بھی وہی اپنی رٹ لے گی۔ کہ حدیث سننے کے لئے یہ اہتمام و انتظام، غسل کرنا، نئے کپڑے پہننا، اور خوشبو لگانا یہ سب باتیں خود ساختہ اور بدعت ہیں، مگر محبت رسولوں کا یہاں بھی جواب یہی ہے۔ کہ ۵

ہائے ظالم تو نے پی ہی نہیں

محفل میلاد شریف میں بھی غلامانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اہتمام و انتظام اور زیبہ و زینت دیکھ کر برائے نام عقل بدعت کا فتویٰ سنا ہی ہے۔ مگر ہمارا بھی یہی جواب ہے۔ کہ ۵

ہائے ظالم تو نے پی ہی نہیں

مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ اور ماہِ طیبہ کے کسی شمارہ میں
میں حوالہ لکھ ہی چکا ہوں۔ کہ جناب مولوی ثناء اللہ صاحب
امرتسری پر کسی منکر حدیث نے یہ اعتراض کیا تھا۔ کہ تم
لوگوں نے حدیث کو قرآن کے برابر کر ڈالا ہے۔ دیکھو
تہلکے امام بخاری نے جب حدیثوں کو جمع کیا۔ تو ہر حدیث
کے لئے وہ ایک نیا غسل کرتے پھر حدیث لکھتے تھے۔ حالانکہ
یہ حکم تو قرآن کے لئے ہے۔ کہ لَا يَمْسُهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ۔
مگر تم لوگوں نے حدیث کو بھی قرآن کا درجہ دے دیا ہے۔
منکر حدیث کا یہ اعتراض بالکل ایسا ہی ہے۔ جیسے کوئی ہم
سے کہے۔ کہ تم لوگوں نے تو رسول کو بڑھاکر بالکل خدا کے
برابر کر دیا ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے منکر حدیث کو
جو جواب دیا۔ وہ بڑا ہی پُر لطف اور صحیح جواب ہے۔ آپ
لکھتے ہیں۔ کہ بیشک امام بخاری کے اس فعل کا قرآن
و حدیث میں شرعی حکم تو کوئی نہیں۔ مگر یہ ایک ادب
و احترام کا جذبہ ہے۔ جس سے اکر کرنے والوں کو روکا جائے
گا۔ تو وہ یہی کہیں گے۔ ع۔ ہائے ظالم تو نے پنی ہی نہیں
دیہ اعتراض اور اس کا جواب اخبار اہل حدیث امرتسر کا
اقتباس ہے۔ جو ماہِ طیبہ کے گذشتہ سال کے شمارہ میلاد
شریف میں با حوالہ شائع ہو چکا ہے۔ مقصد میرا یہ ہے۔

کہ مدینہ منورہ کی حاضری اگر محبت و ادب کے ساتھ ہو۔ تو
 پھر مدینہ منورہ کی شان صحیح معنوں میں نظر آتی ہے۔ بخدا
 میری اپنی کیفیت یہ ہے۔ کہ بار بار سوچتا ہوں۔ کہ کیا واقعی
 میں مدینہ منورہ میں ہوں۔ دیار حبیب میں ہوں۔ کہاں
 ایک گنگوڑ اور کہاں یہ پاک دیار۔ ناٹھ مدینہ کو بجاطور پر
 یہ حق پہنچتا ہے۔ کہ وہ یہ کہے۔ کہ میں فرش سے عرش
 پر آ پہنچا ہوں۔ یہی وہ شہر پاک ہے۔ جہاں ہر روز ستر

ہزار فرشتے زیارت کے لئے حاضری دیتے ہیں۔ یہ لودیوں
 کا شہر ہے۔ اللہ کی رحمتوں کا شہر ہے۔ خدا کی برکتوں
 کا شہر ہے۔ قاسم بنم اللہ کا شہر ہے۔ اور سلطان دارین
 کی سلطنت کا دار الخلافہ شہر ہے۔ یہی وہ شہر پاک ہے کہ
 اس کے ہر مکان، ہر دیوار اور ہر پتھر کو بزرگنبد کی قربت
 میر ہے۔ اور یہی وہ شہر پاک ہے جس کے ہر باشندہ کی
 مبارک آنکھیں دیوار گنبد خضراء سے منور رہتی ہیں۔ اور یہی
 وہ شہر پاک ہے۔ جس کے چاروں طرف جبر بھی نکل
 جائے۔ دور دور سے بھی محبوب کہنا کی آرامگاہ کا نورانی
 گنبد اپنی رفعت و بلندی کے ساتھ فظروں کے سامنے
 رہتا ہے۔

مدینہ منورہ میں اکثر مکانات تین تین منزلوں کے بھی

ہیں۔ اور بڑی بڑی اونچی عمارتیں بھی موجود ہیں۔ مگر ڈاٹران
 مدینہ پاک سے پوچھ لیجئے گا۔ کہ دور سے دیکھنے والے
 کے سامنے ساری بلندیاں پست پڑ جاتی ہیں۔ اور صرف
 ایک سبز گنبد ہی ہے۔ جو سارے شہر سے بلند و اونچا
 نظر آتا ہے۔ گویا یہ اعلان فرماتا ہے۔ کہ تم چاہے کتنے
 بھی دور ہو جاؤ۔ میری نظر ہی میں ہو۔ اور یہ حضور صلی
 اللہ علیہ وسلم کا اعجاز ہے۔ کہ بڑے بڑے قد اور صحابہ
 کرام میں آپ تشریف فرما ہوتے۔ تو سب سے بلند و بالا
 آپ ہی نظر آتے تھے۔

دیون ہر اک ہفتیں اچھے ہی دکھائی
 دست چن وانگ بھادی رات کالی
 مدینہ منورہ کی کس کس خوبی و کمال کا ذکر کیا جائے
 مدینہ واقعی مدینہ ہے۔ اور جس نے مدینہ نہیں دیکھا۔ اس
 کا دنیا میں آنا نہ آنا برابر ہے۔
 مدینہ نہ دیکھا، تو کچھ بھی نہ دیکھا
 مدینہ منورہ کے کسی دکاندار سے آپ راستہ پوچھئے۔
 تو وہ دکاندار اپنی دکان کو چھوڑ کر اپنے ساتھ ہو لے گا۔
 اور آپ کو منزل تک پہنچا کر آئے گا۔ گویا یہ بتائے گا۔
 کہ ہم اس شہر کے باشندہ ہیں۔ جس شہر میں وہ لہدیٰ

گشتگان تشریف فرما ہیں۔ جو گمراہوں کا ہاتھ پکڑ کر انہیں
 جنت میں پہنچا دیتا ہے۔ میں کس زبان سے اللہ کا شکر یہ
 ادا کروں۔ جس نے مجھے اس رشکِ جنت شہر کی دوسری
 مرتبہ حاضری عطا فرمائی۔ اور میں اپنے آقا کے دیدار پاک
 کی جی بھر بھر کر زیارت کر رہا ہوں۔ روضۃ النور کی زیارت
 مواجہہ شریف کی حاضری، ریاض الجنۃ کا حصول، منبر
 اندس کا دیدار، مسجد نبوی شریف کی حضوری ہر وہ نعمت
 جس کے لئے اپنے وطن میں دل ترستا اور تڑپتا رہتا
 ہے۔ یہاں میرے۔ مسجد نبوی شریف میں داخل ہوتے
 ہی یوں معلوم ہوتا ہے۔ جیسے جنت میں آگئے ہیں۔
 سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں بائیں اور آگے
 پیچھے رحمت ہی رحمت اور نور ہی نور نظر آتا ہے۔ سامنے
 مواجہہ شریف کی نورانی پارشیں۔ دائیں طرف ریاض الجنۃ
 کی بہاریں۔ بائیں طرف گذرگاہِ جبرائیل اور قدمانِ مبارک
 کی برکتیں، اور پشتِ اللہ کی طرف حضرت فاطمہ الزہراء
 رضی اللہ عنہا کے تبرکاتِ عالیہ اور اصحابِ ہدیہ رضوان
 اللہ علیہم اجمعین کے آثارِ مبارکہ کی جلوہ ریزیاں یہ سب کچھ
 جنت نہیں تو اور کیا ہے؟ حضرت حسن علیہ الرحمۃ نے
 کیا خوب فرمایا ہے۔ کہ

نہ پوچھو ہم کہاں پہنچے اور ان آنکھوں نے کیا دیکھا
 جہاں پہنچے وہاں پہنچے جو دیکھا دل کے اندر ہے
 منور چشم زائر ہے جمالِ عرشِ اعظم سے
 نظر میں سبز قبہ کی تجلی جلوہ گستر ہے
 یہ رفعتِ درگاہِ عرشِ آستان کے قریب سے پائی
 کہ ہر ہر سانس ہر ہر کام پر معراجِ دیگر ہے
 ہزاروں بے نواؤں کے ہیں جھگٹ آستان پر
 طلبِ دل میں صدائے یا رسول اللہ لب پہ ہے
 تری رحمت کے صدقے یہ تری رحمت کا صدقہ تھا
 کہ ان ناپاک آنکھوں کو یہ نظارہ میر ہے

اٹھتے ہیں جب میں حج کے لئے آیا
 ہوں تو راولپنڈی سے چلنے والی

قومِ مسلمانِ خانی

پاک حج ٹرانسپورٹ کے ذریعہ آیا تھا۔ اور تین سو حاجیوں
 کا یہ قافلہ متعدد بسوں پر سوار تھا کہ کوئٹہ، ایمان، ہزار

بصرہ اور کوئٹہ سے ہوتا ہوا سرزمینِ حجاز میں پہنچا

تھا۔ اس سفر کی بھی میں نے ڈائری لکھی تھی۔

ماہِ طیبہ میں شائع ہو چکی ہے۔ اس ڈائری کی چند

سطریں اس وقت یہاں درج کرتا ہوں۔ اللہ کے اس

قافلہ میں ایک تو مسلم سکھ پر و فیہر بھی تھے جو کار

کالج راولپنڈی میں پروفیسر تھے۔ اور انشرف باسلام ہو چکے تھے۔ اور اب ان کا نام "شاہ رحمن" تھا۔ ان کا تذکرہ اس وقت کی ڈائری میں میں نے حسب ذیل نظموں میں کیا تھا۔

نومسلم حاجی | میری سیٹ کی بیچے کی سیٹ پر
ایک تشریح امتدین، سنت کے
مطابق باریش اور انتہائی نورانی شکل کے حاجی
صاحب تشریف فرما ہیں۔ ہر وقت قرآن خوانی
اور دود شریف پڑھنے میں مشغول رہتے ہیں۔
دیافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ بزرگ گارڈن
کالج راولپنڈی کے پروفیسر ہیں۔ چند سال پہلے سکھ
تھے۔ خدا تعالیٰ نے ان پر خاص کریم فرمایا اور یہ
اپنے اہل و عیال سمیت حلقہ بگوش اسلام ہو
چکے ہیں۔ اپنے محلہ میں ایک مسجد بھی بنوائی
گئی اور اب حج کو جاسکتے ہیں۔ سبحان اللہ!
ایسا ایمان افزہ انقلاب دیکھ کر دل بڑا مسرور
ہوا۔ یہ خدا کی شان ہے۔ کہ ایک نومسلم سر
تاپا اشتیاق بن کر زیارت حرمین شریفین کر جا
تا ہے۔ اور ایک نام کے مسلمان وہ بھی ہیں

جو استطاعت کے باوجود لندن و پیرس کے چکر تو
 کاٹتے ہیں۔ مگر حج کے سفر کو "اڈٹ آف فیشن"
 سمجھتے ہیں۔

اب اس دفعہ جو میں حج کو آیا ہوں۔ تو آپ پڑھ چکے
 کہ جہاز میں ہم نے احرام نہیں باندھا تھا۔ اور ہمارا ارادہ
 مسجدِ مبارکہ مدینہ منورہ بنے آنے کا تھا۔ چنانچہ جب ہم جدہ پہنچے
 اور کسٹم ہاؤس کے طویل و عریض وسیع مقام میں جمع ہوئے
 تو میری آنکھیں اس انہو کثیر میں ان لوگوں کی تلاش
 میں رہیں۔ جو بغیر احرام کے تھے۔ چنانچہ مجھے جو حاجی بھی
 بغیر احرام کے نظر آئے۔ میرا دل بے حد مسرور ہوتا۔ کہ یہ
 بھی ہماری طرح پہلے مدینہ منورہ کی حاضری دے گا۔ اسی
 تلاش میں مجھے ایک خوش پوش حاجی صاحب نظر آئے۔
 جو سفید سلوار اور خوش نما اپکن میں ملبوس تھے۔ انہیں

دیکھ کر دل خوش ہوا۔ کہ یہ صاحب بھی کوئی ہمارے ہی
 رشتہ سفر ہیں۔ اور پہلے مدینہ منورہ ہی کی حاضری دینگے۔
 میری طرف ان کی پیٹھ تھی۔ تقویٰ ویز کے بعد انہوں نے
 اپنا رخ بدلا۔ اور منہ ان کا میری طرف ہوا۔ تو میں انہیں
 دیکھتے ہی بے ساختہ اٹھا۔ اور دوڑتا ہوا ان کے جا بٹھا۔
 انہوں نے مجھے دیکھا۔ تو فرط مسرت سے پکار اٹھے۔ مولانا

بشیر صاحب! اور میں بھی خوشی سے پکار اٹھا۔ کہ پروفیسر
 شاہ رحمن صاحب! سبحان اللہ! یہ وہی تو مسلم حاجی صاحب
 تھے جو شہدہ میں بھی میرے ساتھ حج کو گئے تھے۔ اور
 میرے والی بس میں میری پچھلی سیٹ پر تشریف فرما تھے۔
 آپ خود ہی اندازہ کر لیجئے، کہ اس دفعہ بھی جدہ شریف میں
 ان سے مل کر اور یہ معلوم کر کے کہ اس سال بھی یہ
 حج کے لئے گئے ہیں۔ مجھے کس قدر خوشی ہوئی ہوگی۔
 شہدہ کی ملاقات اور سفر حج میں اکٹھا رہنے کے بعد
 پروفیسر صاحب مجھ سے کافی انس رکھنے لگے۔ اتنا
 سفر میں میری تقریریں سن سکر رویا کرتے تھے، اور ہاتھ
 چوما کرتے تھے۔ اور پھر واپسی کے بعد راولپنڈی میں مجھے
 بلا کر اپنی مسجد میں ایک محفل میعاد منعقد کر کے میری تقریر
 بھی کرائی تھی۔ خدا کے فضل و کرم سے پروفیسر صاحب
 کو اپنے علم و فضل کی بدولت حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 سے کچھ ایسا پیار اور محبت ہو گئی ہے۔ کہ وہ اس حقیقت
 کا اعلان فرماتے رہتے ہیں کہ اگر "نوی خشک تو حید ہی -
 اسلام ہوتی۔ تو مجھے اسلام قبول کرنے میں کچھ فائدہ نہ
 ہوتا۔ اسلام تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و پیار
 اور آپ کے ادب و احترام کا نام ہے۔ اور یہ دیکھ کر

دل بڑا خوش ہوتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال عالیہ مثلاً حضور کے علم و وقار، اور آپ کے تصرف و اختیار پر عقلی دلائل پیش کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی مثل سمجھنے والی "عقل" کی تکذیب و تردید کرتے ہیں ایک نو مسلم کے لیے پاکیزہ خیالات و ایمان پرور جذبات دیکھ کر ان کی قبولیت پر رشک آتا ہے اور میں خود ان کے ہاتھ چوم لیا کرتا ہوں

اس دفعہ بھی جدہ شریف میں انہیں دیکھ کر بید خوشی ہوئی۔ میں نے دریافت کیا۔ کہ کیا آپ اسی جہاز پر تشریف لائے ہیں؟ اور اگر یہی بات ہے۔ تو جہاز میں تو کہیں ملاقات ہوئی نہیں۔ کیا بات ہے؟ پروفیسر صاحب نے فرمایا۔ نہیں مولانا! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت تو مجھے رمضان شریف سے بھی پہلے ہی یہاں لے آئی ہے۔ میں رمضان شریف سے پہلے ہی یہاں پہنچ گیا تھا۔ اور عمرہ کرنے کے بعد مدینہ منورہ حاضر ہو گیا تھا۔ اور حضور کی مہربانی سے سارا رمضان شریف حضور ہی کے قدموں میں گزارا ہے۔ اور ابھی تک وہیں ہوں۔ اس جہاز کی خبر سن کر میں آج ہی مدینہ منورہ سے یہاں پہنچا ہوں اور اپنے ایک دوست کی تلاش میں ہوں۔ وہ تو ملا نہیں

اور آپ مل گئے۔ اور اب میں پھر مدینہ منورہ ہی جاؤں گا۔
 اور حج کے ایام میں کعبہ شریف کی حاضری دوں گا۔
 پروفیسر صاحب کا یہ جذبہ عالیہ دیکھ کر میں حیران رہ
 گیا۔ اور سوچنے لگا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی ان پر یہ کس قدر مہربانی
 ہے۔ کہ حقوٹے ہی دنوں میں یہ کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔
 خدا شاہد ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر سنتے
 ہی پروفیسر صاحب کی آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں۔ اور
 یہ دوسری مرتبہ کی حاضری بقول ان کے حضور ہی محبت
 کی بہن منت ہے۔ ورنہ فریضہ حج تو وہ ادا کر ہی چکے
 تھے۔ سچ ہے۔ محبت و عشق نبوی ہر ایک کا حصہ نہیں
 یہ مقدس اور گرانقدر نعمت اس کے اہل ہی کو ملتی ہے۔
 ایک بادشاہ اپنے جام میں پکا ہوا اپنا تبرک اپنے کسی
 معزز و مقرب ہی کو دیتا ہے۔ یہ کبھی کسی نے نہ دیکھا
 ہوگا۔ کہ ایک بادشاہ اپنا "جوٹھا" کسی بھٹی کو دے رہا ہو۔
 وہ اگر یہ تبرک دے گا۔ تو کسی خاص مصاحب و مقرب
 کو دے گا۔ بلاشبہ "حب رسول" یہ ایک "تبرک حق"
 ہے۔ جو خاصانِ خدا ہی کو ملتا ہے۔ نا اہلوں کو نہیں۔
 مدینہ منورہ کے عرصہ قیام میں پروفیسر شاہ رحمن صاحب
 سے ہر روز مسجد نبوی شریف میں ملاقات ہوتی ہے۔ اور

آپ مواجہہ شریف کی عازری کے بعد زیادہ تر گنبدِ خضرا کے سامنے مہین مسجد میں بیٹھے رہتے۔ اور درود شریف و درود و وظائف پڑھنے میں مشغول رہتے ہیں۔

مدینہ منورہ سے واپسی

حج کے ایام قریب آ رہے ہیں۔ اور اب مدینہ منورہ سے واپسی ہونے کا وقت بھی قریب آ رہا ہے۔ مدینہ منورہ سے واپسی کا منظر میں کبھی دیکھ چکا ہوں۔ اور ان ایام میں بھی جب کوئی زائر مدینہ منورہ سے پلٹتا ہے۔ دیکھتا ہوں۔ بس یوں سمجھے۔ جیسے دودھ پیتے بچے کو ماں کی گود سے اس وقت چھینا جائے جب وہ بڑے اطمینان و سکون سے دودھ پی رہا ہو۔ تو اس وقت آپ خود سوچ لیجئے۔ کہ اس بچے کی کیا حالت ہوتی ہے۔ اور وہ کس قدر چھینتا ہے۔ بخدا۔ روشہ النور کی جدائی اس گھڑی سے کہیں زیادہ پریشان کن ہوتی ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فدائی و شہدائی واپسی کے وقت روتے اور چھینتے ہیں۔ اور بعض کو تو غش بھی آجاتا ہے۔ اب میں یہ سوچے لگا ہوں۔ کہ جدائی کے دن قریب آ رہے ہیں۔ مواجہہ شریف میں حاضر ہوتا ہوں۔ تو جدائی

اور سبز نورانی پردوں کو دیکھ دیکھ کر آنسو بہاتا ہوں اور سوچتا ہوں۔ کہ کیا اب اس نورانی منظر کے نظارہ کو ترسنے کے دن پھر آئے ہیں۔ اور کیا اب میں پھر حضور سے بچھڑ جاؤں گا؟ روتا ہوں۔ آنسو بہاتا ہوں۔ اور دعائیں کرتا ہوں۔ کہ آقا! اس اپنے غلام بشیر کو پھر بلانا۔ پھر اس نعمت سے سرفراز فرمانا۔ حضور! میری اس حاضری کو قبول فرمائیں۔ اور میری اس تمنا کو بھی قبول فرمائیں۔ کہ سے

مدینے جاؤں پھر آؤں دوبارہ پھر جاؤں

تمام عمر اسی میں تمام ہو جائے

اب ان آخری دنوں میں حاضری پاک کچھ عجیب کیفیت سے ہونے لگی ہے۔ ابتدائی دنوں میں خوشی ہی خوشی تھی۔ مگر اب فراق و ہجر کے خیال سے دل پریشان بھی رہنے لگا ہے۔ مگر وہ لذت جو حاضری میں ملتی رہی۔ اس میں کوئی فرق نہیں۔ بلکہ اور بھی زیادہ حاصل ہو رہی ہے۔

میرے عم زاد بڑے بھائی حضرت مولانا عبدالقادر صاحب

بھی ایساں (بھارت) الہ آباد سے حج کے لئے آئے ہیں

میں تو مہینہ بھر یہاں پہلے حاضر ہو گیا ہوں اور بھائی

صاحب قبلہ عبارت سے آخری جہاز پر آنے والے ہیں۔ ان کا جہاز سنا ہے کہ ۲۶ مئی تک جدہ پہنچ جائے گا اور مجھے انہوں نے لکھا تھا۔ کہ میں ۲۶ مئی سے پہلے پہلے مکہ معظمہ پہنچ جاؤں۔ اور وہاں ایک مکان کا انتظام کر رکھوں۔ ہماری پاکستانی ڈاڑھیوں میں حج کا دن ۵ جون کو لکھا ہے۔ لیکن یہاں افواہ گرم ہے۔ کہ حج بہر جون کو ہوگا بہر حال اب مدینہ منورہ سے باہر درخواستہ روانگی کا پروگرام زیر غور ہے۔ اور میں نے اپنے ارادہ کا اظہار حضرت غلام حیدر صاحب سے کر دیا ہے۔ اور حضرت موصوف نے فرمایا ہے۔ کہ سینچر کے روز آپ کی روانگی کا انتظام کر دیا جائے گا۔

میں اپنی قیامگاہ پر آیا ہوں۔ اور رشید و بلا اور ان کی والدہ سے کہا ہے۔ کہ انشاء اللہ اب سینچر کے روز یہاں سے مکہ معظمہ کو روانگی ہے۔ رشید جو بلا کا

ذہن اور شیدائی مدینہ منورہ ہے۔ کہنے لگا۔ کہ ابھی آپ

مجھے یہیں چھوڑ جائیے۔ اور حج کرنے کے بعد پھر آئیے

اور مجھے یہاں سے پھر ساتھ لے لیجئے گا۔ یہ حقیقت ہے

کہ رشید کی اکثر باتیں مجھے رُلا دیتی ہیں۔ اور وہ ایسی

منہ کی باتیں کرتا ہے۔ کہ اس کی چھوٹی سی عمر میں اس

کی بند خیالی دیکھ کر حیران رہ جاتا ہوں۔ میں نے اس سے کہا: بیٹا! ہمارے ساتھ ہی تم بھی چلو۔ اب اللہ کا گم بھی تو چل کر دیکھو۔ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہاں تشریف لے جاتے تھے۔ اور حج کے دنوں پھوٹے بڑے سبھی وہاں جاتے ہیں۔ ۷ دن وہیں گزارنے ہوں گے۔ خدا نے چاہا۔ اور حضور کا کرم ہوا۔ تو ہم پھر بھی یہاں آئیں گے۔ چنانچہ رشید اب خوش ہے۔ اور کعبہ معظمہ کی زیارت کے لئے بھی تیار ہونے لگا ہے۔

جمعرات کو حضرت شاہ رحمٰن سے

مَحْفَلِ مِیْلَاتِ

ملاقات ہوئی۔ تو پروفیسر صاحب نے

فرمایا۔ کہ حضرت غلام حیدر صاحب کل بعد از نماز جمعہ اپنے مکان میں محفل میلاد منعقد کرنے والے ہیں۔ اور میرے وہ خاص کرمفرما ہیں۔ مجھ سے انہوں نے کل کی محفل میں شرکت کے لئے فرمایا ہے۔ اور میں نے ان سے کہا ہے۔ کہ اس محفل میں مولانا بشیر صاحب کو بھی جو آپ ہی کے پاس ٹھہرے ہوئے ہیں۔ بلائیے۔ اور ان سے کچھ بیان بھی سنیے۔ حضرت غلام حیدر صاحب نے پوچھا۔ کہ کیا یہ کچھ بیان بھی کر لیتے ہیں۔ تو میں نے جواب دیا۔ کہ آپ سنیے تو سہی۔ چنانچہ جمعہ کے روز حضرت غلام حیدر صاحب نے مجھ

سے فرمایا۔ کہ آج بعد از نماز جمعہ آپ کھانا میرے مکان پر
کھائیے۔ اور محفل میلاد میں بھی شرکت کیجئے۔ میں نے
یہ دعوت قبول کر لی ہے۔ اور نماز جمعہ کے بعد میں ان
کے مکان پر گیا ہوں۔ رشید و بلاں بھی میرے ساتھ ہیں
مجھ سے قبل حضرت خواجہ غلام قطب الدین صاحب تونسہ
شریف اور ان کے چند خدام۔ پروفیسر شاہ رحمن صاحب
اور راولپنڈی و کراچی اور گوجرانوالہ کے چند معزز حضرات بھی
وہاں پہنچ چکے تھے۔ پُر تکلف مدنی دعوت کے بعد محفل
پاک کا افتتاح تلاوت و نعت خوانی سے ہوا۔ اور پھر مجھے
کچھ سنانے کے لئے ارشاد ہوا میں نے اس مختصر سی
محفل پاک میں اعلیٰ حضرت کی نعت "چمک تجھ سے پاتے ہیں
سب پانیلے" مدینہ پاک کی مقدس سرزمین پر اور روضہ انور
کے بالکل قریب اس مکان میں جب میں نے یہ
شعر پڑھا۔

مدینے کے خطے خدا تجھ کو رکھے

فقروں غریبوں کے بٹھرانے والے

تو میری کیفیت کیا عرض کروں۔ کہ کیا تھی۔ آپ خود

نصیر فرمائیے۔ کہ سرزمین پاک پر اور گنبد خضراء کے متصل

اعلیٰ حضرت کی اس نعت کے اس شعر نے کیا رنگ جمایا

ہوگا۔ سامعین پر بھی کیف طاری اور آنکھوں سے آنسو جاری
 تھے۔ پھر میں نے حاضری مدنیہ منورہ کی برکتیں، اور اس
 نعمتِ عظیمہ کی عظمت کا بیان شروع کیا۔ اور اثناء بیان
 میں یہ شعر پڑھا۔

کرم یا محمد، کرم یا محمد

کہ در پر تمہارا غلام آگیا ہے

اللہ اکبر! کیا عرض کروں۔ کہ اس شعر نے کیا رطفا و

سرور پیدا کیا۔ سرزمینِ طیبہ، اور روضۃ النور کی قربت اور
 سرکارِ دو عالم کے غلاموں کا بھیک مانگنے کے لئے اس بارگاہِ
 عالی میں حاضر ہونا۔ ان حقائق کے پیش نظر یہ شعر پڑھتے
 ہوئے اس گنہگار کے بدن پر لرزہ طاری ہو گیا۔ آنکھوں
 سے عقیدت کے موتی جھڑنے لگے۔ اور دستِ سواں اوپر
 اٹھ گیا۔ اور زبان بار بار یہی شعر دہرانے لگی۔

کرم یا محمد کرم یا محمد

کہ در پر تمہارا غلام آگیا ہے

یہ حقیقت ہے کہ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی

نظرِ رحمت اس وقت خاص طور پر اس محفلِ میلاد پر منعطف
 تھی۔ اور سب کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اور
 حاضرین محفلِ نقوی دیر تو میری ہی زبان سے یہ شعر

سنے رہے۔ کہ سہا

کرم یا محمد، کرم یا محمد

کہ وہ پر تمہارا غلام آگیا ہے

اد پھر جب میں نے متعدد بار یہ شعر دہرایا۔ تو ساری

مخمل کا ایک عجیب وگم کٹا۔ اد یوں نظر آنے لگا۔ کہ

آقا اپنے غلاموں کو بھیک دینے کیلئے تشریف فرما ہیں۔ اد

غلام بے خودی کے عالم میں بڑھ بڑھ کر یہ عرض کر رہے ہیں کہ

کرم یا محمد، کرم یا محمد

کہ وہ پر تمہارا غلام آگیا ہے

میرے اس شعر پڑھنے اد بار بار دہرانے سے اب کیفیت

یہ ہو گئی۔ کہ حضرت خواجہ غلام قطب الدین صاحب پر بے

خودی طاری ہوئی۔ اور روتے ہوئے وہ بھی یہی شعر پڑھنے لگے

کرم یا محمد، کرم یا محمد

کہ وہ پر تمہارا غلام آگیا ہے

اس کے بعد پھر حضرت شاہ رحمن صاحب نے بھی

کیفیت سے یہی کہنا شروع کر دیا۔ پھر دوسرے صاحب

نے بھی، پھر تیسرے نے بھی۔ حتیٰ کہ حضرت غلام حسین

صاحب بھی اسی کیفیت میں بے ساختہ پکار

اٹھے۔ کہ سہ

کرم یا محمد ، کرم یا محمد !
 کہ در پر تمہارا غلام آگیا ہے
 اب اس محفل میں ایک عجیب رنگ پیدا ہو چکا
 تھا۔ سب کے سب روئے ہیں۔ اور دیوانہ وار لائق
 تھے ہوئے ہیں۔ اور سب اپنی اپنی دھن میں یہی پکار
 لگے ہیں۔ کہ

کرم یا محمد ، کرم یا محمد !
 کہ در پر تمہارا غلام آگیا ہے
 اب جو سب کے سب ایک ہی عرض کر رہے تھے
 تو میرے کانوں نے حضرت خواجہ غلام قطب الدین صاحب
 کو یہ شعریوں پڑھتے ہوئے سنا۔ کہ

کرم یا محمد ، کرم یا محمد !
 کہ در پر تمہارے غلام آگئے ہیں
 گویا ہم سارے کے سارے ہی حضور کے غلام ہیں
 جو بھیک مانگنے کو حاضر ہو گئے ہیں۔ یا رسول اللہ ! کرم
 فرمائیے۔ آقا ! اور بھیک دیجئے حضور ! سبحان اللہ ! اس
 محفل پاک کا یہ کیف و سرور کبھی نہ بھولے گا۔ یہ محفل
 پاک پھر قیام و سلام پر ختم ہوئی۔ اس گندہ گار نے
 مصطفیٰ جانِ رحمت پر لاکھوں سلام "علیہ السلام" کا یہ

ام پڑھا۔ اور دعا ہوئی۔ بعد ازاں دعا میں نے رشید و بلاں
 دیکھا۔ جن کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ معلوم ہوا کہ آقا کے حضور
 یہ نئے سائل بھی اپنے داتا سے رو کر بھیک مانگ رہے
 تھے۔ حضرت غلام حیدر صاحب مجھ سے بڑی محبت و
 شفقت کے ساتھ ملے۔ اور بَارَكَ اللهُ وَأَحْسَنَتْ كَيْدِ
 مبارک کلمات سے مجھے داد دی۔ اور بڑی مسرت کا اظہار
 کیا۔ اور فرمایا کہ مجھے آپ سے تعارف حاصل نہ تھا۔
 پروفیسر صاحب نے فرمایا کہ مولانا تو اپنے ملک میں
 شیر پنجاب کے نام سے مشہور ہیں۔

یہاں حضرت غلام حیدر صاحب نے ایک بڑے
 سمسار منہ کی بات ارشاد فرمائی۔ فرمایا کہ یہاں

بڑے بڑے ذی علم، ذی جاہ، بادشاہ اور امیر بھی آتے
 ہیں۔ مگر یہاں جن کے حضور حاضر ہوتے ہیں۔ ان کے
 سامنے کسی کی کوئی امتیازی حیثیت ظاہر نہیں رہتی۔ اس
 بارگاہ کے سبھی غلام ہیں۔ اور سب ہی یہاں سائل و
 محتاج بن کر آتے ہیں۔ اپنے اپنے ہاں کوئی کچھ بھی ہو۔
 مگر یہاں تو حضور ہی حضور کا جلوہ ہے۔ حضرت غلام حیدر
 صاحب کا یہ ایمان افروز ارشاد سنکر دل خوش ہوا
 اور حقیقت یہی یہی ہے۔ کہ دریا جب تک سمندر سے

دور ہے۔ اس کی امتیازی حیثیت باقی ہے۔ کوئی سٹیج کہلاتا

ہے۔ کوئی بیاس، کوئی چناب اور کوئی راوی۔ مگر جب یہ

اپنے اصل سمندر سے جا ملتے ہیں، تو نہ سٹیج کا نام باقی

رہتا ہے، نہ بیاس کا، نہ چناب کا اور نہ راوی کا۔ پھر تو

سمندر ہی سمندر ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جنت

بھی ایک ناپیدا کنار سمندر ہے۔ اور اسی سمندر سے تمام

عظمتیں، تمام رفعتیں اور تمام خوبیاں نکلیں۔

اسی دنیا سے یہ نہریں ہوئیں جاری ساری

اور یہ نہریں جب اپنے اپنے علاقوں میں ہوتی ہیں۔

تو ان کے امتیازی وصف نمایاں نظر آتے ہیں۔ مگر جب

یہ اپنے اصل سے آملتی ہیں، تو پھر بمطابق سے

جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو وہی تو ہے

— ہر سمت حضور ہی حضور نظر آتے ہیں۔

. . . . کوئی شیر پنجاب ہو یا افضل العلماء، غوث زمانہ ہو

یا تاج الاولیاء، جب مدینہ منورہ حاضر ہوتا ہے۔ تو اس کی

انہی جہد حینتیں اس بحر ذخار میں مل کر ظاہر نہیں رہتیں۔ اور

بڑے بڑے علم و فضل اور قرب والے بھی یہاں حاضر ہوتے ہیں

تو اس طرح کہ وہ کوئی جانے منہ میں زباں نہیں

نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

اسی لئے شاعر نے لکھا ہے۔ کہ
 ادب کا ہیبت زیر آسماں از عرش نازک تر
 نفس گم کردہ می آید جنبید و بایزید اینجا
 ہمہ کے روز رات کو مکہ معظمہ کی تیاریوں میں مصروف
 رہا ہوں۔ اس لئے کہ حضرت غلام حیدر صاحب نے فرما دیا
 ہے۔ کہ کل عصر کے وقت آپ کی بس یہاں سے روانہ
 ہوگی۔

۱۲ مئی بڑی ہفتہ

آج صبح اٹھا ہوں۔ اور حسب معمول بارگاہِ معنی کی حاضری
 دی۔ نماز پڑھی۔ سلام عرض کیا۔ لیکن آج سلام کے لئے حاضری
 کے وقت یہ خیال آ رہا ہے۔ کہ کل صبح یہ مبارک گھڑی
 نصیب میں نہ ہوگی۔ اور افسوس کہ اس کیف و سرور اور
 آقا کے حضور حاضری کے اس لطف کو ترسنا ہوگا۔ خدا شاہد
 ہے۔ کہ اس خیال سے دل تڑپنے لگا۔ اور مواجہہ شریف میں
 ان گنہگار آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ سر ہلکا ہوا ہے اور
 زبان یہ شعر ادا کر رہی ہے۔ کہ

غنیمت جاننے مل بیٹھنے کو !
 جدائی کی گھڑی سر پر گھڑی ہے

آج جی پھر کر عرضیں کر رہا ہوں۔ اور کبھی کبھی جھکی ہوئی نظروں کو اوپر اٹھا کر سنہری جالیوں اور سبز پردوں کی بھی زیارت کر لیتا ہوں۔ اور سوچ رہا ہوں کہ اب بعد از فراق آنکھیں بند کر کے تصور ہی میں یہ پیارا منظر نظر آیا کرے گا۔ اس لئے کہ اہل محبت حالت بعد میں دیدار جاناں کے لئے یہی طریق اختیار کیا کرتے ہیں۔ جیسے کہ ایک شاعر نے لکھا ہے۔ کہ

الٹی ہی چال چلتے ہیں دیوانگانِ عشق

آنکھوں کو بند کرتے ہیں دیدار کے لئے

دل نہیں چاہتا کہ یہاں سے ہوں۔ سینکڑوں کے اس

اجتماع میں جو ہر وقت مواجہہ شریف میں نظر آتا ہے۔

اور بالخصوص ہر نماز کے بعد تو عشاق نبوی اور پروانہ لائے

شمع رسالت کا اس قدر ہجوم ہوتا ہے۔ کہ سنہری جالیوں کے

قریب پہنچنا بڑا ہی دشوار ہو جاتا ہے۔ مجھے خدا کے فضل

اور حضور کی مہربانی سے جالی شریف کے سامنے کے ستون

کے پاس جگہ مل ہی جاتی ہے۔ اور میں ہر روز اور ہر

نماز کے بعد اسی ستون کے ساتھ آقا کے حضور دست

بستہ کھڑا ہو جاتا ہوں۔ اور مہر جھکائے ہوئے سینکڑوں

دوسرے غلاموں اور فریادوں کے اس پیارے ہجوم میں

اپنی عرضیں پیش کرتا رہتا ہوں۔ عمر بھر کا خلاصہ اور ساری نعمتوں کی جان یہی وہ ساتھی ہیں۔ جن ساعتوں میں اس پیلے ستون کے پاس آقا کے حضور حاضری کا موقعہ ملتا ہے۔ آج تو اس جگہ سے ہٹنے پر دل نہیں چاہتا۔ چنانچہ کالی عرصہ یہیں رہا ہوں۔ اور اپنے مالک و مولے اور اپنے آقا و وانا سے بہت کچھ مانگا اور مانگا اور پایا۔ اور کیوں نہ ہو جبکہ یہ اُس کریم آقا کا دربار ہے۔ جس کے متعلق اعلیٰ حضرت نے لکھا ہے۔ کہ

منگنے کا ہاتھ اٹھنے ہی وانا کی دین ہے!

دوری قبول و عرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے

اور یہ اُس کریم آقا کی بارگاہ ہے۔ جس سے اگر مانگا جائے۔ تو دوسرے سخوں کے برعکس آپ خوش ہوتے ہیں۔ دوسرے کسی کریم سے مانگیے۔ تو مانگنے والا دعائیں دیتا ہے۔ مگر یہاں یہ عالم ہے۔ کہ خود کریم آقا اپنے مانگنے والوں کو دعائیں دیتا ہے۔

آتا ہے فقیروں پر انہیں پیار کچھ ایسا!

خود بیک دین اور خود کہیں منگنے کا عبدا ہو

چنانچہ اس گنہ گار فقیر نے اپنے سخی آقا سے جو مانگا تھا۔ مانگا۔ مانگا اور پایا۔ اور پھر سلام عرض کر کے گھر واپس

آیا ہوں۔ اور آج چونکہ مکہ معظمہ کو سعادت کی روز ہے۔ اس لئے
 رشید و بلال اور ان کی والدہ کو دیکھا کہ سامان درست کر رہے
 ہیں۔ رشید و بلال کی والدہ نے مجھ سے کہا۔ کہ میں بھی ابھی
 ابھی بارگاہِ عالی کی حاضری دے کر آئی ہوں۔ اور اسب آپ
 کچھ یہ سامان درست کیجئے۔ میں پھر بارگاہِ عالی میں جا رہی
 ہوں۔ میرا تو دل چاہتا ہے۔ کہ سارا دن آج وہیں حاضر
 رہوں۔ میں نے اس سے کہا۔ کہ تم جاؤ۔ اور میں سامان
 درست کرتا ہوں۔ چنانچہ اب میں رشید و بلال تینوں گھر
 میں ہیں۔ اور منتشر چیزوں کو جمع کر رہے ہیں۔ یہ دیکھتے
 دونوں بھائی کسی بات پر آپس میں جھگڑا پڑے ہیں۔ میں
 نے رشید کو ڈانٹا ہے۔ مگر یہ پھر بھی باز نہیں آیا۔ اور نے
 میں نے سختی سے ڈانٹا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہا ہے کہ
 تم گھر پہنچو گے۔ تو تمہارے بڑے بھائی عطاء المصطفیٰ سے
 میں تمہیں پٹواؤں گا۔ خدا سلامت رکھے رشید کو۔ اس کے
 جواب میں اس نے ایک اور ایمان افروز بات کہہ ڈالی۔
 جس سے میرا نصہ ٹھنڈا پڑ گیا۔ کہنے لگا۔ بھائی جان سے
 آپ پٹوایش گئے کیا؟ مدینہ شریف سے ہو کر جا رہا ہوں۔
 وہ تو میرے بہرہ جو میں گئے۔ سبحان اللہ! کیا سچی بات کہہ
 ڈالی ہے۔ واقعی مدینہ منورہ کے توکتے بھی ہمارے لئے قابل

تعمیم ہیں۔ اور یہ میں دیکھ چکا ہوں۔ کہ جو شخص مدنیہ منورہ سے ہو کر گھر واپس لوٹتا ہے۔ لوگ واقعی اس کے پیر بھی چومتے ہیں۔

آج بعد از ظہر حضرت غلام حیدر صاحب کا پیغام آیا۔ کہ نماز عصر کے بعد آپ کی بس روانہ ہو جائے گی۔ چنانچہ بعد از ظہر ہم سب نے غسل کیا ہے۔ اور میں نے اپنا احرام نکالا۔ عزیزی رشید و بلال کے نغھے احرام بھی

احرام

نکالے۔ یہ احرام ہم کراچی سے خرید کر ساقہ لائے ہیں۔ احرام کی دو سفید چادریں ہوتی ہیں۔ ایک اوپر اور دھونے کے لئے۔ اور ایک نیچے باندھنے کے لئے۔ اور حالت احرام میں سر نکا ہونا ضروری ہے۔ اور جوتا اس قسم کا ہو۔ جس سے پیر کا اوپر کا حصہ یعنی ابری ہوئی ہڈی ڈھکنے نہ پائے۔ یعنی جوتے کا پنجہ چھوٹا ہونا چاہیے۔ تاکہ پیر کا اوپر کا حصہ نککا ہے۔ میں نے لو مدنیہ منورہ سے اپنے لئے دو ریاں کی ایک چپیں خرید

لی ہے۔ اور رشید و بلال کے لئے بھی اسی ساخت کی دو چپیاں خریدی ہیں۔ یہ چپیاں حالت احرام کے لئے

بڑی موزوں ہیں۔ عورتوں کا احرام بڑا آسان ہے۔ سر پر عرش ایک کپڑا باندھنا پڑھتا ہے۔ جس سے سر کے سارے بال اس کپڑے کے نیچے آجائیں۔ اور جس طرح

مرد کے لئے سر کا تنگا رہنا ضروری ہے۔ اسی طرح عورت کے لئے اس کے منہ کا تنگا رہنا ضروری ہے۔ سبحان اللہ!

یہ بھی ایک امتحان ہے۔ ہزاروں لاکھوں کے اجتماع میں عورت کے لئے یہ حکم کہ منہ پر کپڑا نہ لگنے پائے۔ گویا اس بات کا اعلان ہے۔ کہ اس پاکیزہ اجتماع میں شیطان و

شیطانیت کا کوئی دخل نہیں۔ اور واقعی ہوتا بھی یہی ہے

کہ کئی لاکھوں کے اجتماع میں عورتیں تنگے منہ ہوتیں ہیں۔ مگر کیا مجال کہ کسی کے دل میں کوئی وسوسہ تک بھی آئے۔

رشید و ہلال کی والدہ نے بھی اپنا احرام نکالا۔ اور ہم سب نے منس کر کے آج اپنا اپنا احرام زیب تن کر لیا ہے۔

سبحان اللہ! یہ لباس بھی ایک عجب ایمان افروز ہے۔ رشید و ہلال نے جب احرام باندھا ہے۔ تو میری آنکھیں یہ

پیارا نظارہ دیکھ کر خوشی کے عالم میں شکر یہ کے سوتی آنسوؤں کی شکل میں بکھرنے لگی ہیں۔ بخدا بڑے ہی پیارے معلوم،

ہو رہے ہیں۔ اور یہ دونوں بھائی خود بھی اس لباس کو پہن کر بڑے خوش ہیں۔ ہمارے اس مکان کے مختلف کمروں

میں اور بھی کئی حاجی ٹھہرے ہوئے ہیں۔ ہمارے کمرے کے متصل کمرے میں دمشق کے دو مرد اور دو عورتیں رہتے

ہیں۔ اور یہ ہم سے آٹھ روز بعد میں مدینہ منورہ پہنچے ہیں۔

میری غیر حاضری میں یہ دمشق عورتیں رشید و بلاں کی والدہ کے پاس آتی ہیں۔ اور کبھی یہ ان کے پاس چلی جاتی ہے وہ عورتیں اردو نہیں جانتیں۔ اور یہ عربی نہیں بول سکتیں۔

لیکن پھر بھی چونکہ "لسانیٹ" ایک ایسی قدر مشترک ہے جس

سے دو مختلف اللسان عورتیں بھی خاموش نہیں رہ سکتیں۔ اور آپس میں کسی نہ کسی طرح چاہے اشاروں ہی سے کوئی نہ کوئی بات کر کے ہی رہتی ہیں۔ اس لئے اشاروں ہی اشاروں میں اور کچھ ٹوٹی پھوٹی زبان سے ان کا آپس میں اتنا تعارف ہو چکا ہے۔ کہ وہ دمشق کی بے والی ہیں۔ اور یہ پاکستان کی چنانچہ رشید و بلاں کی والدہ نے بتایا۔ کہ پہلی مرتبہ انہوں نے مجھ سے اشارہ کر کے یوں پوچھا۔ "تم؟ وطن؟" میں نے کہا پاکستان۔ پھر میں نے پوچھا۔ "اللہ؟" اور میں نے بھی اشارہ کیا۔ کہ "وطن؟" تو وہ بولیں۔ "شام۔ دمشق؟" اس کے بعد جب بھی کبھی یہ مل بیٹھتیں۔ رشید کی والدہ کے بیان کے مطابق یونہی اشاروں ہی اشاروں میں بہت سی باتیں ہو جاتیں۔ اسی اشارہ میں اگر میں گھر میں آتا۔ تو میرے کھانسنے سے وہ اپنے کمرے میں چلی جاتیں۔ اور دمشق مرد گھر میں آتے۔ تو وہ بھی کھانسنے کر آتے۔ اور یہ اپنے کمرے میں آ جاتی۔ رشید کی والدہ کا بیان ہے۔ کہ جب کبھی یہ

عورتیں مسجد نبوی سے آتی ہیں۔ تو میں ان سے پوچھتی ہوں
 میں: ائین؟ کہاں سے آئی ہو؟ تو وہ کہتی ہیں۔ "رسول اللہ ﷺ"
 یعنی بارگاہ رسالت مآب میں سلام پڑھ کر آئی ہیں۔ سبحان
 اللہ! کیا ہی اچھے دن ہیں۔ اور کیا ہی پیاری باتیں ہیں۔
 آج ان دمشق مرد اور عورتوں نے ہمیں احرام میں ملبوس
 دیکھا۔ تو ہمیں "مبارک" "مبارک" کہنے لگے۔ پھر رشید و
 بلاں کو دیکھ دیکھ کر مردوں نے انہیں چومنا شروع کیا۔
 اور رشید و بلاں کی والدہ پھر ان کو ساتھ لے کر ان کے
 کمرے میں گئی۔ کیونکہ ان عورتوں کی خواہش تھی کہ وہ
 بھی رشید و بلاں کو احرام میں ملبوس دیکھیں۔ چنانچہ
 یہ گئے۔ تو انہوں نے انہیں گود میں اٹھایا۔ چوما۔ اور
 کہا۔ مرجا۔ مرجا یا رشید مرجا یا بلاں۔ پھر کہا۔ ہم بعد یومین
 یعنی دو روز کے بعد ہم بھی مکہ معظمہ آئیں گے۔

لیجئے۔ عصر کا ٹائم ہو گیا۔ بس باب مجیدی کے سامنے
 کھڑی ہے۔ اور ہمارے رفیقان سفر اپنا اپنا سامان بس
 میں لائے ہیں۔ میں بھی حمال کی تلاش میں ہوں۔ جو
 ہمارا سامان اٹھا کر بس میں لے چلے۔ اور اب ہمیں
 بارگاہ رسالت میں الوداعی سلام کرنے کے لئے بھی
 حاضر ہونا ہے۔

احرام کا معنی

احرام کا معنی ہے "حرام کرنا" چونکہ حاجی جو وقت حج کی نیت کر لیتا ہے۔ تو اس پر کچھ جائز و حلال چیزیں بھی اس احرام کی وجہ سے حرام ہو جاتی ہیں۔ اس لئے اسے احرام کہتے ہیں۔ اور مجازاً ان دو چادروں کو بھی احرام کہتے ہیں۔ جن کو حاجی حالت احرام میں پہنتا ہے۔

احرام باندھنے کا طریقہ

احرام باندھنے سے پہلے حجامت بنوانی چاہیے۔ مسواک و وضو اور غسل کرنا چاہئے۔

غسل نہ کر سکیں تو وضو کر لیں۔ عورتیں اور بچے بھی نہایت اور باظہارت احرام باندھیں۔ چنانچہ ہم سب نے ایسا ہی کیا ہے۔

احرام سے پہلے سرس تیل بھی مل لیں۔ غسل سے پہلے ناخن بھی اتریا لیں۔ مرد سِلے ہوئے کپڑے اتار ڈالیں اور جمابیں بھی اتار دیں۔ احرام سے پہلے خوشبو بھی لگانا جائز ہے۔ مگر ایسی جس کا نشان باقی نہ رہے۔ احرام کے لئے دو چادریں سفید نئی یا دھلی ہونی ہوں۔ یہ دو چادریں پہن لیں۔ احرام کی نیت میقات پر کی جاتی ہے۔ ہاں میقات تک پہنچنے سے پہلے بھی دو چادریں پہنی جاسکتی ہیں۔ مگر نیت احرام میقات پر ہی کی جائے گی۔

میقات | میقات اس جگہ کو کہتے ہیں جس جگہ سے

مکہ معظمہ کو جانے والے کے لئے بغیر احرام باندھے آگے جانا جائز نہیں۔ مختلف ممالک کی مختلف میقاتیں ہیں۔ پاکستان اور ہندوستان سے جانے والوں کے لئے کوہ یلمم میقات ہے ہندوستانی اور پاکستانی جہاز جب کوہ یلمم کے محاذ سے گزرتے ہیں۔ تو حجاج احرام کی نیت کر لیتے ہیں۔ کوہ یلمم کے قریب آ جانے پر جہاز میں وصل ہو جاتا ہے۔ اور حاجیوں کو خبردار کر دیا جاتا ہے۔ کہ فلاں وقت تک جہاز میقات پر پہنچ جائے گا۔ لہذا احرام باندھنے والے تیار رہیں۔ چنانچہ حاجی حاجتیں پورا، پہانا اور وضو کرنا شروع کرتے ہیں اور احرام کی چادریں پہن لیتے ہیں۔ اور میقات آ جانے پر احرام کی نیت کر لیتے ہیں۔ ہمارے جہاز میں بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ جیسے کہ میں لکھ چکا ہوں۔ ہمیں چونکہ سیدھا مدینہ منورہ آنا تھا۔ اور ہمارا ارادہ یہ تھا۔ کہ ہم احرام وہاں سے باندھیں گے۔ جہاں خود سور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے باندھا تھا۔ اس لئے ہم نے جہاز میں احرام نہیں باندھا تھا۔ اور آج ہم نے غسل وغیرہ کر کے احرام باندھ لیا ہے۔ رشید و بلال اور میں دو دو سفید چادروں میں ملبوس ہیں۔ اور رشید و بلال کی والدہ نے اپنے سر پر سفید رومال باندھ لیا ہے۔ یہ احرام ہم نے پہن تو ہمیں لیا ہے اور نیت ہم میقات پر چکر کر رہے۔

احرام کی حالت میں اٹالکے حضور | میں نے ایک حمال کو تلاش کر کے اس سے کسی دوسرے

حمال کو بھی بلا لانے کو کہا ہے۔ اور اس کو میں نے کہہ دیا ہے۔ کہ ہمارا یہ سامان بابا بھیدی کے سامنے کھڑی ہوئی بس پر لے چلو۔ اور اس نے مجھے اطمینان دلایا ہے۔ کہ آپ کا سامان وہاں پہنچ جائے گا۔ اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان گنہ گار امتیوں کا یہ مختصر سا گھرانہ رشید و ہلال اور ان کے والدین، اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی میں الوداعی سلام عرض کرنے کو سنہری جالیوں کے سامنے حاضر ہوا ہے۔ یہ دیکھئے۔ سبز گنبد والے آقائے کل صلی اللہ علیہ وسلم کا دربار شانہ ہے۔ جہاں بڑے بڑے کرد فرما لے بھی بصد نیاز سرنگوں کھڑے ہیں۔ اور اپنی اپنی استجائیں پیش کر رہے ہیں۔ اس انبوہ کثیر میں رشید و ہلال اور ان کے والدین بھی ایک طرف کھڑے ہیں۔ اور اس وقت عجیب نظارہ ہے۔ ادھر سنہری جالیاں ہیں۔ اور ادھر احرام باندھے ہوئے رشید و ہلال اور ان کے والدین سرنگوں کھڑے ہیں۔ اور الوداعی سلام عرض کر رہے ہیں۔ یہ حقیقت ہے۔ کہ یہ وقت بڑا ہی بے چین کر دینے والا وقت ہے آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ اور رونے ہوئے ہچکیاں بندھ چکی ہیں۔

اور بار بار یہی دعائیں بھی رہی ہے۔ کہ حضور! ہمیں پھر بھی اپنے حضور بلانا۔ یا رسول اللہ! آپ کے یہ غلام با دل ناخواستہ واپس جا رہے ہیں۔ یا رسول اللہ! ہماری اس حاضری کو قبول فرمائیے۔ اور قیامت کے روز ہمیں اپنی شفاعت سے مشرف فرمائیے گا۔ اس وقت کی رقت کا حال کیا عرض کروں۔ یہ واقعہ اور حقیقت ہے۔ کہ حجاج کے لئے یہ وقت قیامت سے کم نہیں ہوتا۔ دودھ پینے والے بچے کو عین اس وقت جب کہ وہ ماں کا دودھ پنی رہا ہو۔ اگر ماں کی گود سے چھین لیا جائے۔ تو جو حال اس وقت اس بچے کا ہونا ہے۔ اس سے بھی زیادہ دردناک حال اس زائرِ مدینہ کا اس وقت ہوتا ہے۔ جبکہ وہ نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوشِ رحمت سے جدا ہونے لگتا ہے۔ یہ دیکھئے رشید و بلاں احرام میں طبوس ہیں۔ اور یہ بھی رو رہے ہیں میری اور ساتھ ہی رشید و بلاں کی والدہ کی اس وقت جو کیفیت ہے۔ رشید و بلاں اس سے بھی متاثر ہو رہے ہیں۔ اور ہم یہاں لڑے اور خوب لڑے۔ اور اب ہم اس بونے کو بھی یاد کر کے روٹینگے۔ یہ دیکھئے! حضرت غلام حیدر صاحب کا ایک آدمی آ گیا ہے۔ اور کہہ رہا ہے۔ کہ بس تیار ہے۔ جلدی چلے۔ نماز عصر سے فارغ ہو کر ہم الوداعی سلام کے لئے حاضر ہوئے

تھے۔ اور اب مغرب کا وقت بھی ہو رہا ہے۔ اور پروگرام یہ ہے۔ کہ نماز مغرب باستے میں پڑھی جائے گی۔

الوداع یا رسول اللہ : الوداع یا حبیب اللہ

الوداع یا شفیع الذنوبین : الوداع یا رحمت للعالمین

یہ دیکھئے ! بلب زار اپنے چمن سے جدا ہو رہا ہے۔

اللہی ! پھر یہ وقت آئے۔ پھر یہی سنہری جالیوں

کا سامنا ہو۔ اور پھر ان گنہ گار آنکھوں کے

سامنے یہی پاک نظارہ ہو : "السیئسے !"

لیجئے ! صاحب ہم اپنی بس پر بیٹھ گئے ہیں۔ اور ایک ہم

ہی کیا۔ سائے ہی چشم پر خم اور اپنے آقا کی جدائی سے

بیچین ہیں۔ باب مجیدی کے سامنے کھڑی ہوئی یہ بس چلنے

کو تیار ہے۔ حضرت غلام حیدر صاحب ہمیں الوداع کہنے کے

لئے پاس ہی کھڑے ہیں۔ میں نیچے اترنا۔ اور حضرت موصوف

سے اجازت چاہی۔ اور بقلیگر ہو کر ملا۔ حضرت نے دعائیں

دیں۔ اور میں نے عرض کیا ہے۔ کہ ہماری دوبارہ حاضری کے

لئے دعا فرماتے رہے گا۔ رشید و بلاں بھی نیچے اتر آئے

ہیں۔ اور حضرت موصوف نے انہیں چوما اور پیار کیا۔

اور دعائیں دیں۔ لیجئے بس چل پڑی ہے۔ اور سب نے

یک زبان ہو کر پڑھا۔

الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ !

اور اس نغمہ کے ساتھ ساتھ آنکھیں بھی آنسوؤں کے
موتی بھیرنے لگیں !

نماز مغرب کا وقت ہو چکا ہے۔ اور طے یہ پایا ہے۔ کہ
حضرت غلام حیدر صاحب کا نیا مکان جو جنت البقیع کی طرف
تعمیر ہوا ہے۔ وہاں سے کچھ حجاج کو بھی بس پر بٹھانا ہے۔
وہیں جا کر نماز مغرب ادا کر لی جائے گی۔ چنانچہ بس یہاں
پہنچ گئی ہے۔ اور نماز مغرب یہاں ادا کی گئی ہے۔ نماز
کے بعد سب سواریاں بس میں بیٹھ گئی ہیں۔ اور ہماری
بس مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کی طرف چل رہی ہے۔ یہ دیکھتے
ہے سڑک جس پر ہماری بس چل رہی ہے۔ ایک ایسی
جگہ واقع ہے۔ جو مسجد نبوی سے قریب ہی ہے۔ یہ سڑک
مسجد نبوی شریف سے بائیں جانب جنت البقیع کے پاس
سے نکل کر شہر کے ساتھ ساتھ گھومتی ہوئی مکہ معظمہ کو چلی
جاتی ہے۔ ہماری بس کافی دیر تک مدینہ منورہ کے شہر کے
گرد چلتی رہی۔ سبحان اللہ! مدینہ پاک کا نورانی شہر اور مسجد
نبوی شریف کے بلند مینار جو رات کو بجلی کے روشن قمقموں
سے جگمگایا کرتے ہیں۔ اور میلوں دور سے اپنی نورانی جلوہ
پاشیوں سے زائرین کو دعوتِ نظارہ دیتے رہتے ہیں۔ ہم

عازمین مکہ معظمہ کے پیش نظر ہیں۔ ہمارے جسم تو مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہو رہے ہیں۔ لیکن ہمارے ارواح روشنہ انور

ہی کے حضور رہ گئے ہیں۔ اور یہ ہماری آنکھیں اسی

سمت لگی ہوئی ہیں۔ جس طرح آئہ قطب نما کو چاروں طرف

گھمایئے۔ تو سوئی اپنا رخ نہیں بدلتی۔ اور ایک ہی جانب

رہتی ہے۔ اسی طرح ہماری بس تو ادھر ادھر گھومتی ہوئی

جا رہی ہے۔ مگر ہماری آنکھیں جدھر لگی ہوئی ہیں۔ بس

اُسی طرف ہی لگی ہوئی ہیں۔ اور ہم سب مسجد نبوی شریف

کے ان نورانی سیناروں کو دیکھ دیکھ کر۔

الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ!

— پڑھتے ہوئے جدا ہو رہے ہیں۔

اس وقت مجھے اعلیٰ حضرت کے یہ شہر یاد آگئے ہیں اور

میں نے بس میں روتے ہوئے یہ شعر پڑھنے شروع کر دیئے۔

خراب حال کیا دل کو پر حلال کیا

کہتے کوچہ سے رخصت نے کیا کہاں کیا

نہ روتے گل ابھی دیکھا نہ بوئے گل سو گھی

قضا نے لاکے نفس میں شکستہ باں کیا

یہ رائے کیا فقی وہاں سے پلٹنے کی نفس

ستمگر الٹی چہری سے ہمیں حلال کیا

چمن سے پھینک دیا اشیائے بلبلیں

اجاڑا خانہ بیکس بڑا کمال کیا

سو سو رحمتیں اعلیٰ حضرت کی روح پر فتوح پر کیا اپنا

اور حقیقت پیمبر مصرعہ کہا ہے۔

چمن سے پھینک دیا اشیائے بلبلیں

واقعہ کسی بلبلیں کا اشیائے چمن سے باہر پھینک دینا

جس طرح ایک بلبلی زار کے لئے انتہائی موجب رنج و ملال

ہوتا۔ یہی حال بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ دردناک، حال

اس بلبلی زار کا ہوتا ہے جسے مدتوں کے بعد چمن طیبہ

میں ٹھکانہ ملے۔ اور پھر فرقت و ہجر کا ہاتھ اس کے اشیائے

کو چمن سے باہر پھینک دے۔ تو ایسا بلبلی زار کیوں نہ ملے

اور یوں کہے کہ

چمن سے پھینک دیا اشیائے بلبلیں

اجاڑا خانہ بیکس بڑا کمال کیا

تراستم زوہ آنکھوں نے کیا بگاڑا نقا

یہ کیا سمائی کہ دور ان سے وہ جمال کیا

اللہ اکبر! اب ہم بھی جا کر اعلیٰ حضرت کے یہی شعر پڑھا

کریں گے۔ اور یاد چمن میں روایا کریں گے۔ بس میں

میرے ان شعروں نے عشاق کو اور بھی زیادہ گلا دیا

اور ایک عجیب کیفیت تھی۔ جو اس وقت بس میں طاری
تھی۔ مسجد شریف کی طرف نگاہیں۔ بیوں پر آہیں اور زبان
پر یہی دعائیں۔ کہ سے

مدینے جاؤں پھر آؤں دوبارہ پھر جاؤں
تمام عشر اسی میں تمام ہو جائے

افسوس! اب ہماری بس مدینہ منورہ سے پہلے کافی دور نکل
آئی ہے۔ اور بلکہ کافی دور نکل آئے کے مسجد نبوی شریف
کے سینے دور سے بھی اپنے طلبگاروں کو دیکھ رہے
ہیں۔ اور طلبگار انہیں دیکھ رہے ہیں۔ حالانکہ چھ میل کے
فاصلہ پر مقام ذوالحلیفہ کی پتیاں نظر آئے لگیں۔ یہ منزل

مدینہ منورہ کی میقات ہے۔ اہل مدینہ یہیں حضورِ احرام کی
نیت باندھتے ہیں۔ اور بغیر احرام باندھنے کے یہاں سے

آگے بڑھنا گنہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہیں سے
احرام باندھ کر آگے تشریف لے جاتے تھے۔ اور یہ ہماری کھلی

بڑی خوش قسمتی ہے۔ کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
گنہ گار غلام آج احرام کی نیت اس مقام سے باندھیں گے

جہاں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم احرام باندھا کرتے تھے
ہم ان جہاز میں احرام باندھنے والوں سے زیادہ خوش قسمت

ہیں۔ مبارک ہیں وہ لوگ بھی اور مبارک ہیں ہم لوگ

ہی۔ لیکن ہمیں اپنی اس خوش بختی پر بجا ناز ہے۔ کہ
ہمیں یلم کی بجائے ذوالحلیفہ میر ہے۔

یہ منزل بیر علی بھی کہلاتی ہے۔ اور ذوالحلیفہ
مقام ذوالحلیفہ بھی۔ یہاں چھوٹے بڑے ہوٹل بھی ہیں۔

اور ایک مسجد بھی ہے۔ اور یہیں لیک بجلی گھر بھی ہے جہاں
سے مدنیہ منورہ کو بجلی مہیا کی جاتی ہے۔ ہماری بس یہاں
آکر رک گئی ہے۔ اور ہم سب احرام کے لئے پیچھے اتر
آئے ہیں۔ ہم لوگ تو با وضو ہیں۔ اور احرام کی چادریں بھی
پہن چکے ہیں۔ اب نیت ہی کرنا باقی ہے۔ اور جن لوگوں
نے وضو کرنا ہے۔ اور احرام کی چادریں بھی پہنی ہیں۔
وہ وضو کرنے لگے۔ وضو کے لئے چھوٹے چھوٹے کوزے
عربوں نے پانی کے بھر رکھے ہیں۔ اور آوازیں دے رہے
ہیں۔ وضو، وضو، اور دو دو قرش (سعودی آنہ) پر
لیک ایک ایک کوزہ دے رہے ہیں۔ ہمارے رفیق وضو کرنے
لگے ہیں۔ اور احرام کی چادریں پہننے لگے ہیں۔

آپ معلوم کر چکے کہ ہم وضو و غسل و نیت
احرام کی نیت سے فارغ ہو کر مدنیہ منورہ ہی میں احرام

کی چادریں پہن آئے ہیں۔ مگر یہ احرام کی نیت بانڈھنے کی
تیاری ہے۔ صرف چادریں پہن لینے سے احرام نہیں بندھ

جانا۔ بلکہ جب احرام کی نیت کرنی جائے۔ احرام اس وقت شروع ہوتا ہے۔ چنانچہ اب ہم سب کو یہاں میقات پر احرام کی نیت کرنا ہے۔ اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اوپر کی چادر سے سر ڈھانپ کر دو رکعت نفل احرام کی

نیت سے پڑھے۔ پہلی رکعت میں سورۃ "قل یا ایہا الکفرون"

اور دوسری رکعت میں قل هو اللہ احد پڑھے۔ اور سلام پھیرنے کے بعد سر سے چادر ہٹا کر سر ننگا کر لیجئے۔ اور پھر حسب ذیل نیت کیجئے۔

حج کی تین قسمیں | نیت سننے سے پہلے یہ بات ذہن نشین کر لیجئے۔ کہ حج کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ ایک یہ کہ نئے حج کی نیت کرے۔ اسے افراد

کہتے ہیں۔

۲۔ دوسرے یہ کہ میقات سے بڑے عمرہ کی نیت

کرے۔ اور حج کے لئے احرام مکہ معظمہ سے باندھے۔ اسے

تمتع کہتے ہیں۔

۳۔ تیسرے یہ کہ حج اور عمرہ دونوں کی اکٹھی نیت کے

لئے قرآن کہتے ہیں۔ اور یہ سب سے افضل ہے۔ اس

لئے کہ اس میں پابندی بہت زیادہ ہے۔ عمرہ و حج کی

اکٹھی نیت کرنے سے عمرہ کر لینے کے بعد بھی احرام نہیں

کھول سکتا۔ جب تک کہ حج بھی نہ کرے۔ اور تمتع میں یہ آسانی ہے۔ کہ عمرہ کر لینے کے بعد سرمنڈا کر احرام کھول لینے کی اجازت ہے۔ پھر جب حج کے دن آئیں۔ تو از سر نو حج کا احرام باندھ لے۔

ہم نے اسی دوسری قسم تمتع کی نیت کرنی ہے۔ ان تینوں قسموں کی نیت الگ الگ ہے۔

اگر افراد کا ارادہ ہو۔ تو دو رکعت نفل پڑھ لینے کے بعد سرننگا کر کے یوں نیت کرے۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أُرِيدُ الْحَجَّ فَيسِّرْ لِي وَتَقَبَّلْهُ مِنِّي۔

اگر تمتع کا ارادہ ہو تو نیت یوں کرے۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أُرِيدُ الْعُمْرَةَ فَيسِّرْهَا لِي وَتَقَبَّلْهَا مِنِّي۔

اور اگر قرآن کا ارادہ ہو۔ تو نیت یوں کرے۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أُرِيدُ الْعُمْرَةَ وَالْحَجَّ فَيسِّرْهُمَا لِي وَتَقَبَّلْهُمَا مِنِّي۔

اور ان تینوں صورتوں میں ان نیتوں کے بعد بلند آواز سے لَبَّيْكَ کہے۔ (عورت آہستہ آواز سے) اور لَبَّيْكَ کے

الفاظ یہ ہیں۔

لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ۔ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ۔

إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْهَلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ۔

جہاں جہاں وقفہ کے لئے لیکر کھینچی ہے۔ وہاں وہاں
وقفہ کرے۔ اور یہ بیک تین مرتبہ پڑھے۔ اسکے بعد
درو شریف پڑھے۔ اور پھر حسب ذیل دعا مانگے۔
اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ رِضَاكَ وَالْجَنَّةَ وَالْعُوْذُ بِكَ مِنْ

عَظِيْبِكَ وَالنَّارِ۔

نیت کے لئے دلی ارادہ ضروری ہے۔ اور زبان سے
کہنا مستحسن ہے۔ حج کی جس قسم کا ارادہ ہو۔ دل سے
اس کی نیت ضرور کہے۔ اور زبان سے بھی اوپر جو نیتیں
مذکور ہوئیں ادا کرے۔

بِسْ اَبْ اِحْرَامِ بِنْدُوْ كِيَا۔ اَبْ كَرْتَا
سے بیک پڑھتا ہے۔ مرد بلند آواز
سے اور عورت آہستہ۔ حالات بدلتے کے وقت مثلاً سوار
ہوتے ہوئے۔ سواری سے اترتے ہوئے۔ اونچی جگہ چڑھتے
ہوئے۔ نیچے میں اترتے ہوئے۔ صبح کے وقت جب آنکھ
کھلے۔ کسی سے ملاقات کے وقت، ہر نماز کے بعد بیک
اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ رِضَاكَ وَالْجَنَّةَ وَالْعُوْذُ بِكَ مِنْ
ہوٹا کپڑا پہننا۔ سر اور چہرہ ڈھانکنا۔ بال دور کرنا۔ ناخن کاٹنا
جامع کرنا، جائز نہیں۔ یہی وہ چیزیں ہیں جو جائز و
حلال نہیں۔ اور احرام کے ساتھ ان کو حرام کر لیا گیا ہے۔

تہ اِحرام کے بعد نہانا جائز ہے۔ مگر بدن سے میل
مباحاً احراماً دور نہ کرے۔ رقم رکھنے کے لئے جمیانی باڑھنا

جائز ہے۔ چھتری لگانا جائز ہے۔ آئینہ دیکھنا، مسواک کرنا،
لوٹنے ہوئے ناخن کو کاٹنا۔ بغیر خوشبو کے مرمہ لگانا جائز

ہے۔ بلا خوشبو اور الاچھی کے پان کھانا جائز ہے۔ وارھی
اور سر کو آہستہ آہستہ کھلانا کہ بال نہ گرے، جائز ہے۔

زود سے کھلانے میں اگر بال گرنے کا خطرہ ہو تو نہ کھلائے
ہم نے تمتع کے احرام کی نیت کر لی ہے۔ اور اب

ہم سب بَتَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ۔ کی مقدس آواز بلند کرنے
لگے ہیں۔ عقوڑے عقوڑے وقفہ کے بعد سب کہنے لگتے ہیں

لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ۔ اَلْحَمْدُ

سبحان اللہ! کیا عجیب سماں ہے۔ ایک سا سہب
کا لباس۔ اور ایک ہی آواز اور ایک ہی کلام۔ اب

ہم سب احرام سے فلغ ہو کر دو دو چادروں میں لبوں
بس میں بیٹھ گئے ہیں۔ اور اب بس راتوں رات ہی

یہاں سے آگے چل پڑی ہے۔ بس چلی ہے۔ تو ہم سب
پھر پکار اٹھے ہیں۔

لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ اَلْحَمْدُ

رشید ماشاء اللہ بڑا ہی ذہین ہے۔ عقوڑی دیر کے

بعد ہی ہم سب سے لَبَّيْكَ کا ورد سن سکر یہ ساری دعا
اُسے بھی یاد ہو گئی ہے۔ اور اب جب ہم سارے مل کر لَبَّيْكَ
کا ورد کرتے ہیں۔ تو اس کی باریک آواز ہماری آوازوں
میں مل کر ایک عجیب رنگ پیدا کر دیتی ہے۔ بلاں بھی
پوری ہمنوائی کی کوشش کرتا ہے۔ مگر لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ،
تک آکر پھر رک جاتا ہے۔ اور باقی کے الفاظ کچھ آگے
پہچھے ادا کرنے لگتا ہے۔ بہر حال کوشش کرتا ہے اور پچاس
ساعتہ ساتھ بولتا ضرور ہے۔ چپا نہیں رہتا۔ بس جا رہی
ہے۔ اور عازمانِ حرم کی یہ مقدس آواز دشت و جبل میں
گوںج رہی ہے۔

لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ. لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ. اِنَّ
الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَشَرِيكَ لَكَ.

طَبِيْفًا | منٹا ایک لطیفہ بھی سن لے۔ کہتے ہیں۔ کہ
ایک بلیک مین جو بلیک کرنے کا عادی تھا۔
خدا جانے کس نیت سے حج کرنے کو آیا۔ تو جب اُس نے
انعام بانڈھا۔ تو اُسے بتایا گیا۔ کہ یوں کہو، لَبَّيْكَ
اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ۔ اُس بلیک کے عادی کے منہ سے بے ساختہ
نکلا۔ بلیک اَللّٰهُمَّ بلیک !
کسی نے بتایا۔ بلیک نہیں۔ لَبَّيْكَ۔ بتانے والے

نے بڑے مشورہ پر زور دے کر کہا۔ یوں کہو۔ **بَلَّيْتُكَ**۔ تو وہ کہتا ہے۔

”**بَلَّيْتُكَ**“

استغفر اللہ! اس بندہ خدا کو جو کچھ یاد تھا۔ وہ کچھ زبان سے نکلا۔ خدا ہدایت دے۔ آمین!

۲۲ مٹی بڑی التوار

ہاں تو ہماری بس رات کو چلتی رہی۔ اور آج فجر سے بہت پہلے مقام راج پنج گئی۔ یہ ایک بارونق منزل ہے۔ اور ایک قصبہ بھی ہے۔ بڑے تھوٹے ہوٹلوں اور کافی رونق کی جگہ ہے۔ ڈرائیور نے بارونق حصہ سے کچھ آگے ایک معمولی سے ہوٹل کے پاس بس ٹھہرا دی ہے۔ اور کہا اب یہاں فجر کی نماز پڑھ کر آگے چلیں گے۔

ان منزلوں پر جو ہوٹل ہیں۔ ان ہوٹلوں میں بیچ نما بڑی بڑی چارپائیاں بچی رہتی ہیں۔ جن پر بیٹھنے اور لیٹنے کا کرایہ نصف ریال (سعودی روپیہ کا نصف) لیا جاتا ہے۔ نیچے زمین پر چٹائیاں بچی رہتی ہیں۔ جن پر بیٹھنے اور لیٹنے کے چار قرش دالنے لائے جاتے ہیں۔ چنانچہ میں نے ایک چارپائی لے لی ہے۔ جس پر میں اور بلال لیٹ گئے ہیں۔

اور رشید اور اس کی والدہ بس کے اندر ہی سیٹوں کے
 لیے ہیں۔ دوسرے حجاج نے بھی بعض نے چارپائیاں لی
 ہیں۔ اور بعض چٹائیوں پر لیٹ گئے ہیں۔ کھوڑی دیر کے
 بعد فجر ہو گئی ہے۔ چار چار قرش کا پانی خریدا۔ اور وضو
 کیا۔ اذان دی۔ اور وہیں نماز ادا کی۔

نماز میں نے پڑھائی ہے۔ نماز کے بعد وہی مقدس
 آواز بلند ہوئی۔ بَبَّيْکَ اللّٰہُمَّ لَبَّيْکَ۔ سورج نکل آنے کے
 بعد ہوٹل سے قہوہ منگایا۔ چار فنجان دینی پیالی کی کیتلی
 کا نصف ریاں دیا۔ اور ایک ایک فنجان قہوہ کی پی۔
 ہمارا ڈرائیور ایک حبشی ہے۔ اس سے ہم کہہ رہے ہیں
 کہ اب چلو بھی۔ تو بڑی بے نیازی سے جواب دیتا ہے "تورا
 دیر اور تیرو!" (کھوڑی دیر اور کھڑو) اور پھر کبھی ادھر اور
 کبھی ادھر نکل جاتا ہے۔ ہم سب حیران ہیں۔ کہ یہ دیر
 کیوں کر رہا ہے۔ آخر پتہ چلا۔ کہ اس کی مرضی ہے۔ کہ
 سائے حجاج اُسے کچھ بخشیش دیں۔ تو وہ چلے گا۔ ورنہ
 یوں ہی دیر کرتا رہے گا۔

بخشیش | عرب کے ان ڈرائیوروں کی یہ عادت ہے کہ
 وہ حج سے بخشیش کے طلبگار ہوتے ہیں
 اور اگر ان کو ان کی خواہش کے مطابق فی حاجی ایک

ایک۔ ریاں جمع کر کے چالیس پینتالیس ریاں دے دیے مجھائیں۔
 تو وہ خوشی خوشی چلتے ہیں۔ اور اگر بخل سے کام لیا جائے۔
 تو پھر وہ تنگ کرتے ہیں۔ اور دیر سے پہنچاتے ہیں۔
 ہماری بس میں بعض حضرات نے "بخشیش" دینے سے انکار
 کر دیا ہے۔ اور ان کی وجہ سے ہم سب ڈرائیور کی خفگی
 کا شکار ہو رہے ہیں۔

ایک صاحب جو یو۔ پی کے باشندہ ہیں۔ مجھ سے
 کہنے لگے کہ آپ ان سے کہیے کہ سب ایک ایک ریاں
 دے دیں۔ اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ہم ادھر آئے
 ہی خرچ کرنے کے لئے ہیں۔ ایک ایک ریاں دینے میں
 کیا بڑی بات ہے۔ میں نے سب سے پہلے ایک ریاں اپنا
 ایک رشید و بلاں کا اور ایک ان کی والدہ کا تین ریاں
 ان صاحب کو دے کر کہا کہ سب دو۔ چنانچہ بہت سوں
 نے دے دیئے۔ مگر سات حضرات انکار پر مصر رہے۔ ہم نے
 یہ تیس اکتیس ریاں ڈرائیور کی نذر کئے ہیں۔ اس نے
 گئے۔ اور سواریوں کی تعداد سے کم دیکھ کر خوش نہیں ہوا۔
 تاہم ہماری منتنا و سماعت سے چلے تو پڑا۔ مگر معلوم
 ہو رہا ہے کہ ابھی راستے میں اور بھی پریشان کر لیا۔
 عین دوپہر کے وقت ایک منزل پر ہماری بس پہنچی

ہے۔ اور دوپہر کے وقت چونکہ گرمی کی انتہائی شدت ہوتی ہے۔ اس لئے اس وقت ٹریفک کو قانوناً رکنا پڑتا ہے۔ ایک چھوٹے سے عربی ہوٹل کے پاس بس کو ٹھہرا دیا گیا۔ اور ہم لوگ ہوٹل کی بیچ نما چارپائیوں پر بیٹھ گئے ہیں رشید و بلال کی والدہ اور دیگر مستورات بس کے اندر ہی بیٹھی ہیں۔ ہم نے یہاں کھانا بھی کھایا ہے۔ بکرے کا گوشت تیار ہے۔ اور چھوٹی سے پلیٹ جس میں ایک بونی اور عقوڑا سا سالن ہے۔ نصف ریال کو ملتی ہے۔ اور پانی کی صراحی بھی نصف ریال کو مل جاتی ہے۔ اس میں پیٹھا پانی ہے۔ میں نے اپنے اور بچوں کے لئے دو پلیٹیں اور ایک صراحی لی۔ اور دو روٹیاں جو یہاں چھ چھ قرش کو ملتی ہیں۔ لیں۔ اور کھانا کھایا۔ تقریباً دیر میں چند لڑکے "جَبَّجَب" کی آواز لگاتے ہوئے آگے۔ "جَبَّجَب" عربی زبان میں تریوز کو کہتے ہیں۔ ہم نے عربی میں اس کا نام بطیخ پڑھا ہے۔ مگر یہاں اگر معلوم ہو۔ کہ عام نام اس کا یہاں جَبَّجَب ہی ہے۔ اس طرف کے یہ جعب بہت بڑے بڑے اور اندر سے انتہائی سرخ اور بڑے میٹھے ہوتے ہیں۔ اور دو دو ریال۔ ایک ایک ریال میں اچھے جَبَّجَب مل جاتے ہیں۔ رشید و بلال ہند کرنے لگے ہیں۔ اور میں نے ایک

جب خرید لیا۔ اور اُسے پھیرا تو بڑا سرخ اور بیٹھا نکلا۔ دوسرے ساتھیوں نے بھی بھجب خریدے۔ اور اس تمازت و گرمی کے وقت مزے لے لے کر کھائے۔

اس وقت ہوٹل میں بیٹھے ہوئے اگرچہ ہم زیر سایہ میں۔ مگر گرمی کی لڑیہاں بھی پہنچ رہی ہے۔ اور یہ واقعہ ہے۔ کہ یہ نصف ریال ان بیچ نما چارپائیوں کا نہیں۔ بلکہ اس دھوپ سے بچاؤ کا ہے۔ جو زیادہ نہیں۔ لہذا میں جب میں آیا تھا۔ تو مجھے یاد ہے۔ کہ اسی طرح مدینہ منورہ کو جاتے ہوئے ہم دوپہر کے وقت ایک ایسے ہی ہوٹل میں داخل ہوئے۔ تو میرا ایک رفیق سفر اندر داخل ہو کر چارپائی پر نہ بیٹھا۔ اور نیچے ہی زمین پر بیٹھ گیا۔ اس کا خیال تھا کہ چارپائی پر نہ بیٹھوں گا۔ تو نصف ریال نہ دینا پڑے گا۔ مگر صاحب ہوٹل نے اُسے حکم دیا۔ کہ گم گم۔ اصل میں تو لفظ تم ہے۔ جس کا معنی ہے۔ "اعطو"۔

نیامحارہ

مگر اب نئے محاورہ میں بالعموم گم ہی کہتے ہیں۔ یہ تو عجا ایک عام لفظ تھا۔ میں نے کوٹلی میں ایک رب صاحب کو دیکھا تھا۔ جو قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہوئے یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا احْزَنْ قُلُوبِكُمْ
یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا احْزَنْ قُلُوبِكُمْ۔ اس نئے محاورہ

ہی کا غالباً یہ کرشمہ ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو مردوں کو "تم باذن اللہ" فرمایا کرتے تھے۔ تو مرنے بھی زندہ ہو جانا کرتے تھے۔ مگر اب اس نئے دور میں عیسیٰ علیہ السلام کے بعض نقال ایسے بھی پیدا ہو گئے ہیں۔ جن کا نعرہ بجائے "تم باذن اللہ" کے "تم باذن اللہ" ہے۔ یعنی جو زندہ ہے۔ وہ بھی مر جائے۔ سچ ہے سچ ہے

خدا محفوظ رکھے ہر پلاد سے
خصوصاً آج کل کے انبیاء سے

ہاں تو اُس ہوٹل ولے نے میرے ساتھی سے کہا۔
گم۔ گم۔ یعنی اَلْهُوَ اَلْهُوَ۔ میرے ساتھی نے کہا۔ "یا شیخ!
یہ ارض اللہ"۔ یعنی یہ اللہ کی زمین ہے۔ جہاں میں بیٹھا
ہوں۔ صاعب ہوٹل نے باہر کی طرف (جہاں چاروں طرف دھوپ
ہی دھوپ تھی۔ اور زمین و پہاڑ شدت گرما سے تپ رہے
تھے) اشارہ کر کے کہا۔

"هِيَ اَرْضُ اللّٰهِ وَهٰذَا اَرْضِيْ۔"

یعنی اللہ کی زمین وہ ہے اور یہ میری زمین ہے۔ "مطلب
یہ کہ یہاں بیٹھنا ہے تو نصف ریال لاؤ۔ ورنہ اَلْهُوَ۔ ناچار
اُس میرے ساتھی کو بھی نصف ریال دینا پڑا۔ تو یہ نصف
ریال دراصل دھوپ سے بچاؤ کا ہے۔

نماز ظہر و عصر ہم نے یہیں ادا کی ہے۔ اور پھر ہم یہاں کے چل پڑے ہیں۔ سوچ غروب ہونے کو ہے۔ اور ہم جدہ کے قریب آ پہنچے ہیں۔ جدہ شہر ایک خوبصورت اور بہت بڑا شہر ہے۔ شہر کی بتیاں دور سے نظر آ رہی ہیں غھوڑی سی ویر میں ہم شہر کے اندر پہنچ گئے ہیں۔ یہاں پہنچ کر ڈرائیور نے کھانا کھانے اور نماز پڑھنے کے لئے شہر کے ایک بازار کے قریب بس کھڑی کر دی ہے۔ اور ہم نے یہاں اتر کر نماز ادا کی۔ اور کچھ چائے پی۔ بچوں کو تھوڑا بہت کھانا بھی کھلا دیا ہے۔ مکہ معظمہ یہاں سے چالیس میل دور ہے۔ خیال ہے۔ کہ کھانا مکہ شریف ہی چل کر کھائیں گے۔ ڈرائیور صاحب جدہ میں اپنے منے سے گھوم رہے ہیں۔ اور ہم چاہتے ہیں۔ کہ جلدی مکہ شریف پہنچ جائیں۔ مگر ڈرائیور صاحب کو ہماری مرضی سے کیا۔ کافی عرصہ کے بعد آخر ڈرائیور صاحب تشریف لائے ہیں۔ اور ہم آگے روانہ ہوئے ہیں۔ اب ہم مکہ شریف کے قریب قریب پہنچ رہے ہیں۔ سبحان اللہ! ہمارے نصیب بھی کس قدر اوج پر ہیں۔ کہ اللہ کے گھر کی قربت میسر ہے۔ اور عنقریب ہم اس پاک گھر کو اپنی ان گنہ گار آنکھوں سے دیکھیں گے بھی۔

معلم

مکہ معظمہ میں ہر حاجی اپنے اپنے معلم کے پاس پہنچتا ہے۔ اور بغیر معلم کے اس قدر ہجوم

میں گز بھی مشکل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاز سے اترنے کے بعد جدہ شریف میں ہر حاجی سے اُس کے معلم کا پوچھا جاتا ہے۔ اور ہر حاجی جس معلم کا نام لے لے۔ اس معلم کے کارڈ سے اُسے اپنی تحویل میں لے لیتے ہیں۔ اور

پھر ہر کام انہیں کی وساطت سے طے پاتا ہے۔ اور حاجی جب مکہ معظمہ پہنچتے ہیں۔ تو بس کے ڈرائیور کو قانوناً ہر حاجی کو اُس کے معلم کے گھر تک پونپاکر اُس حاجی کو اُس کے معلم کے سپرد کر دینا لازم ہوتا ہے۔ اسی لئے ہر بس جب مکہ معظمہ پہنچتی ہے۔ تو بس میں مختلف معلوموں کے حاجیوں کو ان کے معلوموں تک پہنچانے کے لئے وہ بس مکہ معظمہ کے مختلف محلوں میں پہنچتی ہے۔ اور

جہاں جہاں جس جس حاجی کا معلم ہوتا ہے۔ بس اُس اُس جگہ پہ پہنچ کر حاجیوں کو اتارتی جاتی ہے۔ ہمارے معلم سید جعفر شاہ صاحب ہیں۔ جو محلہ جیاد میں رہتے ہیں۔ ہمارے رفقاء سفر حاجیوں میں کوئی عمر اکبر۔ کوئی سراج قصاص۔ اور کوئی کسی دوسرے معلم صاحب کے پاس چلنے والے ہیں۔ اور معلوم ہوا ہے۔ کہ ہماری

سب بھی مکہ معظمہ پہنچ کر ہر حاجی کو اس کے معلم کے پاس
 پہنچائے گی۔ وہ دیکھے۔ مکہ معظمہ کا مقدس شہر قریب اچکلے
 اور اس شہر پاک کی مقدس بتیاں نظر آئے لگی ہیں۔ رات
 کا وقت ہے۔ پہاڑی راستہ ہے۔ اور سب ایک ہی دھن
 میں ہیں۔ اور سب پکار رہے ہیں۔ کہ

لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ . لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ
 إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعَةَ لَكَ وَالْمُلْكُ . لَا شَرِيكَ لَكَ .

عجیب کیف و سرور ہے۔ اس وقت دنیا و مافیہا سننے
 ہم بالکل خالی الذہن ہیں۔ ایک لباس۔ ایک آواز، ایک
 ارادہ، ایک نیت کے ساتھ اور ایک ہی منزل کی طرف
 ہم سب کچھ چلے جا رہے ہیں۔ سبحان اللہ! اس قسم کی
 یکجہتی " بھی نہیں آکر نظر آئی۔ اور یہ ہماری ہی ایک
 بس نہیں۔ اور بھی ہزاروں بسیں سینکڑوں کاریں اسٹیکرو
 ٹرک، اور کئی ایک سمندری جہاز، ہوائی جہاز، اور ہزاروں
 لوگ پیدل بھی ان دنوں بس اسی گھر کی طرف کچھ چلے
 آ رہے ہیں۔ ہر شخص کا اپنے عزیز و اقارب اور سینکڑوں
 دنیوی تعلقات سے پھر کر " اللہ کے گھر" کی طرف ہو چکا
 ہے۔ جسے دیکھتے ایک ہی دہن میں " کعبۃ اللہ" کی طرف
 دوڑ رہا ہے۔ ہماری نظر اتنی وسیع نہیں، جو ارد گرد

دور دراز اطراف تک پہنچ سکے۔ ہاں تصور کی آنکھ سے دیکھئے۔ کہ پاکستان، ہندوستان، ایران، افغانستان، جاپان، مراکش، انڈونیشیا، روس، امریکہ، افریقہ اور دیگر ملکوں کے ہر گوشہ سے ہزاروں لاکھوں مسلمان چھوٹے بڑے، بچے، جوان، عورتیں، مرد، بچے، ان دنوں مکہ معظمہ کی طرف کشاں کشاں آ رہے ہیں۔ اور یہ مقدس نظارہ تفسیر ہے قرآن پاک کی اس آیت کی۔ کہ

وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَبِيبٍ - (بکراہ ۱۱)

اور لوگوں میں حج کی ندا کرنے۔ وہ تیرے پاس حاضر ہوں گے۔ پیادہ اور ہر دہلی اونٹنی پر کہ ہر دور کی راہ سے آتی ہیں۔

یعنی حج کے لئے دور دور سے اور دنیا کے ہر گوشے سے

جہاں جہازوں پر اور موٹروں پر لوگ آئیں گے۔ وہاں اور جہاں پر بھی اور اسی طرح پیدل بھی لوگ اسی گھر کی طرف دور دور سے آئیں گے۔ آیت مذکور میں ندائے حج کا حکم حضرت

ندائے غامضیہ | ابراہیم علیہ السلام کو ہوا ہے۔ کہ دنیا کے ہر گوشے سے لوگ حج کے لئے ندا کر دو۔ چنانچہ مضر کرام علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام

نے ابو قیس کے پہاڑ پر چڑھ کر ساری دنیا کو حج کیلئے
 ندا کی۔ اور آپ کی یہ ندا جس جس کی قسمت میں حج
 تھا۔ ان سب نے باپوں کی پشتوں اور ماؤں کے پیٹوں میں
 بھی سن لی۔ اور جواب میں کہا۔

لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ - (خزائن العرفان)

الحمد لله! کہ ان نیک بخت لوگوں میں جنہوں نے
 ندائے خلیل کو سن کر لبّیک کہا تھا۔ میں بھی تھا۔ اور رشید
 و بلال بھی تھے۔ اور اس ارشاد کے مطابق اس نداے
 خلیل کو سب نے سنا ہے۔ باپوں کی پشتوں میں، اور
 ماؤں کے پیٹوں میں بھی سنا تھا۔ گویا حضرت ابراہیم علیہ
 السلام نے ہر ایسے غائب کو دور سے ندا فرمائی۔ اور سب
 نے اپنی اپنی جگہ پر یہ ندا سن بھی لی۔ اور جواب بھی دیا
 کیوں صاحب! اگر غیر خدا کو ندا کرنا یا دور سے کسی کا کسی
 کو ندا کو سن لینا شرک ہو۔ تو پھر حضرت ابراہیم علیہ
 السلام کی اس "ندائے غائبانہ" اور پھر باپوں کی پشتوں اور
 ماؤں کے پیٹوں میں اُسے سن لینے کے متعلق کیا کہا
 جائے گا؟ اور اگر یہ فریاد جائے۔ کہ ندائے ابراہیم کو باپوں کی
 پشتوں اور ماؤں کے پیٹوں تک خدا نے پہنچا دیا تھا۔
 تو ہم کہیں گے۔ کہ وہی خدا دور سے پڑھنے والے

"الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ"

اور وہ سے کہنے والے۔ "يَا رَسُولَ اللَّهِ"۔

کی ندائے غائبانہ کو سبز گنبد تک کیوں نہیں پہنچا سکتا اور اگر ایک پیغمبر کی ندائے پاک کو امتی سن سکتے ہیں۔ تو امتی کی ندائے شوق کو خود پیغمبر کیوں نہیں سن سکتا؟ اس تو ہم کٹھن کٹھن اللہ کے گھر کی طرف جا رہے ہیں وہ دیکھئے۔ اب ہم بالکل لڑیپ پہنچ چکے ہیں۔ اور اس عظیم شہر کی بتیاں اور نورانی عمارت بھی نظر آنے لگی ہیں مگر معجزہ دیکھ کر ٹھنڈے کی دعا میں نے جب مکہ معظمہ کو دیکھا تو یہ دعا پڑھی۔

أَللّٰهُمَّ اجْعَلْ بِيْ بِهَا قَرَارًا وَإِنَّمَا زُتْنِيْ فِيْهَا بِرَدْفًا
عَلَا

مکہ شریف جب نظر پڑے۔ تو یہی دعا پڑھنی چاہیے۔ اس ہماری بس شہر کے اندر داخل ہو گئی ہے۔ سبحان اللہ یہ شہر رتبہ و شان میں بھی بہت بڑا اور ظاہر طور پر یہی بہت بڑا شہر ہے۔ بڑی بڑی عمارتیں، بڑی بڑی شاہراہیں، اور خوبصورت دیدہ زیب مناظر ہیں۔ مدینہ منورہ کے پیارے شہر سے یہ بڑا شہر ہے مکہ کے مختلف بازاروں سے ہماری بس گزر رہی ہے۔

ہمارے لبوں پر وہی مبارک صدا ہے۔

لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ - لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ -

إِنَّ الْعَهْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْبَلَدُ لَا شَرِيكَ لَكَ -

اب ہماری پس مختلف راستوں سے گذرتی ہوئی مختلف

معلموں کے گھروں پر ان کے حاجیوں کو اتار رہی ہے۔

سب سے پہلے معلم ہر اکبر صاحب کے مکان کے قریب جا کر

جو وہ حاجی ہماری بس میں عمر صاحب کے گھر سے نہیں

اتارا۔ یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ ہر معلم کا عملہ اپنے

حاجیوں کے آنے کی اطلاع پا کر پہنچ جاتا ہے۔ اور بس بیٹے

سامان وغیرہ اترا کر حاجیوں کو ساتھ لے جاتا ہے۔ اور

ہر معلم اپنے حاجیوں کی پر تکلف دعوت بھی کرتا ہے۔ اور یہ

دعوت طعام صرف پہلے وقت کی ہوتی ہے۔ یعنی

مکہ معظمہ میں پہنچنے کے بعد پہلے نام کھانا معلم دیتا ہے

اس کے بعد حاجی کا اپنا انتظام ہوتا ہے۔ ہمارے رفقا سفر

چونکہ جہاز سے اترنے کے بعد سیدھے مکہ مکرمہ آئے تھے۔

اور عمرہ کرنے کے بعد مدینہ منورہ حاضر ہوئے تھے۔ اس لئے

وہ تو اپنے اپنے معلموں کی اس پہلی دعوت سے فارغ

ہو چکے ہیں۔ بلکہ وہ اپنے لئے مکان کا بھی انتظام کر کے

اور سامان وغیرہ اس میں بند کر کے اور اپنا تالا لگا کر

مدنیہ منورہ آئے تھے۔ اور اب انہیں بس سے اتر کر سیدھا اپنے مکان میں جانا ہے۔ لیکن ہم چونکہ پہلے وہاں رسالت میں حاضر ہوئے ہیں۔ اور مکہ معظمہ میں ابھی ابھی آئے ہیں اس لئے ہماری اس پہلی دعوت "اور مکان وغیرہ کے انتظام کا مرحلہ ابھی باقی ہے۔ ہماری بس عمر اکبر صاحب کے مکان کے قریب آکر ٹھہری۔ تو معلم صاحب کا علم بس کے پاس آگیا۔ اور جو صاحب یہاں اترنے والے تھے۔ اترے اور معلم صاحب کے آدمی ان کا سامان بس سے اتروانے لگے ہیں۔ بس کے چھت پر سامان بکثرت بندھا ہوا ہے اور کسی کا بستریچے اور ٹرانک اوپر اور کسی کا بستراوپر اور ٹرانک نیچے ہے۔ اس لئے سامان کھولنے اور اپنا اپنا پہچاننے میں دیر لگ گئی ہے۔ اور کافی عرصہ کے بعد بس کچھ آگے بڑھ کر پھر ایک دوسرے معلم صاحب کے مکان کے قریب آرکی ہے۔ یہاں بھی ایک دو حاجی اترنے والے ہیں۔ یہاں بھی ان کے معلم صاحب کے آدمی آ رہے ہیں۔ اور سامان اتروانے، پہچاننے میں دیر لگ گئی ہے۔ اسی طرح بس مختلف بازاروں، محلوں کا چکر لگنے لگی ہے۔ ایک معلم صاحب کے ہاں سے فارغ ہو کر جب بس آگے بڑھتی ہے۔ تو دل چاہتا ہے۔ کہ شاہیہ اہل

ہمارے معلم صاحب کا "مقام" نئے، مگر نہیں۔ ڈائری صاحب کے
 معلوم ہوا ہے۔ کہ محلہ جیاد کا سب سے آخری نمبر ہے۔ اور جب
 سائے حاجی اپنے اپنے ہاں اتر جائیں گے۔ پھر ہمارا نمبر آئے گا۔
 چنانچہ نصف رات تک یہ سلسلہ جاری رہا ہے۔ اور ہم نے اپنی
 پہلی دعوت کی انتظار ہی انتظار میں اتنا وقت گزار
 دیا ہے۔ اپنے وطن میں بیوکھ کی شدت کے وقت یہ محاورہ
 سنا کرتے تھے۔ کہ اب تو آنتیں بھی "قل ہو اللہ" پڑھنے لگی
 ہیں۔ مگر آج یہاں "اللہ کے گھر" کے قریب آنتوں کا "قل ہو
 اللہ" پڑھنا بڑا لطف لے رہا ہے۔ رشید و بلال مکہ معظمہ کے
 شہر اور مقدس بازاروں کو دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہے ہیں۔ اور
 رشید بار بار پوچھ رہا ہے۔ کہ کعبہ شریف کب آئے گا۔ اور
 وہاں کب چلیں گے؟ اور میں کہہ رہا ہوں، کہ ابھی ہم معلم
 صاحب کے گھر پہنچ کر کعبہ شریف ہی کو چلیں گے۔
 خدا خدا کر کے سائے حاجی اپنے اپنے معلموں کے ہاں
 اتر گئے ہیں۔ اور اب صرف ہم ہی بس میں رہ گئے
 ہیں۔ اور ہماری بس محلہ جیاد کی طرف چل پڑی ہے۔
 محلہ جیاد حرم شریف کے متصل ہی ہے۔ چنانچہ ہماری
 بس ہفا مرہ والی جانب سے گذرتی ہوتی محلہ جیاد کو جا
 رہی ہے۔ الحمد للہ کہ حرم شریف کی اس طرف کی بند

و بلا دیوار ان گنہ گار آنکھوں کے سامنے آگئی ہے۔ اور میں نے رشید و بلاں اور ان کی والدہ سے کہا۔ لو دیکھو یہ حرم شریف کی دیوار نور ہے۔ سبحان اللہ! ہم سب پر ایک کیف طاری ہے۔ اور زبان پر۔

- نَبِيكَ اَللّٰهُمَّ لَبِيْكَ. ا ل ا ل

جاری ہے۔ مگر معطلہ پہنچ جانے پر مسئلہ یہ ہے

مسئلہ

کہ سب سے پہلے مسجد حرام میں جائے، کھانے

پینے۔ کپڑے بدلنے، مکان کو ایبہ پر لینے وغیرہ دوسرے کاموں میں مشغول نہ ہو۔ لیکن اگر کوئی عدل معقول ہو۔ تو مضائقہ نہیں۔ چونکہ میرے ساتھ بچے ہیں۔ اور سامان ہے۔ اور میں مدینہ منورہ کی حاضری دے کر یہاں حاضر ہوا ہوں۔ اور مجھے اپنا ٹھکانا بنانا ہے۔ سامان رکھوانا ہے۔ بچوں کو کچھ کھلانا پلانا بھی ہے۔ اس لئے میں سب سے پہلے مسجد حرام شریف میں حاضر نہ ہو سکا۔ اور ہماری بس عدل جیاد میں ایک بلنڈ و بلا لگی کے سامنے رک گئی ہے۔ سعودی سرکاری بڑے ہسپتال کے ساتھ ہی والے بازار میں ایک بہت بلنڈ جگہ پر ہمارے معلم صاحب کا مکان ہے۔ اور آپ کے مکان کی طرف جو لگی جاتی ہے۔ اس لگی کو عبور کرتے ہوئے کافی چڑھائی چڑھنا پڑتی ہے۔ اس لگی میں دوسرے

معلموں کے "مقام" بھی ہیں۔ ہمارے معلم صاحب کا مکان سب سے آخر میں جہاں چڑھائی بھی ختم ہو جاتی ہے۔ وہاں ہے۔ ہمارا ڈرامیور اوپر گیا ہے۔ نصف رات گزر چکی ہے۔ اور ہمارے معلم صاحب اور ان کے پاس جو حاجی انہیں کے احاطے میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ سب سو رہے ہیں۔ ڈرامیور نے جاگ اطلاق دی ہے۔ کہ آپ کے کچھ حاجی آئے ہیں۔ تو معلم صاحب اور ان کے صاحبزادے بیدار ہوئے۔ معلم صاحب کے تین صاحبزادے ہیں۔ جمال، جمیل اور کمال یہ سید گھرانہ ہے۔ اور حضرت سید جعفر شاہ صاحب ابانعیفہ ہو چکے ہیں۔ اور اب ان کے تینوں صاحبزادے سائے امور سرانجام دیتے ہیں۔ حضرت سید جعفر شاہ صاحب کے پاس زیادہ تر سیالکوٹی حاجی ہی جاتے ہیں۔ چنانچہ اس دفعہ بھی ان کے پاس سیالکوٹی حاجیوں ہی کی زیادہ تعداد ہے۔ معلم صاحب کے درمیانی صاحبزادے سید جمیل صاحب مد اپنے ملازم کے تشریف لائے۔ اور مصافحہ و معافقہ ہوا۔ اور پھر ہمارا سامان اٹھوایا گیا۔ اور ہم چڑھائی ہو کر کے معلم صاحب کے مکان پر پہنچ گئے۔ حضرت سید جعفر شاہ صاحب مکان کے دروازے پر تشریف فرما ہیں۔ مجھے دیکھ کر اٹھا دیکھا مرحبا فرماتے ہوئے بغلیگر ہو گئے ہیں۔ اور

رشید و ہمال کو گود میں اٹھا لیا ہے۔ اور ان سے پیار فرمایا۔
 اور دعائیں دیں۔ اور ان کی والدہ کو اوپر زمان خانے میں
 بھیج دیا۔ چونکہ اُدھی رات سے بھی وقت زیادہ گذر چکا
 ہے۔ اس لئے اب اس پُر تکلف دعوت کا تو کوئی سوال
 ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہاں چائے تیار کی گئی۔ اور اسکے ساتھ
 رس اور بسکٹ رکھے گئے۔ اور ہم نے مزے سے یہ چیزیں
 کھائیں۔ اور چائے پی۔ اور اللہ کا شکر ادا کیا۔

طریقہ شریف آپ معلوم کر چکے۔ کہ ہمارا احرام حج تمتع
 کا ہے۔ اس میں پہلے عمرہ کیا جاتا ہے

اور احرام کھول دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد ایام حج میں
 از سہر نوح حج کے لئے احرام باندھا جاتا ہے۔ چونکہ ہمارا یہ
 احرام عمرہ کا ہے۔ اور عمرہ کر کے ہمیں احرام کھول دینا ہے
 اس لئے اب ہم عمرہ کی تیاری کرنے لگے ہیں۔ سب سے
 پہلے ہمیں مسجد حرام شریف میں حاضر ہو کر طواف کرنا ہے۔
 پھر صفا مروہ کی سعی۔ اور پھر حلق یعنی سرمندانہ ان امور
 کے بغیر ہم احرام نہیں کھول سکتے۔ معلم صاحب نے فرمایا۔
 کہ بیت اللہ شریف میں اس وقت اتنا زیادہ ہجوم نہیں
 ہے۔ اور طواف و سعی کے لئے یہ وقت بڑا موزوں ہے۔
 اسی لئے آپ اسی وقت عمرہ سے ناسخ ہوئیں اور احرام

بول دیں۔ میں نے کہا۔ بالکل ٹھیک ہے۔ چنانچہ سید عیسیٰ صاحب نے اپنا مکمل عربی لباس زیب تن فرمایا۔ اور ہم نے وضو کیا اور ان کی رہنمائی میں مسجد حرام شریف کو چل پڑے، ہیں۔ اس وقت بئیک کی ہم نے کثرت کر دی ہے۔ اور احرام میں ملبوس ہمارا یہ منقر سا گھرانہ اپنے خالق حقیقی کے گھر کی طرف جا رہا ہے۔ سبحان اللہ! اس وقت کی کیفیت کا کیا عرض کیا جائے۔ بس کچھ نہ پوچھے۔ وہ گھر جس کی طرف منہ کر کے ہم اپنے وطن میں نمازیں پڑھتے رہے ہیں۔ آج وہ مقدس گھر ہماری نظروں کے سامنے آنے والا ہے۔ یہ دیکھئے حرم شریف کی بلند و بالا اور نورانی دیواریں نظر آنے لگی ہیں۔ اور ہم تو تعمیر "باب الصفا" سے گذر کر پرانے

"باب السلام" کی طرف بڑھے ہیں۔ اس لئے کہ حرم شریف کے

اندہ باب السلام ہی سے داخل ہونا مستحب ہے۔ چنانچہ ہم جب

باب السلام پر پہنچے ہیں۔ تو وہاں جوتے اتار کر بواب کے

سپر دیکھے۔ اور پہلے اپنا دلہنا پاؤں اندر رکھا۔ اور یہ دعا پڑھی۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَالصَّلٰوةِ وَالسَّلَامِ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ رَبِّ اعْرِضْنِيْ

ذُوْیِ الْاَبْوَابِ اِنِّیْ اَبُوْابِ رَاحَتِكَ۔

اب جو سامنے نظر کی۔ تو اللہ کا گھر بصد آبا و

تاب اور اپنی جلال امیر شان سے ان گنہ گار

آنکھوں کے سامنے ظلمت کے مقدس گھر پر نگاہ پڑے
 ہی۔ بدن میں ایک کپکپی سی پیدا ہوئی، اور آنکھیں کھلی کی
 کھلی رہ گئیں۔ رشید و بلاں بھی عالم تیر میں ہیں۔ اللہ کے
 گھر کا رعب و دیدہ جلال و شوکت ہمارے روئیں روئیں
 پر چھا گیا ہے۔ اور زبان پڑھ رہی ہے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ۔

بیت اللہ شریف پر جب پہلی مرتبہ نظر پڑے۔ تو تین
 بار یہی کہنا چاہیے۔ ہم نے وہیں اپنے ہاتھ اٹھائے ہیں۔
 اور یہ دعا پڑھی۔

اللَّهُمَّ بِنَا دَهْنِ الْبَيْتِ تَشْرِيفِنَا وَتَعْظِيمِنَا وَتَكْرِيمِنَا وَمَعَابَةِ
 وَبِنَا دَمْنِ شَرَفِنَا وَكِرَامَتِنَا مِنْ حَجَّةٍ وَاعْتِمَادِ
 تَشْرِيفِنَا وَتَكْرِيمِنَا وَتَعْظِيمِنَا وَبِنَا اللَّهُمَّ أَسْأَلُكَ السَّلَامَ
 وَمِنْكَ السَّلَامَ فَعِينَا يَا بَنِي السَّلَامِ

اس دعا کے بعد پھر جو دعا مانگیے۔ قبول ہوتی ہے۔ ہم

نے جو جو کچھ اپنے اللہ سے مانگا تھا۔ مانگا۔

کسی بزرگ سے کسی نے دریافت کیا۔ کہ حضور
 بیت اللہ شریف پر پہلی نظر پڑتے ہی مانگا
 ہے جو دعا مانگیں قبول ہو جاتی ہے۔ مگر سینکڑوں
 ٹمناؤں میں سے کس کس ٹمنا کا وہاں ذکر کیا جائے؟

کئی ایسی جامع دعا بتائیے۔ جو اس وقت مانگ لی جائے۔ اہوں
نے فرمایا۔ کہ بیت اللہ شریف پر پہلی نظر پڑتے ہی یہ دعا
مانگ لو۔

” الہی ! میں جو دعا مانگوں قبول فرما لینا“

اس کے بعد پھر اطمینان سے جیسا بھی چاہو۔ جو
دعا مانگو گے۔ خدا قبول فرمائے گا۔

مسئلہ | ہمیں ابھی عشاء کی نماز بھی پڑھنا ہے۔ اور مسئلہ یہ
ہے کہ اگر فرض نماز کے قضا ہو جانے کا خوف

ہو۔ تو پہلے نماز پڑھے۔ اور پھر طواف کرے۔ ورنہ سب
کاموں سے پہلے طواف میں مشغول ہو۔ چنانچہ ہم نے
پہلے نماز عشاء ادا کی۔ سبحان اللہ! عجیب منظر ہے۔ وہ
مقدس گھر جس کی طرف رخ کر کے ہم اپنے وطن میں نماز
پڑھتے رہے ہیں۔ آج نظروں کے سامنے ہے۔ میں، رشید و
بلاں اور رشید و بلاں کی والدہ نماز پڑھنے لگے ہیں۔

اس نودانی منظر کو ڈائری میں کیسے
پیش کروں۔ یہ مسجد شریف ایک

مسجد الحرام

گول وسیع احاطہ ہے۔ جس کے چاروں طرف بکرت دالان
ہیں۔ اور بالکل درمیان میں بیت اللہ شریف ہے۔ یہاں
نماز ادا کرتے وقت عجب عجیب اور روح پرور نظارہ ہوتا

ہے۔ چاروں طرف نمازی کھڑے ہیں۔ اُس طرف کے نمازیوں کا منہ اس طرف اور اس طرف کے نمازیوں کا منہ اُس طرف۔ رادھراوہ ادمر کے نمازیوں کا منہ آگے سامنے ہے۔ چونکہ منہ بیت اللہ شریف کی طرف کرنا ہے۔ اس لئے چاروں طرف کے نمازیوں کا رخ بیت اللہ شریف کی طرف ہوتے ہوئے آگے سامنے اور دائیں بائیں ہوتا ہے۔ مکہ معظمہ کے شہر کی دوسری مسجدوں کی بھی یہی صورت ہے۔ کسی محلے کی مسجد کا دروازہ مشرق کو اور کسی محلہ کی مسجد کا دروازہ مغرب کو۔ کسی کا جنوب کی طرف اور کسی کا شمال کی طرف گویا ہر مسجد کے رخ بیت اللہ شریف کی طرف ہونے کی وجہ سے مختلف سمتوں میں ہیں۔

طواف

اہم نماز سے فارغ ہوئے۔ تو سید جمیل صاحب نے فرمایا ہے۔ کہ اب طواف کو چلو۔ اور ہم طواف کرنے لگے بڑھے۔ طواف کسی چیز کے چاروں طرف چکر لگانے کہتے ہیں۔ اور یہاں بیت اللہ شریف کے چاروں طرف طواف کے ساتھ چکر لگانے کو ایک طواف کہتے ہیں۔ مسائل صحیح ہے۔

اہم اور مشکل بھی ہیں۔ اور بالعموم حجاج ان سے واقف ہوتے ہیں۔ اور معلوموں کے رسم و کرم پر ہوتے ہیں۔ میں نے دوسری مرتبہ حاضر ہوا ہوں۔ اور مجھے خدا کے فضل سے کئی

سے کچھ مطالعہ سے اور کچھ تجربہ سے بھی مسائل یاد ہیں۔ اور دعائیں بھی یاد ہیں۔ لیکن معلم صاحب چونکہ ساتھ ہیں۔ اسلئے ہم ان کے ساتھ ساتھ طواف کرنے لگے ہیں۔

طواف سے پہلے احرام کی چادر کو دہنی بغل کے اضطباع

نیچے سے نکال کر داہنا مونڈھا سمٹکا کر لیا، اور چادر کے دونوں کنارے بائیں مونڈھے پر ڈال لیا۔ یہ اضطباع

ہے۔ اور طواف سے پہلے یہ ضروری ہے۔ چنانچہ میں نے اپنے احرام کو دہنی بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں مونڈھے

پر ڈال لیا ہے۔ اور رشید و بلال کے احرام بھی ایسے ہی کر دیئے گئے ہیں۔ اب تینوں باپ بیٹوں کے دائیں مونڈھے

ننگے ہیں۔ اور بخدا ایک عجیب پیارا منظر ہے۔ رشید و بلال

تو بڑے ہی پیارے معلوم ہو رہے ہیں۔

اس کے بعد کعبہ شریف کی طرف منہ کر کے

نیت طواف

حجر اسود کی دہنی طرف اس طرح کھڑا ہو۔

کہ حجر اسود اس کی دہنی طرف ہے۔ یا یوں سمجھئے کہ

حجر اسود کا دائیں کنارہ اس کے دائیں مونڈھے کے بالمقابل

ہو۔ پھر طواف کی نیت یہ پڑھ کر کرے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اُتِىْتُ طَوَافَ بَيْتِكَ الْحَرَامِ فَيَسِّرْ لِيْ

وَتَقَبَّلْهُ مِنِّيْ۔

اس نیت کے بعد کعبہ ہی کو منہ کئے ہوئے نماز پڑھو
 طرف چل کر حجر اسود کے بالکل مقابل ہو جائے۔ اور پھر دونوں
 ہاتھ کانوں تک اس طرح اٹھائے۔ کہ ہتھیلیاں حجر اسود کی
 طرف رہیں۔ اور زبان سے یوں کہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ
 عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ۔

حجر اسود کے بالمقابل ہونے سے پہلے نیت کے وقت
 ہاتھ نہ اٹھانے چاہئیں۔ معلم اس وقت بھی ہاتھ اٹھواتے
 ہیں۔ حالانکہ یہ بدعت ہے۔

اس کے بعد ہاتھ چھوڑ کر حجر اسود کے پاس آکر دونوں
 ہاتھ حجر اسود پر رکھ کر دونوں ہاتھوں کے درمیان منہ رکھ
 کر حجر اسود کو بوسہ دیں۔ لیکن زور سے بوسہ نہ دے۔
 جس سے آواز پیدا ہو۔ بوسہ تین بار دے۔ اگر نصیب یا
 ہوں۔ اور حجر اسود تک رسائی ہو سکے۔ تو بہت بڑی خوش
 قسمتی ہے۔ اور اگر ہجوم کے باعث حجر اسود تک منہ
 نہ پہنچ سکے۔ تو اُسے ہاتھ ہی لگا کر اپنا ہاتھ ہی جوم
 لے۔ اور اگر ہاتھ بھی نہ پہنچ سکے۔ تو اس کی طرف ہاتھ
 سے اشارہ ہی کیے اپنے ہاتھ جوم لے۔

جلسوں میں شریفیاء | سرورِ عالم سے اللہ علیہ وسلم جہاں بھرنا

فرما کر وارد مدینہ منورہ ہوئے۔ تو احادیث میں آتا ہے۔ کہ اہل مدینہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال اس قدر شاندار طریق سے کیا، کہ چشم فلک نے بھی ایسا بیج پودہ نظارہ کبھی نہ دیکھا ہوگا۔ بازار مردوں سے بھر لوہے اور چھت عورتوں سے معمور تھے۔ چھوٹے چھوٹے بچے بھی حضور کے استقبال کے لئے نکل آئے تھے۔ اور نعرے رمانت سے سارا شہر گونج اٹھا تھا۔ اے کاش! ہم بھی اس وقت ہوتے۔

"مگر کہیں کیا نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے"

ہم صدیوں بعد پیدا ہوئے۔ تو اُس روز سعید یعنی عید میلاد کے روز اور نہیں تو ہیشہ منورہ واہوں کی نقل ہی سہی۔ اور ان کے تہنیت میں جلوس میلاد شریف کا اہتمام و انتظام ہی ہے۔ اور بقول شاعر سے

ترا نقش پا جو نہ مل سکا بڑی رہگذر پہ جہیں سہی
ہیں سب کرنے سے کام ہے جو وہاں نہیں تو ہیں سہی

عید میلاد کے روز اس نتیجہ صحابہ کرام اور اہل مدینہ کی مبارک نقل میں ہمارا یہ جملہ انتظام و اہتمام بھی بالکل ایسا ہی سمجھو۔ جیسے کوئی حاجی حجر اسود تک نہ پہنچ سکے تو اُسے وہ ہی سے لائقوں کا اشارہ کر کے اپنے ہی گاہ چوم لینا چوم لینے کے مترادف ہے۔

حجر اسود کو بوسہ دینے یا اس کی طرف اشارہ کر کے اپنا ہاتھ
 حرم لینے کو استلام کہتے ہیں۔ حدیث شریفہ میں آتا ہے۔
 کہ قیامت کے روز اس پتھر کی آنکھیں اور زبان ہوں گی اور
 یہ اپنے چومنے والوں کو دیکھ کر ان کے حق میں گواہی دے
 گا۔ یہ وقت اگرچہ رات کا ہے۔ اور آدمی رات سے بھی
 زیادہ حصہ رات کا گزر چکا ہے۔ پھر بھی اجوم کافی ہے۔
 دن جتنا اجوم نہ سہی۔ مگر پھر بھی بہت ہے۔ ہم نے نیت
 طواف کر لی ہے۔ لیکن چونکہ میں تنہا نہیں ہوں۔ اسلئے
 استلام کے لئے ہاتھوں کا اشارہ ہی حصہ میں آیا ہے اور
 ارادہ ہے۔ کہ پھر کسی ایسے وقت میں جبکہ باسانی حجر اسود
 کو چوما جاسکے۔ اس سعادت سے بہرہ ور ہوں گے۔ استلام
 کے بعد تلبیہ یعنی لبّیک کہنا ختم ہو جاتا ہے۔ یعنی احرام
 باندھنے کے بعد سے لے کر حجر اسود کو چومنے تک لبّیک
 پڑھا جائیگا۔ اور اس کے بعد اس کا پڑھنا موقوف ہو جاتا ہے
 نیت طواف کے بعد پھر طواف شروع کر دیا گیا ہے
 آپ معلوم کر چکے ہیں۔ کہ ایک طواف کے سات چکر
 ہوتے ہیں۔ چنانچہ ان سات چکروں کی ابتداء ہو چکی
 ہے۔ اور وہ اس طرح کہ استلام کے بعد دہنی طرف
 جس طرف بیتا اللہ شریف کا دروازہ ہے۔ اس طرف کو

اس طرح چلے۔ کہ بیت اللہ شریف بائیں ہونڈھے کی طرف ہو۔
دھن طواف کے سات چکروں میں چلے جو تین چکر ہیں
 ان میں ایک اور عجیب نظارہ بھی ہے۔ اور وہ

یہ کہ حکم یہ ہے۔ کہ ان تین چکروں میں چھاتی تان کر
 اور پہلوانوں کی طرح ہونڈھے ہلاتے ہوئے اور جھپٹ کر
 تیزی سے اور زور سے قدم اٹھاتے ایسے اور قدم نزدیک
 نزدیک رکھتے ہوئے چلو۔ اس میں بھی حکم یہ ہے۔ کہ اگر
 ہجوم زیادہ ہو۔ اور ریل کرنے میں اپنی یا دوسرے کی ایجا نظر
 آئے۔ تو اتنی دیر ریل ترک کر دے۔ اور طواف شروع رکھے۔
 پھر اگر موقع مل جائے۔ تو جتنی دیر موقع ملے اتنی ہی دیر
 ریل کر لے۔

ریل کا نظارہ کچھ ایسا روح پرور ہوتا ہے۔ کہ
اصل ریل دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا ہے۔ حضور سرور عالم

صلی اللہ علیہ نے صحابہ کرام کو حکم دیا تھا۔ کہ اس طرح اگر
 اڑا کر اور چھاتی نکال کر پہلوانوں کی طرح چلو۔ حضرت عمر
 رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ یہ مشرکین مکہ پر رعب و دہم
 کے لئے تھا۔ کہ ہم کمزور و ناتواں نہیں بلکہ تمہارے لئے
 قوی اور پہلوان ہیں۔ اور پھر حضرت عمر فرماتے ہیں کہ اگرچہ
 اب مشرکین کو خدا نے تباہ و برباد بھی کر دیا ہے۔ لیکن

جو کام حضور نے شروع فرمایا ہے، وہ اب اسی طرح باقی ہے گا۔ چنانچہ دیکھیے کہ آج تک یہ ریل چلی آ رہی ہے۔ حالانکہ مکہ معظمہ میں اب مشرکین کا وجود تک نہیں۔ معلوم ہوا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جو فرمادیں، اسی کی تعمیل ہی عبادتِ حق ہے۔ اور صحابہ کرام جس طرح ریل فرماتے ہیں، آج اُسی ادا کی نقل کرنا ہم پر بھی لازم ہے۔ گویا نقل مقبلانِ خدا کی اور عبادتِ خدا کی۔ آپ دیکھیں گے، کہ حج کے جملہ ارکان و احکام خدا تعالیٰ کے مقبولوں کی نقل ہی ہے۔ ورنہ یہ طوافِ کعبہ، حجرِ اسود کا چومنا، اور صفا مروہ کے درمیان دوڑنا، منا پہنچنا اور پھر عرفات میں جانا اور پھر منا آنا۔ اور وہاں شیطان کو پتھر مارنا۔ اور قربانی دینا وغیرہ ان سب باتوں کی خدائے ذوالجلال کو کوشی احتیاج ہے؛ وہ تو ہر چیز سے بے نیاز ہے مگر یہ سب باتیں خدا تعالیٰ کو محبوب اور مطلوب ہیں۔ صرف اس لئے کہ یہ اس کے محبوب بندوں، حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل علیہما السلام، حضرت ہاجرہ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی مبارک اداؤں کی نقل ہیں۔ گویا خدا کی عبادت میں خدا کے مقبول بندوں کے مبارک اسوہ اور نیک زندگی کا ساقہ ہی ساقہ تصور

موجود ہے۔ آپ جب رمل کریں گے۔ تو صحابہ کرام کا اس طرح چلنا سامنے آجائے گا۔ حجر اسود کو آپا بوسہ دیں گے۔ تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسے چومنا ضرور یاد آ جائے گا۔

عظیم رضی اللہ عنہما
فاروق اعظم رضی اللہ عنہما
اور حجر اسود

چنانچہ بخاری شریف میں موجود ہے۔
کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ
نے حجر اسود کو چومتے وقت یہی

فرمایا تھا۔ کہ اے پتھر میں تجھے اسی لئے چومتا ہوں۔ کہ
سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں چوما تھا۔ اسی
طرح صفا مروہ کے درمیان دوڑتے ہوئے حضرت ماجرہ کا
دوڑنا ضرور یاد آئے گا۔ منیٰ میں شیطان کو پتھر مارنے وقت
حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہم السلام کا شیطان کو پتھر مارنا
مذہب سامنے آئے گا۔ قربانی دینے وقت حضرت ابراہیم علیہ
السلام کا اپنے لخت جگر کو قربان کرنے کے لئے آمادہ
ہونا ضرور یاد آئے گا۔ تو فرمائیے۔ خدا کی عبادت میں
ان پاک لوگوں کا تصور و خیال آیا یا نہیں؟ خیال آیا
تو کیا ساتھ ہی ساتھ رہا۔ پھر یہاں کہنا کہ نماز میں
کسی مقبول کا حتیٰ کہ خود حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم
کا خیال گاؤں خر کے خیال سے بھی (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

بُأَسْمَاءٍ كَسَّ قَدْرَ جِهَالَتِهَا أَوْ عِبَادَتِهَا كَمَا مَفْهُومٌ هِيَ سَمَاءٌ
بِئْتِمَانٍ هِيَ -

حَفِظْنَا اللَّهَ مِنْ الْعَقَائِدِ الْبَاطِلَةِ -

مسئلہ اضطباع اور رمل اسی طواف میں ضروری ہے جس
طواف کے بعد سعی یعنی صفا مروہ کی دوڑ بھی کرنا۔

ہو۔ اور جس طواف کے بعد سعی نہیں۔ اس طواف میں
اضطباع اور رمل بھی نہیں۔ مثلاً نفلی طواف وغیرہ چونکہ
ان کے بعد سعی نہیں۔ لہذا ان میں اضطباع اور رمل
بھی نہیں۔ یہاں رشید و بلاں اور ان کی والدہ نے طواف
شرعی کر دیا ہے۔ اور اس وقت رشید و بلاں کا رنگ رمل
قابل دید ہے۔ یہ دیکھے رشید بھی اور بلاں بھی کھڑا کھڑا
کر اور چھاتی نکال کر چل رہے ہیں۔ اور چونکہ یہ بچے ہیں
اس لئے اس اجازت سے بڑے ہی خوش ہیں۔ اور ہنس ہنس
کر میری طرف بھی دیکھ رہے ہیں۔ ان کی والدہ بھی ہمارے
ساتھ ہے۔ چونکہ عورتوں پر اضطباع کا تو سوال ہی پیدا
نہیں ہوتا۔ اور رمل بھی نہیں ہے۔ اس لئے وہ اس
نفل سے مستثنیٰ ہے۔ سبحان اللہ! یہ کیف و سرور بھی
کبھی نہ بھولے گا۔ معلم صاحب آگے آگے ہیں اور وہ
ہیں یہ دعائیں پڑھا رہے ہیں۔ یہ دعائیں مجھے یاد بھی

ہیں۔ مگر ہم معلم صاحب کی رہنمائی میں پڑھ سکتے ہیں۔
پہلے چکر کی دعا استلام حجر اسود کے بعد پہلا چکر شروع ہو
 گیا ہے۔ اس پہلے چکر میں جو دعا پڑھی

جاتی ہے۔ وہ یہ ہے۔

سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ
 وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ. وَالصَّلَاةُ وَ
 السَّلَامُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ
 اِيْمَانًا بِكَ وَتَصَدِّيقًا بِكَلِمَاتِكَ وَوَفَاءً بِعَهْدِكَ وَرِثَابًا
 لِسُنَّةِ نَبِيِّكَ وَحُبِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ وَالْمَعَاوَاةَ الدَّائِمَةَ
 فِي الدِّينِ وَالدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَالْقَوْمِ بِالْجَنَّةِ وَالنَّجَاةَ
 مِنَ النَّارِ -

چنانچہ یہی پڑھتے ہوئے ہم نے پہلا چکر شروع کر دیا ہے
 سبحان اللہ! کیا ایمان افروز چکر ہے۔ اور جو روحانی سرور مل
 رہا ہے۔ وہ ہمیں جانتے ہیں۔ اور چونکہ پہلے تین چکروں
 میں "رمل" بھی ضروری ہے۔ (عورتوں پر نہیں) اس لئے
 میں چھاتی تان کر اور پہلوؤں کی طرح موندھے ہلاتے
 ہوئے جھپٹ کر تیزی سے اور زور سے قدم اٹھاتے ہوئے
 چل رہا ہوں۔ رشید و بلال بھی میری طرف دیکھ کر اسی

طرح چل رہے ہیں۔ اور پہنتے ہی جاتے ہیں۔ بخدا عجیب
 لطف آ رہا ہے۔ اور ایک میں ہی نہیں۔ دوسرے طواف کرنے
 والوں میں بھی متقدرو وہ جاہی جن کے پہلے تین چکر ہیں۔
 اسی ہیئت سے چل رہے ہیں۔ اللہ کے ان بندوں کی
 اس وقت عجیب شان نظر آ رہی ہے۔ جو دیکھے ہی سے
 تعلق رکھتی ہے۔ فقیروں کی مانند دو چاروں میں ملبوس
 ننگے سر اور دعا برلبا اور اکرٹے ہوئے چلنا۔ اللہ! اللہ!
 کیا ہی منظر ہے۔

جر اسود سے فھوڑی ہی دو آگے بڑھے۔ تو مقام ابراہیم
 آگیا ہے۔ مقام ابراہیم اور باب کعبہ آگے سامنے ہیں۔ یہاں
 پہنچ کر یہ دعا پڑھی۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ هٰذَا الْبَيْتُ بَيْتُكَ وَالْحَرَمُ حَرَمُكَ وَالْاَمْنُ
 اَمْنُكَ وَهٰذَا مَقَامُ الْعَابِدِ بِكَ مِنَ النَّارِ فَاَجْرِخْ
 مِنْ النَّارِ۔

آگے میزاب رحمت آیا ہے۔ اس سے آگے بڑھے۔ تو
 رکن یمانی تک پہنچے ہیں۔ رکن یمانی حجر اسود
 کے بائیں جانب کا کونہ ہے۔ یہاں پہنچ کر
 ممکن ہو۔ تو اُسے دونوں ہاتھوں سے یا دہنے ہاتھ سے
 تبرکاً چھونا چاہیے۔ اور بوسہ بھی دینا چاہیے۔ اور ہجوم

کے باعث ممکن نہ ہو۔ تو ہاتھ سے اشارہ ہی کر کے اپنا ہاتھ چوم لیا جائے۔ چنانچہ ہم نے بھی اشارہ ہی کر کے اپنے ہاتھ چوم لئے ہیں۔ رشید و بلال نے بھی میری نقل اتاری ہے۔ اس جگہ سے آگے بڑھتے ہی یہ دعا پڑھی ہے۔

رَبَّنَا إِنِّي فِي الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَفِي الآخِرَةِ حَسَنَةٌ وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

اس جگہ دعا مانگتے پر ستر ہزار فرشتے آمین کہتے ہیں۔ سبحان اللہ! ہم کس تند غرور پر ہیں۔ کہ ہماری دعا پر ستر ہزار فرشتے آمین کہہ رہے ہیں۔

درود شریف | درود شریف ایک ایسی جامع مانع دعا ہے۔ کہ ساری برکتیں اور رفعتیں اس میں موجود ہیں۔ اگر کسی کو یہ دعائیں جو بیان کی گئیں۔ یاد نہ ہوں۔ تو وہ سارے چکر میں درود شریف ہی پڑھتا ہے۔ درود پاک میں اللہ تعالیٰ سے اس کے عجیب پاک پر نروں رحمت کی دعا ہوتی ہے۔ اور یہ حقیقت ہے۔ کہ یہی ایک ایسی دعا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کبھی رد نہیں فرماتا۔ دوسری دعائیں تو ممکن ہے۔ کہ خدا تعالیٰ قبول نہ فرمائے۔ مگر جب اس سے یہ دعا مانگی جائے۔ کہ اے اللہ! اپنے محبوب پر رحمت نازل فرما۔ تو خدا تعالیٰ اس دعا کو

کبھی رد نہیں فرماتا۔ اسی لئے بزرگوں نے لکھا ہے کہ جب بھی کوئی دعا مانگو۔ تو اول آنو درود شریف پڑھ لو۔ اس لئے کہ جب تمہاری دعائے حاجت کے ادھر ادھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر دعائے نزول رحمت ہوگی۔ تو خدا تعالیٰ جہاں درود پاک کی دعا کو قبول فرمائے گا۔ تو تمہاری درمیانی دعائے حاجت کو بھی ضرور قبول فرمائے گا۔ اس لئے کہ وہ اپنے فضل و کرم سے ایسا نہ کرے گا۔ کہ ادھر ادھر کی دعا کو تو قبول فرمائے۔ اور درمیانی دعا کو رد فرمائے۔ یہیں بلکہ حضور کے نام پاک کے صدقہ میں تمہاری اپنی دعا بھی شرف قبولیت حاصل کر لے گی۔ سچ ہے۔

یہ نام کوئی کام بگڑنے نہیں دیتا
بجڑی کو بھی لیتا ہے بنا نام مجھ کے

صَلِّ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَسَلَّمَ

پس جسے کوئی اور دعا یاد نہ ہو۔ تو یہ دعا پاک یعنی درود شریف تو سبھی کو یاد ہوتا ہے۔ یہ درود شریف ہی پڑھتا ہے۔

اس کے بعد ہم پھر حجر اسود تک پہنچ گئے ہیں۔ اور یہاں پہنچ کر ہم نے پھر حجر اسود کی طرف اشارہ کر کے اپنے لاکھ چوم لئے ہیں۔ اس لئے کہ یہاں پہنچ کر۔

ہر اسود کو پیر بوسہ دینا چاہیے۔ یا لائق کا اشارہ کر کے اپنا
 لائق جو ہم لینا چاہیے۔ ہمارا پہلا چکر ختم ہوا اور دوسرا
 شروع ہے۔ اس چکر میں جو دعا
دوسرے چکر کی دعا پڑھی جاتی ہے۔ وہ یہ ہے۔ جو ہم نے

بھی پڑھی ہے۔

اللَّهُمَّ إِنَّ هَذَا الْبَيْتَ بَيْتُكَ وَالْحَرَمَ حَرَمُكَ وَالْأَمْنَ
 أَمْنُكَ وَالْعَبْدُ عَبْدُكَ وَأَنَا عَبْدُكَ وَأَبْنُ عَبْدِكَ
 وَهَذَا مَقَامُ الْعَائِدِ بِكَ مِنَ الشَّارِفِ حَرَمٍ لِحُومِنَا وَ
 بُشْرِيْنَا عَلَى الشَّارِبِ. اللَّهُمَّ حَبِّبِ الْيَسَّاءَ الْإِيمَانَ وَزِينَةَ
 فِي قُلُوبِنَا وَكَرَاهِيَةَ الْبَيْنَا الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ
 وَاجْعَلْنَا مِنَ الرَّاشِدِينَ. اللَّهُمَّ قِنِي عَذَابَكَ يَوْمَ
 تَبْتُ عِبَادَكَ اللَّهُمَّ ارْزُقْنِي الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حَسَابٍ۔

یہ چکر بھی حسب سابق پورا ہوا تو تیسرا شروع ہوا۔ اور

اس تیسرے چکر میں یہ دعا پڑھی جاتی ہے
تیسرے چکر کی دعا جو ہم نے بھی پڑھی ہے۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الشُّكِّ وَالشَّرِكِ وَالشِّقَاقِ
 وَالنِّفَاقِ وَسُوءِ الْأَخْلَاقِ وَسُوءِ الْبَصَرِ وَالْمُنْقَلَبِ
 فِي النَّهْلِ وَالْأَهْلِ وَالْوَالِدِ. اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِرِضَاكَ
 وَالْجَنَّةِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ سَخَطِكَ وَالشَّارِبِ. اللَّهُمَّ

إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ
الْحَيَاةِ وَالْمَمَاتِ .

تیسرا چکر بھی ختم ہوا۔ اور اس کے ساتھ ہی ریل بھی
ختم ہوئی۔ اور چونکہ چکر شروع ہے۔ اور اس میں بشر شاہ
ہلکے آہستہ آہستہ معمولی چال سے چل رہے ہیں۔ اور
اس چکر میں یہ دعا پڑھی جاتی ہے
جو ہم نے بھی پڑھی۔

اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ حَجَّامَبْرُورًا أَوْ سَعِيًّا مَشْكُورًا وَ ذَنْبًا
مَغْفُورًا أَوْ عَمَلًا صَالِحًا مَقْبُولًا وَ تِجَارَةً لَنْ تَبُورًا
يَا عَالِمَ مَا فِي الصُّدُورِ أَخْرِجْنِي يَا اللَّهُ مِنَ الظُّلُمَاتِ
الَّتِي أُسْرِمُ . اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مَوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ
وَعَنْ أَيْمٍ مَغْفُورَتِكَ وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ إِثْمٍ وَالْغَنِيمَةَ
مِنْ كُلِّ بَيْرٍ وَالْفُورَةَ بِالْجَنَّةِ وَالنِّجَاةَ مِنَ النَّارِ .
رَبِّ قَنَعْنِي بِمَا رَزَقْتَنِي وَ بَارِكْ لِي فِيهَا أَعْطَيْتَنِي
وَ اخْلُفْ عَلَيَّ كُلَّ غَائِبَتِي فِي مِنْكَ بِخَيْرٍ .

اس کے بعد ہمارا پانچواں چکر شروع
ہوا ہے۔ اور اس میں یہ دعا پڑھی
جاتی ہے۔ جو ہم نے بھی پڑھی ہے۔

اللَّهُمَّ أَظْلَمَنِي تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِكَ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّكَ

عَوْدِكَ دَلَابَاتِي إِلَّا وَجْهَكَ وَاسْتِقْنِي مِنْ حَوْصِ
 نَبِيِّكَ سَيِّدٍ فَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرِيهً
 هَنِئِيَةً مَرِيئَةً لَا نَفْهَاءَ نَعْدَهَا أَبَدًا أَلَمْ نُصَدِّ
 إِيَّاكَ أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَأَلْتَ مِنَّا نَبِيِّكَ سَيِّدَنَا
 مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ
 مَا اسْتَعَاذَكَ مِنْهُ سَيِّدُ فَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ. أَلْمُبْتَدِئُ إِيَّاكَ أَسْأَلُكَ الْجَدَّةَ وَنَعِيمَهَا وَمَا
 يُقَرِّبُنِي إِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ أَوْ فِعْلٍ أَوْ عَمَلٍ. وَأَعُوذُ بِكَ
 مِنَ النَّارِ وَمَا يُقَرِّبُنِي إِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ أَوْ فِعْلٍ
 أَوْ عَمَلٍ -

عزیزی ہلال اس چکر میں کچھ تفک سا گیا ہے۔ اور
 میں نے اُسے گود میں اٹھانا چاہا ہے۔ تو وہ مجھ سے کہہ
 رہا ہے۔ کہ اباجی! اس طرح تو میرا حج خراب ہو جائے گا۔
 مجھے خود ہی چلنے دیجئے۔ ماشاء اللہ! اس کا پیارا جواب
 مجھے بڑا ہی پسند آیا ہے۔ اور اُس کے اس جواب
 میں بڑا ہی لطف آیا ہے۔ چنانچہ وہ خود ہی چل رہا
 ہے۔ اور اپنے چکر پورے کر رہا ہے۔ ہمارا یہ چکر بھی
 پورا اور اب چھٹا چکر شروع ہے۔ اور
 اس میں یہ دعا پڑھی جاتی ہے۔ جو

چھٹے چکر کی دعا

ہم نے بھی پڑھی ہے۔

اللَّهُمَّ إِنَّ لَكَ عَلَيَّ حَقُوقًا كَثِيرَةً فِيمَا بَيْنِي وَ
بَيْنَكَ وَحَقُوقًا كَثِيرَةً فِيمَا بَيْنِي وَبَيْنَ خَلْقِكَ
اللَّهُمَّ مَا كَانَ لَكَ مِنْهَا فَاغْفِرْهُ لِي وَمَا كَانَ
لِخَلْقِكَ فَتَحَبَّلْهُ عَنِّي وَاعْنِي بِمَعْلَا لِكَ عَنْ حَرَامِكَ
وَإِطَاعَتِكَ عَنْ مَعْصِيَتِكَ وَبِفَضْلِكَ عَنْ مَنِّ
سِوَاكَ يَا وَاسِعَ الْبَغْفِرِ يَا اللَّهُمَّ إِنَّ بَيْتَكَ عَظِيمٌ
وَوَجْهَكَ كَرِيمٌ وَأَنْتَ يَا اللَّهُ حَلِيمٌ كَرِيمٌ عَظِيمٌ
تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي -

ساتویں حکم کی دعا | اس کے بعد ہمارا آخری یعنی ساتواں
چکر شروع ہوا۔ اور اس میں یہ دعا

پڑھی جاتی ہے۔ جو ہم نے بھی پڑھی ہے۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ إِيمَانًا كَامِلًا وَ يَقِينًا مَادِقًا
وَبِرْزَقًا وَاسِعًا وَ قَلْبًا خَاشِعًا وَ لِسَانًا ذَاكِرًا وَ بَرزَقًا
خَلَالًا طَيِّبًا وَ تَوْبَةً نَصُوحًا وَ تَوْبَةً قَبْلَ الْمَوْتِ
وَ تَوْبَةً عِنْدَ الْمَوْتِ وَ مَغْفِرَةً وَ تَوْبَةً عِنْدَ
الْمَوْتِ وَ الْعَفْوَ عِنْدَ الْجَابِرِ وَ الْقَوْلَ عِنْدَ الْجَنَّةِ
وَ الشَّهَادَةَ مِمَّنْ الشَّارِبِ بِرَحْمَتِكَ يَا عَزِيزُ يَا عَفَّارُ يَا
مُرْدِي عِلْمًا وَ الْحَقُّنِي بِالصَّالِحِينَ -

الحمد للہ! کہ ہمارے ساتوں چکر پورے ہو چکے ہیں۔ اور
ہمارا ایک طواف ادا ہو گیا ہے۔

یہ بات ذہن نشین رکھیے۔ کہ ہر پھر میں جب
مسئلہ رکن یمانی کے استلام کے بعد آگے بڑھا جائے

تو دعا۔

سَبَّأْنَا رَبَّنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقَدْ

عَذَابُ النَّارِ۔

ضرور پڑھی جائے۔ اور پھر اسود تک پہنچ کر اُسے بوسہ دیا جائے
یا ہاتھ کا اشارہ کر کے اپنا ہاتھ چوم لیا جائے۔ طواف کرتے
ہوئے جو اضطباع کیا گیا تھا، یعنی احرام کی چادر کو دہنی
بخس کے نیچے سے نکال کر دہنا موڑھا ننگا کر لیا گیا تھا۔
طواف کے بعد اُسے موقوف کر دے۔ یعنی اب داہنے
مونڈے پر چادر کا کنارہ ڈال لے۔ نماز کی حالت میں ننگے
مونڈے سے رہنا مکروہ ہے۔

طواف کرتے ہوئے بڑا ہجوم ہوتا ہے۔ اور بڑا ہی لوح
پرورد نظارہ ہوتا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے۔ جیسے کعبہ معظمہ
کے ارد گرد انسانوں کا ایک سمندر گھوم رہا ہے۔ اس انبوہ
کثیر اور اجتماع عظیم میں یہ سات چکر لگانا بہت بڑی
ہمت کا کام ہے۔ اس لئے جو لطف اور اطمینان جوانی

میں حج کا ہے۔ بڑھاپے میں نہیں۔ چنانچہ میں نے دیکھا ہے۔ کہ دیگر ممالک کے حجاج میں اکثریت جوانوں کی ہوتی ہے۔ بوڑھے کم ہوتے ہیں۔ مگر پاکستان و ہندوستان کے حجاج میں اکثریت بوڑھوں کی ہوتی ہے۔ اور جوان کم ہوتے ہیں۔

جاوا سماٹرا جاوا سماٹرا کے حجاج کو دیکھا۔ اکثریت نوجوانوں کی تھی۔ اور اپنے وکیل معلم سے معلوم ہوا۔ کہ جاوا سماٹرا میں لڑکا حاجی نہ ہو۔ تو اُسے بیوی نہیں ملتی۔ اور لڑکی حج نہ کر چکی ہو تو اُسے شوہر نہیں ملتا۔ یعنی وہاں حج پہلے ہے اور شادی بعد میں۔ یہ سن کر مجھے اپنے یہاں کا خود ساختہ دستور یاد آگیا۔ کہ ہماری ماں جب تک سارے لڑکے لڑکیوں کی شادی نہ کرنی جائے۔ حج کے لئے کوئی نہیں نکلتا۔ اور مسئلہ یہ گھڑ رکھا ہے۔ کہ صاحب! میرے بچے اپنی جوان ہیں۔ اور یہ بوجھ سر پر ہیں۔ یہ بوجھ اتریں۔ تو حج کو جاؤں۔ گویا دوسرے ملکوں میں جب تک حج نہ ہو جائے۔ شادی نہیں ہو سکتی۔ اور ہماری ماں جب تک سب کی شادیاں نہ ہو جائیں۔ حج نہیں ہوتا۔ حالانکہ جس شخص کے پاس اتنا مال موجود ہو۔ کہ اپنے فروری کاروبار اور گزر اوقات اور واپسی تک اہل و عیال کا خرچہ نکال کر

اس قدر روپیہ بچ ہے۔ کہ اس سے حج کر آئے۔ تو اس پر حج فرض ہے۔ اور ایسا شخص اگر کسی عند لنگ کے باعث حج نہ کرے گا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ ایسا شخص بیشک چاہے یہودی ہو کر مر جائے۔ یا نصرانی ہو کر مر جائے!

ہم طواف سے فارغ ہو کر اب مقام ابراہیم کی طرف آئے ہیں۔ اس لئے کہ مسئلہ یہی

نماز طواف

ہے۔ کہ طواف سے فارغ ہونے کے بعد مقام ابراہیم کی طرف آئیے۔ اور یہاں دو رکعت نماز طواف پڑھیے۔ یہ نماز واجب ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ یہاں دو رکعت پڑھنے والے کے اگلے پچھلے گنہ بخش دیئے جاتے ہیں ان دو رکعتوں میں پہلی میں قل یا ایہا الکفرؤں اور دوسری میں قل هو اللہ احد پڑھنی چاہیے۔ چنانچہ یہاں اگر ہم نے مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی ہے۔ چونکہ آدھی رات سے بھی وقت زیادہ گزر چکا ہے۔ اس لئے ہجوم بہت زیادہ نہ ہونے کے باعث ہمیں نماز کے لئے یہاں جگہ مل گئی ہے۔ ورنہ دن کو تو بڑی مشکل ہوتی ہے۔

اور مسئلہ یہ ہے۔ کہ اگر ہجوم کی وجہ سے مقام ابراہیم میں نماز نہ پڑھ سکے۔ تو مسجد شریف میں

مسئلہ

کسی اور جگہ پڑھ لے۔ اور یہ نماز طواف کے بعد فوراً پڑھنی چاہیے۔

نماز طواف پڑھ کر ملتزم کے پاس جاٹے۔ اور اس سے لپٹ کر اپنا سینہ اور پیٹ کبھی دہنا رخسار اور کبھی بایاں اور کبھی رخ سارا اس پر رکھے۔ اور دونوں ہاتھ سر سے اونچے کر کے دیوار پر پھیلائے۔ اور نہایت خشوع خضوع سے دعا کرے اور درود شریف پڑھے۔

ازہر زمزم | اس کے بعد ہم چاہ زمزم کی طرف بڑھے ہیں۔ اور مشہد بھی یہی ہے۔ کہ طواف و نماز طواف سے فارغ ہو کر زمزم کا پانی خوب سیر ہو کر پیا جائے۔ اور پینے کے بعد کچھ پانی سر اور بدن پر بھی ڈالا جائے۔ اور حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ کہ زمزم پیتے وقت جو دعا مانگی جائے۔ قبول ہوتی ہے۔

چاہ زمزم | چاہ زم زم مسجد شریف کے اندر ہی ہے۔ اور یہاں ہر وقت بے پناہ ہجوم رہتا ہے۔ کنوئیں کے اوپر ڈولوں سے نکالنے والے متعدد ملازم موجود رہتے ہیں۔ جو ہر وقت پانی نکالتے رہتے ہیں۔ اور متعدد ٹونٹیاں بھی لگی ہوئی ہیں۔ اور مسجد شریف سے باہر بھی بعض مقام ایسے بنے ہوئے۔ جہاں تک پائپوں کے ذریعہ پانی پہنچتا

ہے۔ اور ان مقامات پر بھی بجوم رہتا ہے۔ اور یہ چاہ زم زم ہی کی برکت و کرامت ہے۔ کہ ہزاروں لاکھوں آدمی ہر روز اس پانی سے پانچ وقت وضوء بھی کرتے ہیں۔ غسل بھی کرتے ہیں۔ پتے بھی ہیں۔ اور اسی پانی سے کفن بھی بھگوتے ہیں۔ اور پھر واپسی پر اپنے اپنے ملکوں میں ٹینوں کے ٹین اور ڈم بھر کر لے بھی جاتے ہیں۔ اور چوبیس گھنٹے اس سے پانی نکلتا ہی رہتا ہے۔ مگر سبحان اللہ! یہ کنواں نہ کبھی خشک ہوا ہے۔ اور نہ ہی اس سے کبھی پانی کچھ کم ہوا ہے۔

ہم نے یہاں پانی سیر ہو کر پیا ہے۔ رشید صفامروہ و بلال نے پیا بھی ہے۔ اور اپنے بدلوں،

اور کپڑوں پر بھی ڈالا ہے۔ میں نے اور رشید و بلال کی والدہ نے بھی ایسا ہی کیا ہے۔ اس کے بعد ہم باب الصفا سے نکل کر صفا مروہ کی طرف آئے ہیں۔ یہ وہی جگہ ہے۔ جہاں حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا پانی کی تلاش میں دوڑی تھیں۔ جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حکیم الہی حضرت ہاجرہ اور اسماعیل علیہ السلام کو یہاں لائے تھے۔ اور اس صحرا میں انہیں تنہا چھوڑ کر واپس چلے گئے تھے۔ اس وقت یہاں کوئی آبادی نہ تھی۔ حضرت ہاجرہ نے

حضرت اسماعیل علیہ السلام کو یہاں لٹایا تھا۔ اور جب حضرت اسماعیل علیہ السلام پانی کے لئے بیچین ہوئے، تو حضرت ہاجرہ پانی کی تلاش میں صفا پہاڑی پر چڑھیں۔ اور پھر وہاں سے اتر کر دوڑتی ہوئی دوسری پہاڑی پر چڑھیں۔ اترنے میں حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنی مقدس ایڑیاں زمین ماریں۔ تو ان مقدس ایڑیوں کی بدولت خشک زمین سے پانی اُس پڑا۔ حضرت ہاجرہ نے جو یہ دیکھا۔ تو دوڑتی ہوئی تشریف لائیں۔ اور پانی کے ارد گرد ریت و کنکریوں کی حصار کھینچ کر فرمایا۔

”زم زم“

یعنی ”ٹھہر ٹھہر“۔ یہی وہ کنواں ہے۔ جس کا آج تک نام ہی زم زم زباں زوِ خلائق ہے۔ اور جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی مقدس ایڑیوں کا صدقہ ہے۔ اس موقع پر اعلیٰ حضرت کا ایک شعر بھی سنئے چلے! آپ فرماتے ہیں سے

اُن کو بے مانگے ملا ان کو رگڑا کر ایڑیاں
مالک کوثر کے ہمسر صاحبِ زم زم نہیں
یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ایڑیاں رگڑا کر زم زم
ملا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حوضِ کوثر بن ملکہ

عطا ہوا۔ لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ زیادہ ہے۔
 حضرت لاجرہ رضی اللہ عنہا نے حضرت اسماعیل علیہ السلام
 کو گود میں اٹھا لیا۔ اور تنہا یہاں تشریف فرما تھیں۔ کہ
 ایک قافلہ نبی جبریم کا اس طرف سے گزر ہوا۔ قافلہ
 والوں نے یہاں ایک عورت کو اور اس کی گود میں ایک
 نورانی بچے کو دیکھا۔ تو حیران رہ گئے۔ کہ اس صحرا میں یہ
 کون ہیں؛ تو سے

نہا آئی کہ سے جبریم کے بچہ باویہ گروہ !
 ادب کی جا ہے سے بوطصو! جوانو! عورتو! مردو
 یہ عورت اور اس کی گود میں بچہ جو لیٹا ہے
 یہ پیغمبر کی بیوی ہے وہ پیغمبر کا بیٹا ہے
 خبردار! کوئی بے ادبی نہ ہونے پائے۔ یہ مقدس گھرانے
 کے افراد ہیں۔ چنانچہ ان قافلہ والوں نے یہاں پانی دیکھ
 کر حضرت لاجرہ سے اجازت لی۔ اور یہیں سکونت پذیر
 ہو گئے۔ اور آج یہی جگہ مرکزِ خلافت ہے۔ جس کا نام
 کعبہ معظمہ ہے۔ صفامروہ کی دو پہاڑیاں آج بھی موجود
 ہیں۔ اور ان دو پہاڑیوں کی عزت و عظمت پر قرآن پاک
 شاہد ہے۔ اور ان کی عزت و شرافت حضرت لاجرہ و
 و اسماعیل علیہ السلام کے قدمِ مہینت لزوم کی رہن منت ہے

اور ہمیں اب انہیں پہاڑیوں کی زیارت کرنا ہے۔ اور پھر ان دونوں کے درمیان چلنا اور دوڑنا ہے۔ اور چل دوڑ کر حضرت ہاجرہ کی اوائے مبارک کی نقل کرنا ہے۔ چنانچہ ہم باب الصفا سے نکل کر درود و سلام پڑھتے ہوئے پہلے صفا پہاڑی کے پاس پہنچے ہیں۔ اور قریب پہنچ کر دعا پڑھی ہے۔

أَبْنَاؤُنا بِبَنَاتِنا بِنَاءُ اللَّهِ بِبَهْرَاتِ الصَّفا وَالْحَرَوَاتِ مِنْ
شَعَائِرِ اللَّهِ.

اس کے بعد ہم سیڑھی پر چڑھے ہیں۔

مسئلہ | مسئلہ یہ ہے۔ کہ اوپر کی دعا پڑھ کر صفا پہاڑی پر چڑھنے کے لئے جو سیڑھیاں بنی ہیں۔ ان پر چڑھنا شروع کرے۔ اور اتنا چڑھے کہ وہاں سے کعبہ شریف نظر آنے لگے۔ جب کعبہ شریف نظر آنے لگے۔ تو کعبہ شریف کی طرف منہ کر کے دونوں ہاتھ موندھوں تک دعا کی طرح پھیلے ہوئے اٹھائے۔ اور پھر تکبیر و تہلیل اور درود شریف پڑھے۔ اور یوں کہے۔

اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَبِذَا الْحَمْدُ۔

اور درود شریف پڑھ کر اپنے اور اپنے احباب و اقربا

اور دیگر مسلمانوں کے لئے دعا مانگے۔ یہاں بھی دعا قبول ہوتی ہے۔ پھر تقریباً پچیس آیت کی مقدار ٹھہر کر پھر چل پڑے۔ اور اپنی رفتار سے ذکر کرتا ہو دعائیں مانگتا ہوا مردہ کی طرف چلے۔

یہ نیت کرے۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أُرِيدُ السَّعْيَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ
فَبَيِّرْ لِي -

اور پھر چل پڑے۔ اور ذکر کرتا ہوا اپنی رفتار سے مردہ کی طرف چلے۔ اور یہ بھی پڑھتا چلے۔

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْ وَتَجَاوِزْنَا عَمَّا نَعْلَمُ وَتَعْلَمُ مَا
لَا نَعْلَمُ - إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعَزُّ الْأَكْرَمُ -

اور اس کے علاوہ دود شریف اور جو دعا چاہے مانگتا چلے صفا سے فقوڑے ہی فاصلہ پر سبز رنگ کا ایک ستون مسجد شریف کی دیوار سے

سببِ مصلحت

متصل نظر آتا ہے۔ اور اس ستون سے کچھ فاصلہ پر پھر آگے بھی ایک سبز رنگ کا ستون ہے۔ ان دونوں ستونوں کے درمیان دوڑنا پڑنا ہے۔ اس لئے کہ حضرت باجہ بھی یہاں دوڑی تھیں۔ اور یہ آپ معلوم کر چکے۔ کہ حج سائے کا سارا خدا کے مقبولوں کی نقل ہی ہے

چنانچہ ہم چلتے ہوئے جب اس سبز ستون کے پاس پہنچے ہیں۔ تو ایک دم دوڑ پڑے ہیں۔ رشید و ہلال تو اتنی تیزی سے دوڑے ہیں۔ کہ آگے جا کر پھر میری انتظار میں انہیں ٹھہرنا پڑا۔ اگلے ستون کے پاس پہنچ پھر اپنی معمولی رفتار سے چلا جاتا ہے۔

مسئلہ مسئلہ یہ ہے۔ کہ ان دونوں ستونوں کے درمیان دوڑے۔ مگر متوسط طریق سے دوڑے۔ لیکن رشید و

ہلال کا بچپن اس دوڑ میں کچھ ایسا خوش ہے۔ کہ اس جگہ سے بعد تیز دوڑنے لگتے ہیں اور تیس اس دوڑ سے مستثنیٰ ہیں۔

عجیب منظر یہ منظر بھی ایک عجیب وکھش ہے۔ کہ چھوٹے بڑے امیر غریب ایک ہی رنگ

میں رنگے ہوئے صفا پہاڑی سے اتر کر مردہ کی طرف چل رہے ہیں۔ اور جب سبز میں آیا۔ تو سب کے سب ایک دم دوڑ پڑے ہیں۔ کوئی چل رہا ہے۔ کوئی دوڑ رہا ہے۔ کوئی مردہ کو جا رہا ہے۔ اور کوئی وہاں سے آ رہا ہے۔ سبحان اللہ! یہ نظارہ بھی دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا ہے۔

عقوڑی دیر کے بعد ہم مردہ پہاڑی کے پاس آ پہنچے

اب یہاں بھی صفا پہاڑی کی طرح سیڑھیوں پر چڑھے ہیں اور کعبہ شریف کی طرف رخ کیے اسی طرح ذکر و دعائیں کیں۔ جس طرح صفا پہاڑی پر کیں تھیں۔ اور یہ ہمانا پہلا پھیرا ختم ہوا۔ اب ہم پھر صفا کی طرف چل پڑے ہیں۔ اور اسی طرح ذکر کرتے ہوئے چل رہے ہیں۔ اور صفا کے قریب جب وہی سبزستون آیا ہے۔ تو پھر وہاں سے دوڑ پڑے ہیں۔ اور اگلے ستون کے پاس پہنچ کر پھر اپنی رفتار سے چلنے لگے ہیں۔ حتیٰ کہ پھر صفا کے پاس آگئے ہیں۔ دوسرا پھیرا مٹا جو ختم ہوا۔ پھر حسب سابق صفا کی سیڑھی پر چڑھ کر ذکر و دعا کی۔ اور مردہ کی طرف چل پڑے ہیں۔ اور اسی طرح ہم نے سات پھیرے پورے کئے۔ جو مردہ پر جا کر ختم ہوئے۔

مسئلہ ہر پھیرے میں دونوں سبز میلوں کے درمیان دوڑنا ضروری ہے۔ اور اس جگہ کے علاوہ اپنی معمولی رفتار سے چلے۔ مگر میں نے دیکھا ہے۔ کہ دن کے وقت ہجوم زیادہ ہوتا ہے۔ اور جو حجاج نادانف اور معلموں کے رحم و کرم پر ہوتے ہیں۔ معلم حضرات یہ نہیں دیکھتے کہ سبزستون آیا ہے یا نہیں۔ وہ گنجائش دیکھتے ہیں یعنی اگر سبزستونوں کے درمیان ہجوم زیادہ ہے تو وہاں

سے اسی رفتار گزاریں گے۔ اور آگے جا کر کہیں ہجوم کم نظر آیا۔ تو وہاں دوڑا دیں گے۔ پس حجاج کو خود اس بات کا دھیان رکھنا چاہیے۔ کہ ہزستون جو بہت بڑے بڑے ہیں۔ وہ آئیں۔ تو دوڑا جائے۔ پہلے یا بعد میں نہیں یہ سات پھیرے جو ختم ہوئے سعی کہلاتے ہیں۔

حجامت

اس کے بعد اب حجامت کا مرحلہ باقی ہے۔

مردوں کے لئے سر کے سارے بال استرے سے منڈوا ڈالنے یا بال چھوٹے کرانے۔ ضروری ہیں۔ اور عورت کے لئے ایک انگلی کے برابر بال کٹوا لینے کافی ہیں۔

سید جمیل صاحب جو ہمارے معلم ہیں۔ ہمیں صفا مروہ کے متصل ہی ایک حجام کی دکان پر لے گئے ہیں۔ جنہوں نے میری۔ رشید اور بلال کی حجامت بنائی ہے اور ہم نے استرے سے بال منڈوا دیئے ہیں۔ اور رشید و بلال کی والدہ کے سر کے کھوڑے سے بال سید جمیل صاحب نے گھر لے جا کر اپنی والدہ سے کٹوائے ہیں۔ سید جمیل صاحب کے ارشاد پر ہم نے ایک ایک ریاں حجام صاحب کو دے دیا ہے۔ اور اب ہم عمرہ سے فارغ ہو چکے ہیں۔ اور احرام کھول سکتے ہیں۔ رشید و بلال کی والدہ نے مجھے مبارک دی ہے۔ کہ عمرہ مبارک باد!

اور رشید و بلاں بھی مبارک مبارک کہہ رہے ہیں۔ اور میں
انہیں کہہ رہا ہوں۔ اب ہم معلم صاحب کے مکان پر
آکر عقوی دیر کے لئے سو گئے ہیں۔

۲۳ مہی بڑا پیر

آج صبح اٹھ کر احرام کی چادریں اتار دی ہیں۔ اور معمول
کے مطابق کپڑے پہن لئے ہیں۔ حرم شریف میں جا کر نماز
ادا کی۔ اور پھر قیامگاہ پر آکر خورد چائے تیار کی اور پی۔
فی الحال ہم اپنے معلم سید جعفر شاہ صاحب ہی کے مکان
کے ایک چھوٹے سے کمرہ میں ہیں۔ اور خیال ہے۔ کہ آج
کوئی اچھا سا مکان تلاش کر کے وہاں چلا جاؤں گا۔ مکہ معظمہ
میں چونکہ ان دنوں دنیا کے کونہ کونہ سے مسلمان کھچے چلے
آ رہے ہیں۔ اس لئے یہاں مکان کا آسانی کے ساتھ مل
جانا دشوار ہے۔ سید جمیل صاحب کے ساتھ اسی محلہ میں
چند ایک مکان دیکھے ہیں۔ مگر یہ بہت مہنگے ہیں۔ اہل مکہ
ان دنوں حجاج کرام سے پورے سال کا کرایہ وصول کر لیتے
ہیں۔ چنانچہ میں نے ایک عرب صاحب سے مزاحاً یہ
پوچھا بھی۔ کہ چھوٹے چھوٹے کمروں کا آپ
مکان کا کرایہ اتنا زیادہ کرایہ کیوں وصول کرتے ہیں، تو

انہوں نے جواب دیا۔ کہ ہم سال بھر کا کرایہ لیتے ہیں۔ میں نے کہا۔ اور پتے تو ہم زیادہ سے زیادہ مہینہ ڈیڑھ مہینہ ہیں وہ بولے۔ تو یہ آپ کا اپنا قصور ہے۔ آپ سال بھر رہیے آپ کو کون روکتا ہے؟ واقعی عرب صاحب نے بڑے مزے کی بات کی۔ اے کاش! دنیوی دھندے نہ ہوں۔ تو سال بھر کیا، عمر بھر یہیں رہا جائے۔ حرم شریف سے مکان جتنا قریب ہوگا۔ اتنا ہی وہ مہنگا بھی ہوگا۔ چنانچہ اپنے چند احباب کو ملنے کے لئے میں "باب ابراہیم" کے متصل ہی ایک مکان میں گیا۔ میرے یہ احباب نو کی تعداد میں ہیں۔ اور افریقہ و کویت سے آئے ہیں۔ ایک چھوٹا سا مکہ ہے۔ مسلمانانہ بیت المقدی بھی ساتھ ہی ہے۔ اور کرایہ اس کا گیارہ سو ریاں ہے۔ جو ان نو افراد نے ادا کیا ہے۔ اسی طرح دو دو ہزار، چار چار ہزار تک کے مکان بھی ہیں۔ اور حجاج کرام اس سفر میں چونکہ اجتماعی شکل میں یعنی بیس بیس تیس تیس افراد مل کر مکان لیتے ہیں اس لئے کرایہ میں تقسیم سے تخفیف ہو جاتی ہے۔ حرم شریف سے کچھ فاصلہ پر جو مکان ہیں۔ وہ سستے ہیں۔ میرے ساتھ چونکہ بچے ہیں۔ اس لئے میں کوئی مشترکہ مکان تو لے نہیں سکتا۔ بہر حال الگ ہی کوئی مکان

لینا پڑے گا۔ جس میں میرے علاوہ میرے عم زاد پڑے
 بھائی جناب مولانا عبدالقادر صاحب بھی آکر رہیں گے۔ چنانچہ
 چند دوستوں کی اطلاع پر محلہ شبیکہ میں مدرسہ مولتیہ
 کے پاس ایک مکان دیکھنے کے لئے گیا ہوں۔ مدرسہ
 مولتیہ حرم شریف سے تقریباً تین فرلانگ پر واقع ہے۔
 یہاں پہنچ معلوم ہوا۔ کہ مدرسہ کے متصل ہی ایک دو
 منزلہ مکان ہے۔ اوپر کی منزل میں تو لاہور کے بعض
 حجاج قیام فرما ہیں۔ اور نیچے کی منزل میں دو کمرے خالی
 ہیں۔ اس مکان کی مالک ایک عرب بیوہ خاتون ہیں۔
 انہیں پتہ چلا۔ تو سیاہ برقعے میں ملبوس نیچے تشریف لائیں
 ہیں۔ اور یہ کمرے کھول کر دکھائے۔ مکان بڑا بوسیدہ اور
 کچی دیواریں اور زمین بھی کچی نظر آئی اور کرایا تین سو
 روپاں بتایا۔ میں نے اتنے کرائے میں اس مکان کو
 مہنگا نہیں سمجھا۔ اور عرب خاتون سے کہہ دیا ہے۔ کہ
 یہ مکان ہمارے لئے بہنے دیا جائے۔ انہوں نے کہا۔ کہ
 آپ کرایہ پہلے دیدیں۔ پھر چاہے جب آئیں۔ چنانچہ میں
 نے تین سو روپاں لیا کر دیئے ہیں۔ اور پھر اپنے معلم صاحب
 کے پاس آیا ہوں۔ اور معلم صاحب کے ملازم کی کٹوئیں
 میں سامان لے کر بچوں سمیت اس مکان میں آگیا ہوں

پانی

اس مکان کے دروازے کے متصل ہی ایک کنواں ہے۔ یہ کنواں ان کنوؤں میں سے ایک ہے۔ جن میں نہر زبیدہ کا پانی آتا ہے۔ یہ کنوئیں صبح کھلتے ہیں۔ اور دوپہر کو بند ہو جاتے ہیں۔ اور پھر پچھلے پہر کھل کر شام کو بند ہو جاتے ہیں۔ آجکل ان کنوؤں پر عربی سقوں کا قبضہ ہے۔ یہ لوگ چاروں طرف کنوئیں کو گھیرے رہتے ہیں۔ اور باری باری پانی نکال کر اپنے اپنے کنستریٹر بھر کر لے جاتے ہیں۔ اور بیچتے ہیں۔ دو دو کنستریٹر ان کے کندھوں پر لٹکے رہتے ہیں۔ جنہیں یہ آجکل چھ چھ قرش اور کبھی کبھی آٹھ آٹھ قرش پر بیچتے ہیں۔ کنوئیں سے پانی بھر کر ان کنستریٹروں کو لئے "مویا مویا" کی یا پھر ہمیں سمجھانے کے لئے "مانی مانی" کی آواز دیتے پھرتے ہیں۔ ہم نے پہلی مرتبہ کنستریٹریے خریدے ہیں۔ اور چھ قرش ادا کئے ہیں۔ گرمی انتہا کی ہے۔ بچے ساقہ ہیں۔ پیاس بار بار لگتی ہے۔ اور دن بھر کے لئے کئی کنستریٹر درکار ہیں۔ مگر پانی ملتا یہاں قینا ہے۔ اور خرچ حاج کے پاس محدود ہوتا ہے۔ اسلئے بڑی احتیاط پیش نظر ہے۔ مگر پانی میں احتیاط کیا کی جائے۔ بار بار پیاس لگتی ہے۔ نہانے پر بھی دل چاہتا ہے۔ کھانا دانا بھی پکانا ہے۔ چائے بھی پکانی ہے، کپڑے

بھی دعوے ہیں۔ اور کئی کام ہیں جو پانی کے بغیر مشکل ہیں۔ یہاں آکر پانی کی قدر معلوم ہوتی۔ اللہ اکبر! خدا تعالیٰ کی عطا فرمودہ نعمتوں میں سے ہر ایک نعمت واقعی انتہائی قیمتی ہوتی ہے۔ مگر ہم نعمت شمار اسے سمجھتے نہیں۔ ہمارے ملک میں چونکہ اللہ کی یہ نعمت بافراط ہے۔ اس لئے اس کی اصل قدر تو یہاں آکر معلوم ہوتی ہے۔ اپنے ہاں تو پانی کوئی نایاب نہیں۔ بلکہ ایک وقت ایسا بھی آتا ہے۔ کہ چاروں طرف پانی ہی پانی ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ۱۹۵۷ء میں جب میں حج کے لئے آیا تھا۔ تو واپسی پر کویت اتر گیا تھا۔ انہیں دنوں ہمارے پنجاب میں ہولناک سیلاب آ گیا تھا۔ چنانچہ اس کی خبر میں نے کویت میں ریڈیو میں سن لی۔ یہ خبر سن کر میں حیران سا ہو گیا۔ تو ساتھ میرے ایک کویت کے عرب صاحب بیٹھے تھے۔ انہوں نے مجھ سے پریشانی کی وجہ پوچھی۔ تو میں نے بتایا۔ کہ ہمارے ملک میں سیلاب آ گیا ہے۔ انہوں نے سیلاب کی کیفیت پوچھی۔ تو میں نے بتائی۔ تو وہ بولے۔ "آپ بڑے خوش قسمت ہیں۔ کہ آپ کے مکان بھی پانی میں تیرتے ہیں۔ اور ہماری تو زبان بھی پانی کو ترستی ہے!" دیکھا آپ نے اس طرف پانی کس قدر قلت

لطیفہ

آ گیا تھا۔ چنانچہ اس کی خبر میں نے کویت میں ریڈیو میں سن لی۔ یہ خبر سن کر میں

حیران سا ہو گیا۔ تو ساتھ میرے ایک کویت کے عرب صاحب بیٹھے تھے۔ انہوں نے مجھ سے پریشانی کی وجہ پوچھی۔ تو میں نے بتایا۔ کہ ہمارے ملک میں سیلاب آ گیا ہے۔ انہوں نے سیلاب کی کیفیت پوچھی۔ تو میں نے بتائی۔ تو وہ بولے۔ "آپ بڑے خوش قسمت ہیں۔ کہ آپ کے مکان بھی

پانی میں تیرتے ہیں۔ اور ہماری تو زبان بھی پانی کو ترستی ہے!" دیکھا آپ نے اس طرف پانی کس قدر قلت

ہے۔ سچ فرمایا شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے کہ مرغی ایک گھونٹ پانی کا پی کر اپنا منہ اوپر اٹھا کر پانی پلانے والے رب کا شکریہ ادا کر لیتی ہے۔ مگر افسوس غافل انسان پر کہ ہزاروں من پانی پی جاتا ہے۔ مگر کبھی اللہ کا شکر ادا نہیں کرتا۔

آج کل مکہ معظمہ میں بڑی رونق ہے۔ بازاروں

رونق

سے گزرنا انتہائی دشوار ہے۔ سجان اللہ! جدھر نکل جائے۔ اطرافِ عالم سے آئے ہوئے مختلف مسلمانوں کے گروہ نظر آتے ہیں۔ بہت سے حجاج اچھے ہیں، اور اکثریت ان کی ہے۔ جو متواتر آ رہے ہیں۔ کوئی بس ادھر سے آ رہی ہے۔ کوئی ادھر سے۔ کسی بس پر مصری حجاج آ رہے ہیں۔ کسی پر سوڈانی اور کسی پر جاوا سماٹرا کے اور کسی پر ہندوستانی اور پاکستانی وغیرہ حجاج آ رہے ہیں۔ اور جو بھی آ رہے ہیں۔ بئیک اللہم بئیک کی مبارک صدائیں لُنکے لبوں پر ہیں۔ عجیب منظر ہے۔ کیا عجب پہل پہل ہے۔ ایک ہی دھن، ایک ہی مقصد ایک ہی اداہ، سینکڑوں کی تعداد میں بسیں اور موٹریں ہیں جو ادھر ادھر دوڑ رہی ہیں۔ اور یہ حقیقت ہے۔ کہ بازار میں چلنا اور ادھر سے ادھر عبور کرنا بڑا ہی مشکل ہے۔ دنیا میں بڑے بڑے ہجوم

رش اور اجتماع ہوئے۔ ہوتے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ مگر
بخدا ایسا مقدس ہجوم، پیارا رش، اور عظیم اجتماع بجز اجتماع
حج کے نہ کہیں ہوا، نہ ہوگا۔

حج کو ابھی کچھ دن باقی ہیں۔ اور حجاج کرام ہر روز
مکہ معظمہ میں جمع ہو رہے ہیں۔ اور ہر روز حرم شریف کی
حاضری، اللہ کے گھر کی زیارت اور اس کے طواف سے مشرف
ہوتے ہیں۔ ہم بھی اس شرف سے مشرف ہوئے اور ہوتے
رہیں گے انشاء اللہ!

رشید و بھلاں کی یہاں بڑی فکر ہے۔ اس لئے کہ بڑا
شہر اور بے پناہ ہجوم، اطرافِ عالم کے لوگوں کا اجتماع اور
لا تعداد ٹریفک، اور یہ دونوں بچے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ادھر
ادھر ہو جائیں۔ مدینہ منورہ میں یہ فکر نہ تھی۔ مگر

۲۲ مئی تا یکم جون
مہینہ

مشکل وار تا بدھوار

حج کو ابھی سات آٹھ روز باقی ہیں۔ اور ہم نے جی
بھر اللہ کے گھر کی زیارت کی ہے۔ ہر روز حرم شریف جاتے

ہیں۔ بعد از نماز طواف کرتے ہیں۔ رشید و بلاں بھی میرے ساتھ ہوتے ہیں۔

خانہ کعبہ | فریضہ حج ادا کرنے والے کو جس خاص مقام، جس خاص گھر سے سب سے

زیادہ وابستگی رہتی ہے۔ اور سب سے زیادہ واسطہ پڑتا رہتا ہے۔ وہ ہے۔ خانہ کعبہ۔ خانہ کعبہ سے زیادہ پرانا زیادہ قدیم گھر اب تک تاریخ والوں کو اس کو اس کرہ ارض پر

نہیں ملا ہے۔ بعض شہر، بعض آبادیاں، بہت پرانی رہی ہیں، ایک چھوٹا سا گھر اتنا پرانا اب تک تو معلوم نہیں ہوا ہے، اسی لئے تو قرآن پاک میں خانہ کعبہ کو۔

"الْبَيْتَ الْعَتِيقَ" کہا گیا ہے۔ البیت العتیق کے معنی "خانہ قدیم" یا "پرانے گھر" کے ہیں، خدا سوچے کہ اسے

قدیم کہے ہوئے بھی کتنا زمانہ ہو گیا۔ اسی خانہ کعبہ کو جس کے طواف کا حکم ہے، جس کے طواف کی فرحت سامانیاں

عدۃ تصور سے باہر ہیں۔ "مَثَابَةُ لِّلنَّاسِ وَ اَمْنًا" بھی کہا گیا ہے، مَثَابَةُ کے معنی ہیں وہ مقام جس کی طرف

انسان بار بار رجوع کرے، اور پھر بھی جی نہ ٹھہرے "جاننے والے جانتے ہیں، کہ لوگ حج پر حج اور عمرہ پر عمرہ کرتے

چلے جاتے ہیں۔ اور اکتائے نہیں، مَثَابَةُ کے ایک معنی

ہیں۔ کنوئیں کی وہ خاص جگہ جہاں سے پیاسوں کو پانی پلاتے ہیں۔۔۔ اہل دل جانتے ہیں کہ کعبہ سے کیا کیا فیوض اور برکتیں ملتی رہتی ہیں۔ مانگنے والوں کو بھی، اور نہ مانگنے والوں کو بھی اسی خانہ کعبہ کو "مقام امن" بھی کہا گیا ہے۔ اس لئے کہ ہمیشہ سے اسی گھر میں پناہ لینے والے محفوظ سمجھے گئے ہیں۔ بڑے بڑے مجرم ایام جاہلیت میں بھی جب خانہ کعبہ میں جاتے تو ان کو گرفتار نہیں کیا جاتا تھا۔ عارفوں کا ایمان ہے کہ رہتی دنیا تک خانہ کعبہ مامون اور محفوظ رہے گا۔

اسی خانہ کعبہ کو "ہدایت کا سرچشمہ" بھی کہا گیا ہے۔ دیکھئے۔ صرف اہل عرب کی ہدایت کا نہیں۔ صرف مسلمانوں کی ہدایت کا نہیں، بلکہ سارے جہان کی ہدایت کا سرچشمہ قرار دیا ہے۔ دنیا جانتی ہے، دنیا مانتی ہے۔ کہ مادی، معاشی معاشرتی، روحانی، اخلاقی، غرض کہ ہر قسم کی تعلیم کی اشاعت کا مرکز، ہر قسم کی سچی ہدایت کا نقطہ اودین یہی خانہ کعبہ مقرر کیا گیا ہے۔ اور اسی خانہ کعبہ کے شہر میں، جس کو مکہ کہتے ہیں، وہ بے نظیر ہستی مبعوث ہوئی، جس کی ہدایت نے، نصیحت نے، تبلیغ نے اور تعلیم نے انسانیت کو چلنے پھولنے اور سونے سدھرنے کا موقع دیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم!

مسئلہ مسجد حرام شریف میں نماز پڑھنے کا بڑا ثواب ہے ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے چاہے یہ نماز جماعت کے ساتھ ہو یا تنہا۔ حج سے پہلے ان ایام میں ہم اس عظیم ثواب سے بہرہ یاب ہو رہے ہیں۔

فضیلت طواف جس قدر ممکن ہو نفلی طواف کیجئے۔ اس لئے کہ طواف کی بہت فضیلت ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ بیت اللہ شریف پر ہر روز ایک سو بیس رحمتیں نازل فرماتا ہے جن میں سے ساٹھ رحمتیں طواف کرنے والوں کیلئے ہیں اور باقیس نماز پڑھنے والوں کے لئے اور بیس بیت اللہ شریف دیکھنے والوں کے لئے (طبرانی)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس روایت سے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی فضیلت کا اندازہ لگائیے۔ کہ

جب کعبہ شریف کو دیکھنے والا اس قدر رحمتوں کا مستحق ہے تو جن پاک لوگوں نے کعبہ کے بھی کعبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دن رات زیارت کی ہو۔ وہ نفوسِ قدسیہ خدا تعالیٰ کی کسی قدر رحمتوں کے مستحق ہوں گے۔
رضی اللہ عنہم اجمعین !

مسئلہ | نفل طواف میں اضطباع اور رمل نہیں اور سعی بھی نہیں۔ ہاں طواف کے بعد دو رکعت نفل

واجب ہیں۔

کعبہ معظمہ کا سیاہ غلاف عجب بہادر دیتا ہے۔
غلاف کعبہ | اس سیاہ رنگ کے ریشمیں غلاف میں ملبوس

کعبہ معظمہ کا کچھ ایسا جلال آمیز منظر ہے۔ کہ دیکھنے ہی سے

تعلق رکھتا ہے۔ چاروں طرف سنہری اور جلی حروف میں،

قرآن پاک کی آیات اور بھی زیادہ نور سے نور کا نظارہ

پیش کرتی ہیں۔ یہ غلاف ہر سال مصر سے نیا بن کر آتا

ہے۔ اور حج کے روز سے پہلے پرانا غلاف اتار دیا جاتا ہے

اور نیا غلاف پہنایا جاتا ہے۔ اور اس مبارک رسم میں

حاکم وقت اور دیگر عمائد و اکابر شریک ہوتے ہیں۔ مدت

سے یہ رسم یونہی چلی آئی ہے۔ پرانا غلاف اتار کر کعبہ معظمہ

کے خدام و متعلقین کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ جو اس

غلاف کے ٹکڑے کر کے شائقین کے ہاتھوں بڑی بڑی

معقول رقموں میں منتقل کر دیتے ہیں۔ اس غلاف پاک

کے چھوٹے بڑے ہر ساڑھے کے ٹکڑے مل جاتے ہیں۔ چنانچہ

اکثر حضرات نے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے دیکھے بھی ہوں گے۔

۱۹۵۷ء میں جب میں آیا تھا۔ تو اسی طرح پرانا غلاف

اُتار دیا گیا تھا۔ اور نیا چڑھایا گیا تھا۔ لیکن اس دفعہ ایک عجیب بات دیکھنے میں آئی۔ کہ نیا غلاف اسی پرانے غلاف کے اوپر چڑھا دیا گیا۔ اور پرانے غلاف کو اتارا نہیں گیا۔ حجاج کرام اس نئی بات پر متعجب اور حیران ہیں۔ تاآنکہ پتہ یہ چلا ہے۔ کہ یہاں کے مفتی کا امسال یہ فتویٰ صادر ہوا ہے۔ کہ غلافِ کعبہ کی بطور تبرک تقسیم یہ بھی شرک ہے۔ اس لئے پرانا غلاف اتارا نہیں جائے گا۔ اور اسے تبرکاً تقسیم نہیں ہونے دیا جائیگا۔ مجھ سے ایک معلم صاحب نے بیان کیا۔ کہ حج کے بعد اس پرانے غلاف کو اتار کر داخل نحرانہ کر دیا جائے گا۔ تاکہ اسے کوئی تبرکاً تقسیم نہ کر سکے۔ واللہ اعلم یہ فتویٰ والی بات کہاں تک درست ہے۔ لیکن اس سال پرانے غلاف کا نہ اتارا جانا تو بالکل عیاں ہے۔ اور یہ ایک نئی ہی بات ہے۔ اور اس پر حجاج کرام بڑے متعجب اور حیران ہیں۔

گنبدِ حضرت علیؑ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے بزرگوں بھی اسی سیاہ غلاف کے ساتھ مصر سے آیا کرتے تھے۔ مگر آجکل اس دورِ حکومت میں روضہ شریف پر پروے چڑھانے تو پہلے ہی سے شرک قرار دیئے جا چکے تھے

اور عشاقِ روضہ - روضہ انور پر انہیں قدیم پردوں کو دیکھ
 دیکھ کر دم بخود رہ جایا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ اب یہ بات
 کعبہ معظمہ میں بھی آپہنچی - خدا خیر کرے۔ کہیں ایسا نہ
 ہو۔ کہ طوافِ کعبہ اور تقبیلِ حجرِ اسود وغیرہ کو بھی اسی
 مد میں داخل کر دیا جائے۔ اس لئے کہ کعبہ معظمہ اور
 حجرِ اسود بھی ہیں تو غیر اللہ ہی۔ سچ کہتا ہوں۔ کہ
 اس خبر سے بڑا افسوس ہوا۔

مکہ معظمہ کا مقدس شہر کافی بڑا شہر ہے مگر
مقدس ہجوم اطرافِ عالم سے مخلوق کچھ اس زور سے کھینچ کر

یہاں آتی ہے۔ اور آ رہی ہے۔ کہ لمحہ بہ لمحہ اس مقدس
 ہجوم میں اضافہ ہو رہا ہے۔ میں لکھنے میں کہاں تک
 لاؤں۔ بس یہ پیارا اور ایمان افروز ہجوم دیکھنے ہی
 سے تعلق رکھتا ہے۔ جس بازار، جس گلی، جس مکان
 کی طرف نظر دوڑا ہے۔ انسان ہی انسان نظر آتے ہیں
 بازاروں میں سینکڑوں کی تعداد میں ملکی و غیر ملکی
 بسیں، موٹریں، ٹیکسیاں اور بنی موٹریں ادھر ادھر
 دوڑتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ اور کسی بازار میں نہ گزرنے
 بڑی محنت کا کام ہے۔ نماز کے وقت حرم شریف کی
 طرف چاروں طرف سے رنگ رنگ کی مخلوق خدا کچھ

اس طرح کبھی چلی آتی اور حرم شریف کے مختلف دروازوں سے اندر داخل ہوتی نظر آتی ہے۔ جیسے بیشمار جنتی جنت کے مختلف دروازوں سے جنت کے اندر داخل ہو رہے ہوں۔ اور نماز سے فراغت کے بعد حرم شریف کے چاروں طرف سے نکلنے والی مخلوق کا انہوہ کثیر ایک مدح پرور نظارہ پیش کرتا ہے۔ حرم شریف باوجود بچہ وسیع ہونے کے اور اب دو منزلہ بن جانے کے باوجود ایک دم بھر جاتا ہے۔ اور باہر کے جملہ بازاروں۔ دکانوں اور مکانوں کے اندر بھی صفیں بندھی نظر آتی ہیں۔ اور اس دنیا بھر میں بے مثل و بینظیر اجتماع میں راعی رعایا، چھوٹے بڑے، امیر غریب، گورے کالے کا کوئی امتیاز نہیں ہوتا۔ انتہائی سیاہ رنگ کی مخلوق اور دنیوی، حیثیت سے غریب افراد کعبہ شریف کی مقدس دیواروں کے قریب اگلی صفوں میں اور بڑے بڑے خوبصورت عظیم اور امراء و سلاطین دو پیچھے کی صفوں میں بھی ہوتے ہیں۔ اور کوئی بھی اس بات کی پرواہ نہیں کرتا یہی وہ اسلام کی ہمیشہ خوبی ہے۔ جس کے سامنے آجکل افریقہ میں عیسائیت دم توڑ رہی ہے۔ نئی تہذیب کا علمبردار یورپ نسل و رنگ کے امتیاز کا کچھ اس طرح

شکار ہے۔ کہ گوروں کے ہوٹل الگ، ان کے گرجے الگ، ان کے لٹے بسیں اور ٹرمینیں الگ۔ گوروں کے ہوٹل میں ان کے گرجے میں اور ان کی ٹرمینوں اور بسوں میں کوئی کالے رنگ کا آدمی گھس نہیں سکتا۔ گویا ان کے نزدیک کالا رنگ رکھنے والا انسان انسان ہی نہیں۔ اگرچہ انسانیت اسی میں ہو۔ اور گورے رنگ والا ہی انسان ہے۔ اگرچہ "حیوانیت" اس میں کوٹ کوٹ کر بھری ہو۔ برعکس اس کے اسلامی مساوات کا انسانیت امیر نظارہ ہر مسجد میں دیکھا جا سکتا ہے۔ اور حرم شریف میں تو اس مساوات کا ہمیشہ نظارہ پورے عروج پر ہوتا ہے۔ اور اس شرکی مکمل تفسیر نظر آتی ہے۔ کہ

بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے

تری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

لیجئے! حکومت کی طرف سے اعلان ہو گیا ہے۔ کہ حج

۳ جون جمعہ کے روز ہوگا۔ یہ خبر سن کر حجاج کے دل

مست سے لہریں ہو گئے ہیں۔ ایک تو اس لئے کہ وہ

دن جس کے لئے ہم اتنی دور واز سے اپنے اپنے گھروں

بچوں اور عزیزوں کو پھوڑ کر یہاں آئے ہیں۔ قریب آ

گیا ہے۔ دوسرے اس لئے کہ ہماری قسمت میں حج اکبر

ہوگا۔ اس اعلان کے سننے اور مشہور ہونے پر کہ اس دفعہ حج - حج اکبر ہوگا۔ اطراف و جوانب سے اور بھی کئی افراد مکہ معظمہ آ پہنچے ہیں۔ اور حجاج کی تعداد کئی لاکھ تک پہنچ گئی ہے۔ یہ تو بعد از حج معلوم ہوگا۔ کہ اس دفعہ حجاج کتنی تعداد میں آئے۔ لیکن دس لاکھ کے قریب قریب ضرور ہوں گے۔ ^{بشمور} میں جب آیا تھا۔ تو اس سال مکہ معظمہ کے اخبار "ام القری" میں حجاج کی تعداد پچاس لاکھ پڑھی تھی۔ اور اس دفعہ تو سبھی کہہ رہے ہیں کہ حجاج کرام پچھلے سالوں سے زیادہ تعداد میں حاضر ہوئے ہیں۔

سنگار دلیا! کہ میرے برادر اکبر حضرت مولانا عبدالقادر صاحب بھی پہنچ گئے ہیں۔ معلم صاحب سے معلوم ہوا۔ کہ مولانا عبدالقادر صاحب جدہ پہنچ گئے ہیں۔ اور کل یہاں پہنچ جائیں گے۔ یہ خبر سن کر بے حد مسرت ہوئے بالخصوص رشید و بلال تو خوشی سے اچھلنے لگے ہیں۔ کہ بابا جی آئے ہیں۔ برادرِ معظم مکہ معظمہ پہنچے۔ تو ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ ایک ہی گھر کے چند افراد مل کر حج کے شرف سے مشرف ہوں گے۔ اس سے زیادہ اور کیا خوشی کی بات ہوگی۔ برادرِ معظم کے ساتھ میں نے

بھی عوافِ نفل کیا۔ اور اس کے بعد سعی اور حلق سے انہوں نے فاتح ہو کر اپنا احرام کھول لیا۔ کیونکہ ان کا احرام بھی عمرہ کا تھا۔

۲۔ جون بروز جمعرات

آج چونکہ بعد نماز صبح حج کی ابتداء ہونے والی ہے اس لئے ہم سب نے رات ہی سے احرام باندھنے کے لئے احرام کی چادریں تیار کر رکھی تھیں۔ اور صبح غسل کیلئے پانی بھی خرید لیا تھا۔ رشید و بلاں بھی بڑے خوش ہیں۔ نماز فجر کے پہلے ہی ہم نے غسل کیا ہے۔ اور احرام باندھ لیا ہے۔

مسئلہ حج در اصل آٹھویں ذی الحجہ کو شروع ہو جاتا ہے۔ مسئلہ یہ ہے۔ کہ متمتع یعنی جس نے متمتع

کا احرام باندھا ہو۔ وہ عمرہ کر لینے کے بعد احرام کھول دے اور پھر آٹھویں کو حج کا احرام باندھ کر حج کرے۔ چنانچہ ہمارا احرام بھی متمتع کا تھا۔ اور ہم عمرہ کر کے احرام کھول چکے تھے۔ اس لئے آج ہمیں احرام باندھنا تھا۔ احرام مسجد الحرام شریف میں باندھنا مستحب ہے۔ اور دوسری جگہ بھی حرم کی حدود کے اندر اندر باندھنا جائز ہے۔ ہم نے اپنے

مکان ہی میں باندھ لیا ہے۔ احرام باندھتے وقت غسل کر کے دو رکعت احرام پڑھ کر احرام کی نیت کرے۔ اور وہی طریقہ اختیار کرے۔ جس کا پیچھے ذکر ہو چکا ہے۔

مسئلہ آنٹھویں ذوالحجہ کو سورج نکلنے کے بعد مکہ معظمہ سے منیٰ کو چل دینا چاہیے۔ اس دن ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر پانچ نمازیں منیٰ میں پڑھنی مستحب ہیں۔ اور رات کو بھی منیٰ میں ٹھہرنا چاہیے۔ مکہ معظمہ یا کسی اور جگہ ٹھہرنا خلاف سنت ہے۔

منیٰ کو جاتے ہوئے "لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ بَيْتِكَ" پڑھے اور وہاں ٹھہرنے کے بعد بھی پڑھنا رہے۔

ہمارے معلم صحاب نے کل ہی فرما دیا تھا۔ کہ بعد از نماز فجر ان کے مکان پر ان کے سب حجاج جمع ہو جائیں۔ ہمارے معلم صحاب کے حجاج کا قافلہ ان کے مکان کے منقل بازار سے روانہ ہوگا۔

منیٰ حج کے پانچ روز مکہ معظمہ سے باہر ہی باہر گزرتے ہیں۔ ان پانچ دنوں میں مکہ معظمہ سے منیٰ۔ منیٰ

سے عرفات، عرفات سے مزدلفہ، اور مزدلفہ سے پھر منیٰ آنا پڑتا ہے۔ منیٰ مکہ معظمہ سے تین میل دور اور منیٰ سے عرفات نو میل۔ عرفات سے مزدلفہ چھ میل، اور پھر

مزدلفہ سے منیٰ تین میل ہے۔

"منیٰ" یہ وہی مقام ہے۔ جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ساتھ لے کر تشریف لائے تھے۔ اور خدا کی راہ میں اپنا نعتِ جگر قربان کرنے کو تیار ہو گئے تھے۔ چنانچہ وقوفِ عرفہ کے بعد حجاج یہیں پہنچ کر قربانی دیتے ہیں۔

یہیں چونکہ پانچ روز باہر رہنا ہے۔ اس لئے کل ہی ہم نے منیٰ کے تیل کا چولہا جو جدہ سے خریدا تھا۔ تو اسے چند کھانے پکانے کے برتن - چاول - آٹا وغیرہ ضروری ضروری چیزیں الگ باندھ لیں تھیں۔ اور باقی کا سارا سامان بھٹا بند کر کے اسی مکان میں رکھ دیا تھا۔

مالک مکان عرب خاتون نے کل ہمیں پیغام بھیجا تھا کہ وہ بھی حج کے لئے روانہ ہوں گی۔ اور مکان بالکل خالی ہوگا۔ اس لئے مکان کی حفاظت کے لئے میں نے ایک آدمی مقرر کیا ہے۔ بعد از حج میرے اس مکان کے دیگر کرایہ دار حجاج اور آپ کو بھی فی کس دو دو ریال اس محافظا کے لئے دینے ہوں گے۔ میں نے "نعم" کہہ دیا تھا۔ انشاء اللہ بعد از حج دو ریال ضرور ادا کر دوں گا۔

منیٰ کو روانگی

رشید و ہلال - ان کی والدہ ، برادر معظم اور میں سب احرام میں ملبوس ہیں۔ اور اپنا مختصر سامان ساتھ لے کر ہم نے اپنے کمرہ کو مقفل کیا۔ اور اپنے معلم صاحب کے مکان کی طرف چل پڑے ہیں۔ مالک مکان عرب خاتون ہم سب سے بعد مکان کا بیرونی دروازہ مقفل کر کے آئیں گی۔ سبحان اللہ! اس وقت بازار میں ابتداء حج کی بے نظیر رونق اور چہل پہل دیکھنے میں آئی ہے۔ مختلف قائلے پیدیں۔ بسوں پر۔ موٹروں پر مکہ معظمہ سے منیٰ کی طرف روانہ ہو رہے ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں منیٰ میں پہنچ بھی چکے ہیں۔ اور ہزاروں کی تعداد میں جارہے ہیں۔ اور ہزاروں کی تعداد میں تیار ہو رہے ہیں۔ بس سبھی ایک دہن میں ہیں۔ نماز ظہر منیٰ میں جا کر پڑھنی ہے۔ حرم شریف کے متصل صفا و مروہ کی جانب کی سڑک پر ٹیکسی بسوں والے منیٰ۔ منیٰ کی آوازیں دے رہے ہیں۔ اور کئی لوگ ان کرایے کی موٹروں بسوں پر منیٰ کو جا رہے ہیں۔ ہمارے لئے بسوں کا انتظام تو ہمارے معلم نے کر رکھا ہے۔ جس کا کرایہ فی کس ۳۵ ریال معلم صاحب نے پہلے ہی وہوں کو لیا تھا۔ ۳۵ روپیہ بس کا کرایہ۔ اس کرایے میں ہمیں

بس مکہ معظمہ سے منی۔ منی سے عرفات۔ عرفات سے مزدلفہ اور پھر مزدلفہ سے منی۔ اور منی سے پھر مکہ معظمہ لائے گی گویا ۲۵ میل سفر کا کرایہ ۲۵ ریال ہے۔ جو ادا کیا جا چکا ہے۔ ۲۰ ریال خیمہ کے کرایہ کے معلم صاحب وصول کر چکے ہیں۔ ہمارے چار ٹکٹ ہمارے ہیں۔ میرا۔ رشید و بلاں کا۔ ان کی والدہ کا۔ اور برادر معظم کا۔ ان چار ٹکٹوں کے فی ٹکٹ ۳۵ ریال بس کا کرایہ اور ۲۰ ریال خیمہ کا کرایہ ہم ادا کر چکے ہیں۔ اور اکثر حجاج ایسے بھی ہیں۔ جو منی پیدل جا رہے ہیں۔ اور وہاں رہنے کا انتظام بھی وہ کسی طرح خود ہی کر لیں گے۔ اس خرچ سے بچ گئے ہیں۔ لیکن اس قدر زیادہ ہجوم اور نفسی نفسی کے عالم میں کوئی بہت بڑا تجربہ کار اور دل گڑے والا ہی ایسا کر سکتا ہے۔ بالخصوص جب ساتھ بچے بھی ہوں۔ تو پھر بغیر معلم اور اس کے تعاون کے یہ سفر بے حد مشکل ہو جاتا ہے۔

۲ دیکھئے۔ ہم بڑی احتیاط اور مشکل سے بازاروں کو عبور کرتے ہوئے اپنے معلم صاحب کے مکان پہنچ گئے ہیں۔ دیگر حجاج بھی جو ہمارے معلم صاحب کے زیر انتظام ہیں۔ وہاں جمع ہیں۔ اور سبھی اجراموں میں ملبوس ہیں۔

بٹیک کا ورد جاری ہے۔ ہم ایک دوسرے کو مبارک نہ
دے رہے ہیں۔ ہمارے ان حجاج میں رشید و بلاں کی عمر
کے اور بچے بھی ہیں۔ اور سبھی احرام میں ملبوس ہیں اور بڑے
پیارے معلوم ہو رہے ہیں۔

یہ دیکھتے معلم صاحب تشریف لائے ہیں۔ اور ہم
سے فرما رہے ہیں۔ کہ حجاج کرام! اب ہمیں منیٰ کو
روانہ ہونا ہے۔ وہاں میں اپنے حجاج کے لئے ٹیموں کا
انتظام کر چکا ہوں اور ہمارا نشان "دو پیسے" ہیں۔

منیٰ اور عرفات میں لاکھوں کا اجتماع ہوتا ہے
اور میلوں تک خیمے ہی خیمے ہوتے ہیں۔

نشان

میں نے دیکھا تھا۔ کہ عرفات میں جہاں تک نگاہ
کام کرتی ہے۔ خیمے ہی خیمے نظر آتے تھے۔ غور فرمائیے۔
کہ اس قدر طویل و عریض میدان میں جہاں لاکھوں کا
ہجوم ہو۔ کوئی شخص اگر اپنا ٹھکانا بھول جائے۔ تو اُس
کا کیا حشر ہوتا ہوگا۔ معلم حضرات اپنے اپنے حاجیوں،
کے لئے چند روز پہلے ہی منیٰ اور عرفات میں اپنے اپنے
لئے جگہ مخصوص کر لیتے ہیں۔ اور خیمے گاڑ دیتے ہیں۔

اور ہر معلم نے اپنا اپنا ایک مخصوص جھنڈا یا کوئی اور
نشان مقرر کر رکھا ہوتا ہے۔ وہ نشان وہ اپنے کیمپ

کے اوپر بندی پر معلق کر دیتے ہیں۔ تاکہ اس معلم کے کوئی حاجی صاحب ادھر ادھر ہو جائیں۔ تو اپنے معلم کے نشان کو دور ہی سے جان لیں۔ کہ میرا کیمپ ادھر ہے۔ کیمپ میں میرا تجربہ یہ ہے۔ کہ اپنے کیمپ سے دور جانا ہی نہ چاہیے۔ ورنہ اتنے ہجوم میں وہ نشان بھی غائب ہو جاتا ہے۔ ہمارے معلم صاحب نے دو کشتے کر ان کو سرخ رنگ سے رنگ کر ان پر اپنا نام لکھ کر ایک بہت بڑے بائس پر باندھ کر اپنے کیمپ میں گاڑا ہے۔ اور اس وقت میں بتا رہے ہیں۔ کہ تمہارا نشان "دو کشتہ" ہے۔ بیٹے۔ ہم سب بسوں پر بیٹھ گئے ہیں۔ اور ہم سب کے دل خوشی سے دھڑک رہے ہیں۔ رہ رہ کر یہ مسرت آواز نکال رہے ہیں۔ کہ ہمارا حج شروع ہو رہا ہے۔ سبحان اللہ! کیا ہی ایمان افروز ساعت اور کتنی مبارک گھڑی ہے۔ ایک سیٹ پر ہیں اور برادرِ معظم بیٹھے ہیں۔ اور دوسری سیٹ پر رشید و بلال اور ان کی والدہ بیٹھی ہے۔ سبھی لبّیات اللہم لبّیات کے نعرے دگاتے ہیں۔ رشید و بلال اور ان کے چند دوسرے ہم عمر بچے بھی خوشی کے عالم میں تلبیہ پڑھ رہے ہیں۔ "اَلسَّلَامُ بِسْمِ اللّٰهِ ہوتی۔ اور ہماری بسیں بھی چل پڑی ہیں۔ اور ایک زبان ہو کر ہم

سب نے پکارا .

لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ . اَللّٰهُمَّ

ہمارے معلم صاحب اور ان کے صاحبزادگان بھی احرام میں ملبوس دوسری بس میں بیٹھے ہیں . اور ہمارا یہ قائلہ بھی اس انسانی عظیم سمند کے دھکے کے ساتھ ساتھ چل رہا ہے . اس وقت مکہ معظمہ سے منیٰ کی طرف رہا ہے . چل پڑا ہے .

ہماری بس مکہ معظمہ کے شہر میں پرتی پراتی "منیٰ" کی طرف جا رہی ہے . اور ہماری آنکھوں کے سامنے ہر طرف انسانوں کا جہنم غنیمت ہے . جو پیدوں ، موٹروں پر . بسوں پر . اور اونٹوں پر منیٰ کی طرف جا رہا ہے . عجیب ثورانی ہجوم ہے . فقیر ٹیڑھے کے بعد یہ دیکھتے مقام منیٰ نظر آنے لگا ہے . پہاڑوں کے چھج یہ ایک وسیع و عریض مقام ہے جہاں چاروں طرف خیمے ہی خیمے نظر آ رہے ہیں .

منیٰ کو روپیہ کر پڑھنے کی دعا | منیٰ کے نظر آنے پر میں نے یہ دعا پڑھی ہے .

اَللّٰهُمَّ هَذَا اَمْنِيْ فَاَمِّنْ عَنِّيْ بِمَا كُنْتُ عَلَيْهِ

اَوْ لِيَا مَلِكًا -

معلموں نے اپنے اپنے حجاج کے لئے چند روز پہلے

ہی اپنے اپنے خیمے لگا رکھے ہیں۔ یہاں پختہ مکانات، ہوش ہسپتال، دھیرہ سب کچھ موجود ہے۔ سال بھر کے بعد ان دنوں یہاں ایک مستقل عظیم شہر آباد ہو جاتا ہے۔ ان پختہ مکانات کے علاوہ ہزاروں کی تعداد میں خیمے نصب ہو جاتے ہیں۔ زیادہ حیثیت کے حجاج مکانات اور ہوٹلوں میں بھی رہتے ہیں۔ یہاں کی مسجد جس کا نام مسجد خیف ہے۔ بڑی متبرک و مقدس جگہ ہے۔ اس میں خدا تعالیٰ کے ستر پیغمبر آرام فرما ہیں۔ یہ مسجد بڑی وسیع ہے۔ اور منیٰ کی شمالی جانب میں پہاڑ کے متصل ہے۔

مسجد خیف

الغرض یہ مقام وہ مقام ہے۔ جہاں آٹھویں تاریخ کو سائے حجاج جمع ہوتے ہیں۔ اور پانچ نمازیں یہاں ادا کرتے ہیں۔ آج یہ جگہ ایک بہت بڑے اور لاکھوں کی آبادی کے شہر کی صورت میں نظر آ رہی ہے۔ اور کل نویں تاریخ کو یہ جگہ پھر خالی ہو جائے گی۔ اور دسویں کو پھر آباد ہو جائے گی۔ اور بارہ و تیرہ تاریخ تک یہاں یہی رونق رہے گی۔ اور اس کے بعد پھر خالی و سنان ہو جائے گی۔ چنانچہ عشاء میں جب آیا تھا۔ توجح کے بعد ہم چند جگہ نے پروگرام بنایا۔ کہ منیٰ میں چل کر اس پتھر کی زیارت کریں۔ جس پر اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرتے

وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چھری ماری تھی۔ اور وہ دو ٹکڑے ہو گیا تھا۔ چنانچہ ہم منی پہنچے۔ تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ کہ منی بالکل خالی اور سنان پڑی ہے۔ مکانات، مڑکیں، ہوٹل، لگی کوچے بالکل خالی اور کسی خیمے ویسے کا بالکل نشان تک نہ تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا۔ کہ یہاں کبھی کوئی رہا ہی نہیں۔ سبحان اللہ! یہی وہ مقام تھا۔ جہاں چند روز پہلے بے پناہ ہجوم میں دو قدم چلنا بھی دشوار تھا۔ ہم اپنے ایک عربی رہبر کی اقتداء میں "بڑے شیطان" کے سامنے والے پہاڑ پر چڑھے۔ اور ایک پتھر ہمیں دکھایا گیا۔ جو بہت بڑا تھا۔ اور اس کے واقعی دو ٹکڑے نظر آئے۔ ہمیں بتایا گیا۔ کہ یہی وہ پتھر ہے۔ جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چھری ماری تھی۔ واللہ اعلم بالصواب! ہاں تو ہماری بس منی کے قریب آپہنچی ہے۔ اب اس سڑک پر جو منی میں داخل ہوتی ہے۔ ٹریفک کا اس قدر ہجوم ہے۔ کہ اس کا پورا پورا نقشہ قلم سے ظاہر کرنا مشکل ہے۔ بس میں سوار ہونے والوں سے پیدل چلنے والے تعلق نسبتاً آرام میں ہیں۔ ہزاروں بسوں میں ایک ہماری بس بھی ہے۔ اور متعدد لائنیں

بندھی ہوئی ہیں۔ ان لائنوں میں سے ایک لائن میں ہماری بس بھی ہے۔ اور ٹھوڑے ٹھوڑے وقفے کے بعد ٹھوڑی ٹھوڑی آگے بڑھ رہی ہے۔ گویا ہر ایک بس اسی وقت بے بس ہے۔ "تاآنکہ بمشکل ہم اپنے ٹیموں تک پہنچے ہیں۔ ہمارے معلم صاحب نے جو جگہ ہمارے لئے منتخب کی ہے۔ یہ مسجد خیف سے کافی دور دائیں جانب کی پہاڑی پر پانی کی ٹنکی کے قریب ہے۔ یہیں یہاں سے مسجد خیف اور "تینوں شیطانوں" کی جگہ کافی دور پڑے گی۔ البتہ مذبح جہاں قربانی کے لئے جانور ہنٹے اور ذبح ہوتے ہیں۔ نزدیک ہے۔

مسجد خیف کے قرب و جوار میں ایک تو مسجد کی حاضری میں آسانی رہتی ہے، اور دوسرے وہاں سے "تینوں شیطان" بھی نزدیک پڑتے ہیں۔ اور شدت گری میں متواتر تین یا چار دن تک پتھر مارنے کے لئے وہاں پہنچنے میں آسانی رہتی ہے۔ ہمارے معلم صاحب نے مسجد خیف سے کافی دور یہ جگہ منتخب کی ہے۔ اور یہ بعد ان حجاج کی نسبت سے ہے۔ جو مسجد خیف کے قریب ہیں۔ اور جو ہم سے بھی بہت دور "مذبح" سے بھی پرے ہیں۔ ان کی نسبت ہم مسجد کے قریب ہیں۔ بہر حال ہم بس

سے اترے ہیں۔ اور اپنا اپنا مختصر سامان اٹا کر اپنے
 "نشانِ کنسٹر" والے حلقے میں جو خیمے نصب ہیں۔ ان کی
 طرف بڑھے ہیں۔ ایک کافی بڑے خیمے میں ہم نے ایک
 کٹائے پر اپنی دریاں بچھائی ہیں۔ اور اسی طرح ہمارے
 معلم صاحب کے دیگر حجاج کچھ ہمارے اس خیمے میں اور
 کچھ دوسرے خیموں میں پہنچ گئے ہیں۔ دوپہر کا وقت
 ہے۔ گرمی کی شدت ہے۔ ہوا بھی چل رہی ہے مگر بچہ
 نرم۔ پیاس کی شدت ہے۔ اس لئے دریاں بچھانے اور
 اور بیٹھ جانے کے بعد سب سے پہلے پینے اور نماز کے لئے
 و منود کرنے کی خاطر پانی کی تلاش ہوئی۔ فقوڑی دہر کے بعد
 ایک "سقف" دو کنسٹر پانی کے لئے ہوئے ہماری طرف "مائی
 مائی" کی آواز دیتے ہوئے آیا۔ اور اس نے دو دریاں فی کنسٹر
 بتائے ہیں۔ چنانچہ ایک کنسٹر دو دریاں لے کر میں نے خریدنا
 اور دوسرا کنسٹر دوسرے ایک حاجی صاحب نے اور فقوڑی دہر
 میں اور بھی "سقف" آگئے۔ اور دو دو دریاں پر سب نے کنسٹر
 خریدے۔ برف کا معلوم ہوا کہ یہاں برف بھی دو دریاں فی
 آگے (عربی سیر) ملتی ہے۔ فی الحال میں نے تو اسی پانی
 پر گزارا کیا ہے۔ بعد میں دیکھا جائے گا۔

گراہی | مٹی میں آکر دیکھا کہ یہاں ہر چیز مکہ معظمہ سے

دو گنے داموں پر مل رہی ہے۔ برف کے بغیر یہاں گزارا نہیں
 اور یہ یہاں دو ریال فی اگے ملتی ہے۔ چونکہ ہم گھر سے
 آئے ہی اس لئے ہیں، کہ اللہ کی محبت میں اپنا سب
 کچھ قربان کر کے اس کی رفعا حاصل کر سکیں۔ اس لئے
 حجاج یہاں بظاہر کسی تکلیف کو تکلیف محسوس ہی نہیں
 کرتے۔ اور ایسا ہونا بھی نہیں چاہیے۔ مکہ اور قریب و جوار
 کے حضرات کے لئے سال بھر کے بعد یہ دن آتا ہے۔
 اور خدا نے ان کے لئے یہ بھی ایک رزق کی صورت مقرر
 فرمائی ہے۔ لہذا ہمیں اس گرانی سے کوئی کوفت کیوں ہو
 ہمارا مال و جان کسی صوٹ بھی یہاں کے لوگوں کے کام
 لئے۔ ہمیں منظور ہے۔

نشور نصیب دشمن کہ شود ہلاکت تیغ

میر دوستاں سلامت کہ تو تیغ آزمائی !

یہ ایک پانی کا نام ہے۔ جو گہرے سرخ رنگ

میں بوتلوں میں بھرا ہوتا ہے۔ اور اس میں

کوکولا

سنا ہے گرمی کو توڑنے والے مفید اجزاء شامل ہوتے ہیں۔

یہ ایک بوتل پی لینے سے بڑی تکین ہوتی ہے۔ اور اس

شدت کی گرمی میں اس کا استعمال بڑا ہی مفید ہے۔

مگر معظمہ میں دس قرش کو یہ بوتل بل جاتی تھی۔ مگر یہاں

چودہ ترش کو منی ہے۔ رشید وہاں تو اس بوتل کے
کچھ ایسے شیدائی ہو گئے ہیں۔ کہ اب کچھ تھوڑی بہت عربی
بھی بولتے ہوئے مجھ سے اکثر یوں کہتے ہیں کہ " اَبْع
مَوَكُوْرَا " یعنی مجھے کوکو کولا چاہیے۔ واقعی پانی بھی
اللہ کی ایک عظیم نعمت ہے۔ اور اس کی قدر بھی یہیں
اگر معلوم ہوئی۔

یہ دیکھیے لمحہ بہ لمحہ حجاج منیٰ میں آ رہے ہیں۔ اور
یہ شہر لمحہ بہ لمحہ بڑھ رہا ہے۔ اور تھوڑی دیر میں دیکھتے
ہی دیکھتے یہ شہر دگنا ہو جائیگا۔ اور پرسوں یعنی دسویں
تاریخ کو تو ننگنا ہو جائے گا۔ اس لئے کہ اکثر ایسے
حجاج بھی ہوں گے۔ جو کسی خاص وجہ سے آج منیٰ نہ
پہنچ سکیں گے۔ اور وہ کل سیدھے وفات ہی پہنچیں گے۔

سُئِلَ

آٹھویں تاریخ کو منیٰ پہنچنا اور یہاں پانچ
نمازیں پڑھنا سنت ہے۔ اگر کسی وجہ سے

کوئی آٹھویں کو نہ پہنچ سکا۔ اور دوسرے روز وفات پہنچ
گیا۔ تو بھی اس کا حج تو ہو گیا۔ مگر ایک عظیم سنت
اور بے شمار برکت سے محروم ہو گیا۔ آٹھویں کو منیٰ میں
جانے والے کیلئے ہر قدم پر سات کروڑ نیکیوں کا لکھا جانا وارد
ہے۔ اور صدر الشریعت مولانا امجد علی صاحب علیہ الرحمۃ

نے بہار شریعت میں لکھا ہے۔ کہ
 ”یہ نیکیاں تخمیناً اٹھتر کھرب چالیس ارب بنتی ہیں“
 اور اللہ کا فضل اس نبی کے صدقے میں اس
 امت پر بی شمار ہے۔“

اننازہ فرمائیے۔ کہ اٹھویں کو منیٰ میں آنا کس قدر ثواب
 کا حامل ہے۔ الحمد للہ! کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
 صدقہ میں آج ہم اس نعمتِ عظیمہ سے مشرف ہو رہے ہیں
 نیچے نماز ظہر کا وقت ہو گیا ہے۔ اور چاروں
 طرف سے اذانوں کی آوازیں آنے لگی ہیں۔

نمازِ ظہر

ہر طرف اپنی اپنی جگہ نماز و جماعت کی تیاریاں ہونے لگی
 ہیں۔ مسجد حیف میں بھی جماعت ہوگی۔ لیکن لاکھوں کی تعداد
 میں لوگ اس مسجد میں کیسے سما سکتے ہیں۔ نیز مسجد
 سے میلوں دور تک خیمے نصب ہیں۔ اگرچہ قرب مسجد
 میں قیام مستحب ہے۔ اور نماز بھی مسجد کے اندر پڑھنے
 کو موقع مل جائے۔ تو زہے نصیب مگر اس انبوہ کثیر
 میں زیادہ تر حجاج نے اپنے اپنے خیموں میں نماز پڑھی
 ہے۔ یہاں اپنی جگہ نماز میں نے پڑھائی ہے۔

نماز سے فراغت کے بعد معلوم ہوا۔ کہ پانی کی
 ٹونٹیاں قریب ہی میں ہیں۔ چنانچہ ہم وہاں گئے۔

تو ٹونٹیوں پر کافی ہجوم دیکھا۔ تاہم میں نے بالٹی کو بھرا۔ اور
نیچے میں لے آیا۔

بخار | عزیز رشید کو اس وقت بخار ہو گیا ہے۔ گرمی
کی شدت اور بخار۔ رشید بڑا بے چین ہے۔ مگر

خدا کے فضل سے اتنا ولاور ہے۔ کہ مجھے کہہ رہا ہے۔ کہ
ابا جی! میرا بخار اتر جائے گا۔ کوئی بات نہیں۔ مجھے حضور صلی
اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد یاد آیا ہے۔ حضور نے فرمایا ہے۔ کہ
إِذَا أَصَابَ أَحَدَكُمْ مِنَ الْحَمَىٰ فَيَا نَّ الْحَمَىٰ قِطْعَةً مِّنَ
السَّارِ فَلْيُطْفِئْهَا عَنَّا بِالنَّهَاءِ -

تم میں سے کسی کو بخار ہو جائے۔ تو چونکہ بخار آگ
کا ایک ٹکڑا ہے۔ اُسے پانی سے بجھاؤ۔

میں نے اس ارشاد کے پیش نظر رشید سے کہا ہے۔

کہ چلو تمہیں ہنلا لائیں۔ یہ حضور علیہ السلام کا فرمایا ہوا
علاج ہے۔ تو کہنے لگا۔ چلے۔ چنانچہ میں نے اُسے ٹونٹیوں
پر لے جا کر ہنلایا ہے۔ اور خدا کے فضل سے اُس کی
طبیعت ٹھیک ہو گئی ہے۔ اور نقوی دیر کے بعد اس کا
بخار بھی اتر گیا ہے۔ (الحمد لله على ذلك)

لطیفہ | یہاں مجھے حضرت نقیبہ اعظم علیہ الرحمۃ کی ایک
بات یاد آگئی۔ ایک صاحب نے ان سے کہا

کہ آپ حدیث کے ہوتے ہوئے امام اعظم کا قول مان لیتے ہیں۔ اور حدیث کی پرواہ نہیں کرتے۔ حضرت والد ماجد علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ کہ استغفر اللہ العظیم ایسی بات پرگز نہیں۔ ہمارا حدیث پر دل و جان سے ایمان ہے۔ حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ کی پتائی ہوئی حدیث کی منشاء و مراد کو ہم تسلیم کرتے ہیں۔ اور ہم خوب جانتے ہیں۔ کہ حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ حدیث کا موقفہ و محل اور اس کی منشاء کو ہم سے زیادہ سمجھتے ہیں۔ اور اگر تم اپنی بات پر ہی اڑے رہو۔ تو پھر میری ایک بات کا جواب دو۔ حضرت فقیہ اعظم نے پھر یہی حدیث سنائی۔ جو ابھی میں نے لکھی ہے۔ اور فرمایا۔ کہ تمہیں اگر بخار آجائے۔ اور ڈاکٹر اگر کہہ دے کہ خبردار نہانا نہیں۔ تو تم یقیناً ڈاکٹر کی بات پر عمل کر کے نہانے کا نام بھی نہ لوگے۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یہ ہے۔ کہ تم میں سے کسی کو بخار آجائے۔ تو اُسے پانی سے بھاؤ۔ بلکہ حدیث میں یہ بھی ارشاد ہے۔ کہ بخار طالع کو چاہیے۔ کہ وہ نہر میں غوطے لگائے۔ تو بتاؤ۔ اگر کوئی تم سے یوں کہے۔ کہ تم نے حدیث کی پرواہ نہیں کی۔ اور اس کے مقابلہ میں ایک ڈاکٹر کا قول مان لیا

تو تمہارے پاس اس کا کیا جواب ہے؟ تو وہ صاحب
 حیران ہو کر کہنے لگے۔ کہ یہ حدیث ہے؟ فقیرہم اعظم علیہ الرحمۃ
 نے فرمایا۔ ہاں ہے۔ اور پھر یہ حدیث پاک کتاب سے
 دکھا بھی دی۔ اب وہ حیرانی کے عالم میں فقیرہم اعظم علیہ
 الرحمۃ سے کہنے لگے۔ "تو اس کا مطلب ذرا آپ ہی
 بیان فرما دیں" والد ماجد علیہم الرحمۃ نے فرمایا۔ محدثین کرام
 نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا ہے۔ کہ اس حدیث
 میں بخار کا لفظ اگرچہ عام ہے۔ لیکن اس کا موقعہ و محل
 خاص ہے۔ یعنی یہ حکم ہر قسم کے بخار کے لئے نہیں۔
 بلکہ یہ اُس بخار کے لئے ہے۔ جو گرمی کی وجہ سے پیدا
 ہو۔ چونکہ حجاز میں بخار زیادہ تر گرمی کی وجہ سے ہی پیدا
 ہوتا ہے۔ اور اہل حجاز کو اسی قسم کے بخار سے واسطہ
 رہتا ہے۔ اس لئے حدیث مذکور میں اسی گرمی کے
 بخار کا علاج مذکور ہے۔ اور سردی کے بخار کے لئے یہ
 ارشاد نہیں۔ وہ صاحب یہ تشریح سن کر بولے۔ "ٹھیک
 ہے بات سمجھ میں آگئی" والد ماجد علیہم الرحمۃ نے فرمایا۔
 یہ بات سمجھ میں آگئی ہے۔ تو ایک دوسری بات بھی سمجھ
 لو۔ کہ اسی طرح حدیث پاک میں جو "لَا صَلَوةَ اِلَّا بِهَا تَمَعَّةُ
 الْكِتَابِ" آتا ہے۔ اس حدیث میں بھی صلوة کا لفظ

الکرچہ عام ہے۔ لیکن اس کا موقعہ و محل خاص ہے۔
 معنی یہ ارشاد ہر نمازی کے لئے نہیں۔ بلکہ اُس
 نمازی کے لئے ہے۔ جو امام ہو یا منفرد۔ چونکہ قرآن
 پاک میں قرأتِ قرآن کے وقت خاموش رہنے اور
 سننے کا حکم ہے۔ اس لئے یہ ارشاد امام و منفرد کے
 لئے تو ہے۔ لیکن مقتدی کے لئے نہیں، اور حدیث
 کی یہ تشریح ہمیں حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ نے ہمیں
 بتائی ہے۔ تو جیسے پہلی حدیث کی شرح میں محدثین
 کے ارشادات کو آپ نے بھی مان لیا، اور یہ ترکِ
 حدیث نہیں۔ اسی طرح اس دوسری حدیث کی شرح میں
 حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ کے ارشاد کو ہم نے مان لیا۔
 تو یہ بھی ترکِ حدیث نہیں۔ اسی پر وہ صاحب کچھ کہہ
 نہ سکے۔ اور چلے گئے۔

ہاں تو یہاں منی میں بھی چھ بخار ہوتا ہے۔ گرمی
 کے باعث ہی ہوتا ہے۔ اور رشید کو بھی گرمی سے ہی
 بخار ہوا تھا۔ جو بعدِ شبہ علاجِ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم)
 سے جاتا رہا۔

خدا کے فضل و کرم سے ہم نے عصر اور مغرب کی
 نمازیں بھی ادا کر لی ہیں۔ دو باقی ہیں۔ اور پھر کل

ہیں عرفات پہنچنا ہے۔ جہاں حج ہوگا۔ بعد از نماز مغرب کھانا کھانے کے بعد ہم اپنے خیموں سے باہر نکلے ہیں۔

اور منیٰ کی بڑی شاہراہ پر جو سیدھی مسجد خیف کی طرف جاتی ہے۔ پر آئے

نورالذرات

ہیں۔ سبحان اللہ! جب رات و بہار ہے۔ بخدا یہ نورانی منظر دیکھ کر آنکھیں روشن اور دل منور ہو گیا ہے چاروں

طرف دور دراز تک ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں بلب روشن ہیں۔ مسجد خیف کے ارد گرد تو روشنی کا یہ عالم ہے

جیسے تاروں جہا آسماں نیچے اتر آیا ہے۔ بے ساختہ زبان سے دود شریف جاری ہو گیا ہے۔ کہ یہ لاکھوں کا اجتماع

کس کی بدولت ہے؟ اور یہ لاکھوں پرہانے کس شیخ کے اشارے پر یہاں جمع ہیں؟ اور یہ ایک عارضی

عظیم الشان شہر کس کے دم سے آباد ہے؟ کیوں صاحب کون ہے جو یہ نہ کہہ سکے۔ کہ یہ ساری بہار اسی

محبوب سلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کا صدقہ ہے۔ جو تاج لولاک پہن کر اس عالم میں تشریف لائے

اور ایک یہی منیٰ کی رونق کیا۔ اگر وہ تشریف نہ لاتے تو سائے عالم ہی کی رونقیں معرض وجود میں نہ آتیں

کیا خوب فرمایا ہے **اعظیبت علیہ الرحمۃ** نے کہ سے

ہے انہیں کے دم قدم سے بارغِ عالم میں بہار
وہ نہ تھے عالم نہ تھا، گروہ نہ ہوں عالم نہیں

اور ایک دوسری جگہ فرمایا ہے۔

ہوتے کہاں خلیل و بنا کعبہ و منیٰ!

لولاک والے صحابی سب تیرے گھر کی ہے

ہمارا تو یہی ایمان ہے۔ جو اعلیٰ حضرت نے لکھ دیا۔

اور یہی حقیقت اور یہی واقعہ ہے۔ کم از کم یہ منیٰ کا اجتماع
تو سبھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ سنت ہے۔ یہاں آج کے

دن کی حاضری اور یہاں پانچ نمازیں پڑھنا سبھی مانتے
ہیں۔ کہ ادائے مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ تو پھر

یہ جو لاکھوں کا اجتماع ہزاروں خیمے۔ لاکھوں بتیاں آنکھوں
کے سامنے ہیں۔ یہ سب جلوے اسی نورِ خدا صلی اللہ

علیہ وسلم ہی کے تو ہیں۔ سبحان اللہ! عجب بہار ہے۔ ہر
ملک، ہر قوم اور دنیا کے ہر گوشہ کے غلامانِ مصطفیٰ صلی

اللہ علیہ وسلم اپنے آقا کی ادائے پاک کو ادا کرنے کے
لئے یہاں جمع ہیں۔ **صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَجَمَلًا!**

شبِ عرفہ یہ آج کی رات شبِ عرفہ ہے۔ اس رات کو
چاہیں تو ہو سکتے۔ ذکر و عبادت کے ساتھ گزارنا

چاہیے۔ اور اگر کسی وقت سو جانا چاہیے۔ تو با وضو سونا

چاہیے۔ ہم نے نماز عشاء باجماعت پڑھی ہے۔ رشید و ہلاک
 ہو گئے ہیں۔ اور ہم اپنے گناہوں کی معافی مانگ رہے
 ہیں۔ اس رات کی عظمت و برکت کا پتہ یہیں منی میں
 اس وقت چلتا ہے۔ سبحان اللہ! کیا برکتیں ہیں۔ کیا
 عظمتیں ہیں۔ اس وقت صاف معلوم ہو رہا ہے۔ کہ
 ان غلامانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمتِ حق نے
 اپنی آغوش میں لے رکھا ہے۔ اور سبھی کے دل خوش اور
 مطمئن ہیں۔

۳۔ جون بڑا جمعہ

آج کا دن "یوم حج" ہے۔ اور اسی دن کے لئے یہ
 ساری مخلوق اپنے اپنے گھروں سے نکلی تھی۔ الحمد للہ!
 آج صبح کی نماز باجماعت پڑھ کر ہم نے پانچ نمازیں
 منیٰ میں پوری کر لی ہیں۔ اور اپنا ہم عرفات جانے
 کی تیاریوں میں ہیں۔ یہ وقت بھی عجیب منظر پیش کر
 رہا ہے۔ جدمر دیکھیے۔ لوگ عرفات جانے کی تیاریوں میں
 مشغول ہیں۔ کوئی سامان باندھ رہا ہے۔ کوئی ٹیپے اکھاڑ رہا
 ہے۔ کوئی بسوں کی چھتوں پر سامان کس رہا ہے۔ چاروں
 طرف ایک ایسی لہر دوڑ گئی ہے۔ کہ راستہ کے سکون کے

برعکس اس وقت ہر طرف حرکت ہی حرکت نظر آ رہی ہے۔

مسئلہ صبح کی نماز پڑھ کر دُود شریف اور تبتیک کے دُود میں مشغول رہنا چاہیے۔ اور جب سورج کوہِ ثبیر پر جو مسجد حنیف کے سامنے ہے چمکے۔ تو عرفات کو چل پڑے۔ قبل از طلوع آفتاب عرفات کو جانا گندہ ہے۔ لہذا اس بات سے بچے۔ ہماری بسیں بھی ہمارے خیوں کے پاس آکر کھڑی ہو چکی ہیں۔ ہم نے اپنا مختصر سامان جو پہلے ہی سے باندھ رکھا تھا۔ بسوں پر رکھا اور بسوں پر بیٹھ گئے۔ اور تبتیک کے مقدس ہنگامے میں عرفات کو چل پڑے۔

لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنِّی

یہ دیکھے ہماری بس چل تو پڑی ہے۔ لیکن نہ چلنے

کے برابر ہے۔ اس لئے کہ اِدھر اِدھر آگے پیچھے اور چاروں طرف سے مخلوق اور موٹروں بسوں کی حرکت شروع ہو چکی ہے۔ اور راستہ اس قدر دُشوار گزار ہے۔ کہ لا تہل رکھنے کو بھی جگہ نہیں! والی مثل یہاں بلا مبالغہ صادق آ رہی ہے۔ بہر حال ہم بمشکل چلتے چلتے منی سے باہر نکلے ہیں۔ تو اب جو نظارہ دیکھا ہے۔ سبحان اللہ! عجب ایسا

افروز ہے۔ پیدل - سوار، اور موٹروں - بسوں کی قطار اندر قطار
سب عوفات کی طرف رواں دواں ہیں۔ اور ٹیک الہم
کی چاروں طرف سے آوازیں آ رہی ہیں۔

مکہ مکرمہ سے مشرق کی جانب تقریباً نو میں ایک
وسیع و عریض میدان ہے۔ اسی میں جبل رحمت

عرفات

واقع ہے۔ اسی میدان میں ٹھہرنے کا نام حج ہے۔ نویں
تاریخ کو زوال کے بعد سے دسویں کی صبح صادق تک کسی
وقت اس میں وقوف یعنی ٹھہرنا گو ایک لحظہ ہی ہو
حج کا رکن اعظم ہے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی شخص سویا ہوا
بیہوش یا مجنون اس میدان سے گزرا بھی گیا، تو بھی
اسے حج مل گیا۔ گویا اصل حج اسی میدان میں آنے
کا نام ہے۔ ہم عرفات کی طرف چل رہے ہیں۔ عرفات
کی طرف جانے والی ہر سڑک پر گویا ایک انسانی سمندر
بہہ رہا ہے۔ عجب نظارہ ہے۔ ٹریفک کے انتظام کے
لئے راستے میں پولیس بھی دیکھیے۔ سبحان اللہ! یہاں
پولیس کا بھی وہی لباس ہے۔ جو اس وقت ہمارا ہے
یعنی وہ بھی احرام میں ظہوسی ہیں۔ گویا اس وقت شاہ
و گدا، امیر و غریب، چھوٹے بڑے سب ایک ہی رنگ
میں، ایک ہی دھن میں، اور ایک ہی جانب رواں

دواں ہیں۔ بخدا اس قسم کا نظارہ دنیا کا کوئی دین نہ
پیش کر سکا ہے نہ کر سکے گا۔ یہ دیکھئے ہم عرفات کے
قریب آ پہنچے ہیں۔ سبحان ایک وسیع و بسیط میدان
ہے۔ اور دیکھئے۔ جہاں تک نگاہ پہنچتی ہے۔ خمیے ہی خمیے
اور انسان ہی انسان نظر آ رہے ہیں۔ لاکھوں کی
تعداد میں لوگ ہم سے پہلے بھی پہنچ چکے ہیں۔ اور
لاکھوں کی تعداد میں پہنچ رہے ہیں۔ منی سے کہیں زیادہ
اجتماع یہاں ہے۔ اس لئے کہ کئی ایک جماع منی میں
نہیں پہنچ سکے اور سیدھے یہیں آگئے ہیں۔ اور اس
طرح وہ ایک عظیم سنت کے ثواب سے محروم رہ کر
یہاں پہنچ سکے ہیں۔ ہماری بس اس مقدس میدان میں
پہنچ چکی ہے۔ وہ دیکھئے سامنے جبلِ رحمت بھی نظر آ
رہا ہے۔ اللہ اکبر! ہم کس قدر خوش نصیب ہیں۔ کہ دائیں
بائیں لگے پیچھے رحمت ہی رحمت ہے۔ اس میدان میں
متعدد شریکیں ہیں۔ اور میلوں تک یہ میدان پھیلا ہوا
ہے۔ اور تا حدِ نگاہ چاروں طرف نصیبوں اور انسانوں کا
ایک عظیم انبوه ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ساری دنیا
یہیں موجود ہے۔ اور ہر جہم نظر دوڑائیے۔ کوئی اشتیازی
رنگ، کوئی نشانِ امارت اور کوئی دنیوی وجاہت نظر

نہیں آتی۔ بلکہ سبھی ایک لباس میں ملبوس ہیں۔ دو چادریں ،
اور سر سے ننگے۔

ہمارا خیمہ جبل رحمت سے کافی دور نصب ہے اور یہاں
بھی ہماری حلقہ خیمہ جانتا ہے وہ دو کونٹرا اوپر معلق ہیں
اگرچہ جبل رحمت کے قریب ٹھہرنا زیادہ موجب اجر ہے۔
لیکن جہاں ہمارے معلم صاحب کے خیمے ہیں۔ وہیں بہر حال
وہیں ٹھہرنا ہے۔ چنانچہ ہم بسوں سے اترے ہیں۔ اور
یہاں یہی ایک خیمے میں ہم نے اپنی دریاں بچھائی ہیں
اور خدا کے فضل اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ و
سلم کے صدقہ میں اس مقدس میدان میں آ ٹھہرے
ہیں۔

آج کا دن | دن بڑا ہی اہم۔ افضل اور ادب و احترام
کا دن ہے۔ اس دن جس قدر ہو سکے۔ ذکر

و تلاوت میں مشغول رہنا چاہیے۔ تفریح و تازی۔ استغفار
و توبہ اور بے لپیک کی کثرت رکھنی چاہیے۔ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ سب سے بہتر وہ چیز جو میں
نے اور نیلے انبیاء نے کہی ہے یہ ہے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَ
لَهُ الْحَيَاةُ الْحَيَّةُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ۔

آج کے دن اپنے عیبوں پر شرمساری و گریہ وزاری کیجئے اور ہمہ تن صدق دل سے اپنے ربِّ کریم کی طرف متوجہ ہو کر دعائیں مانگیئے۔ اور میدانِ قیامت کا تصور کر کے اپنے اللہ کے حضور لرزتے کانپتے حاضر ہونے کا خیال جھاکر رو رو کر آنکھیں بند کئے۔ گردن جھکائے۔ دستِ دعا آسمان کی طرف سر سے اونچا پھیلائیئے۔ اور روٹیے جی بھر کر روئیئے۔ رونا نہ آئے تو رونے کا سامنہ بنا لیئے۔ تاکہ رحمتِ حق آپ کو اپنی آغوش میں لے لے۔ چنانچہ آج کے دن اس مقدس میدان میں یہ نظارہ عام ہے۔

اس وسیع و عریض میدان میں
لاکھوں انسان دو سفید

میدانِ قیامت کا نقشہ

چادروں میں ملبوس اور ننگے سر اس بے سایہ بمیدان میں بالکل یوں نظر آ رہے ہیں۔ جیسے کفنوں میں ملبوس سارے انسان میدانِ محشر میں اپنے اپنے اللہ کے حضور حاضر ہیں۔ اور جدا ہر ایک پر کچھ ایسی رقت طاری ہے کہ ہر ایک اپنے اپنے گنہ یاد کر کے اپنے اللہ سے معافی چاہ رہا ہے۔ نفسی نفسی کا عالم ہے۔ رونا بے ساختہ آتا ہے۔ چھوٹے بڑے۔ امیر غریب۔ راجی رعایا۔ سبھی اس وقت اپنے مالکِ حقیقی کے سامنے آ رہے ہیں۔ اور سبھی گڑگڑا کر

رو نہ کر، لاکھ پھیلا پھیلا کر اپنے رب کریم سے معافیاں،
 چاہ رہے ہیں۔ اور بالیقین اس وقت رحمت حق بھی
 اپنے ان دور دراز سے آئے ہوئے بندوں کی طرف جو سرخ
 اپنے خالق حقیقی کی رضا کے لئے اپنے اپنے گھروں سے
 سینکڑوں صعوبتیں جھیلنے ہوئے یہاں پہنچے ہیں۔ توجہ فرما
 رہی ہے۔ یہ رقت و گریہ اور یہ شرم و ندامت اسی امر
 کی دلیل ہے۔ اور یقیناً آج یہ سارے گنہگار اپنے
 اللہ کی بے شمار رحمتوں سے مالا مال ہو کر یہاں سے نکلیں
 گے۔ اور اپنے پچھلے گناہوں کی معافی پا کر پاک و صاف
 ہو کر یہاں سے لوٹیں گے۔ کروڑوں درود و سلام اس ذاتِ
 رحمت مآب پر جس نے یہ مژدہ سنایا۔ کہ اس دن یہاں
 حاجی گناہوں سے یوں پاک ہو جاتا ہے۔ جیسے ماں کے
 پیٹ سے آج پیدا ہوا ہو۔ اور یہ بھی فرمایا۔ کہ وہ شخص
 بڑا ہی مجرم ہے۔ جو عرفات میں بھی یہ سمجھے۔ کہ میری
 مغفرت نہیں ہوئی۔ گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
 یقین دلا دیا۔ کہ یہاں یقیناً سب کی مغفرت ہو جاتی
 ہے۔ اور نہ صرف یہ کہ اس کی اپنی ہی بلکہ فرمایا۔
 کہ اب یہ حاجی جن دوسروں کے لئے بھی مغفرت کی
 دعا کرے گا۔ وہ بھی بخش دیئے جائیں گے۔ اسی

بنا پر ارشاد فرمایا گیا۔ کہ حاجی سے ملو۔ تو اس سے ملاقات کرتے وقت قبل اس کے کہ وہ اپنے گھر داخل ہو۔ اس سے اپنے لئے مغفرت کی دعا کراؤ۔

یہیں سے اندازہ کر لیجئے۔ اپنے آقا و مولے

شفاعت

حضرت شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی شان کا۔ کہ ان کے ایک ادنیٰ عنکام کی دعا سے جو انہیں کی ہدایت پر عمل کر کے یہ شان پا لیتا ہے۔ کہ جس کے لئے دعا کرے۔ اسی کی بخشش ہو جائے۔ تو وہ آفاکل قیامت میں خود مجھ جیسے جن گنہ گاروں کے لئے شفاعت فرمائے گا۔ تو وہ کیوں نجات نہ پائیں گے۔ بیشک یا رسول اللہ! سے

ایک میں کیا ہرے عصیاں کی حقیقت کتنی

مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارہ نیرا

عصر کے وقت میں برف خریدنے کیلئے باہر نکلا ہوں۔ تو ایک خیمے میں چند امریکن مسلمان

نظر آئے۔ یہ دیکھے۔ گورے چٹے بدن اور دو سفید

چادروں میں ملبوس ہاتھوں میں دعاؤں کی چھوٹی چھوٹی

کتابیں لئے رو بہ قبلہ ہو کر رو کر دعائیں مانگ رہے

ہیں۔ انہیں دیکھ کر میرے بھی آنسو نکل آئے ہیں

ہر طرف اسی قسم کے جلوے نظر آ رہے ہیں۔

ایجازِ قرآن

آج کا روز واقعی ایک ایسا مبارک، روز ہے۔ کہ اس کی برکت و عظمت

صاف صاف نظر آ رہی ہے۔ کون نہیں جانتا کہ زر
زن۔ زمین کے مطابق "زن" بھی ایک وجہ فساد ہے
پہت سے عسکروں کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔ چنانچہ آپ
دیکھیں گے۔ کہ جس اجتماع میں عورتیں بھی شریک ہوں
وہاں شیطان کو اپنی شرارت کا کافی موقع مل جاتا
ہے۔ میلوں اور تماشوں میں جہاں عورتیں بھی شریک ہوتی
ہیں۔ وہاں آئے دن ہم ایسی خبریں سنتے اور پڑھتے
رہتے ہیں۔ کہ فلاں میلے میں خطرناک لڑائی ہوئی۔ اتنے
افراد زخمی اور اتنے ہلاک ہو گئے۔ فلاں میلے میں قتل
ہو گیا۔ اسی طرح اس قسم کے اجتماعات میں زنا وغیرہ
کا بھی ارتکاب ہوتا ہے۔ لیکن سبحان اللہ! آج کے
اس لاکھوں کے مقدس اجتماع میں جس میں نصف
عورتیں بھی ہیں۔ اور عورتیں بھی احرام کے ساتھ یعنی
بلا حجاب اور پھر ہر ملک کی عورتیں۔ لیکن بخدا اس قسم
کی کسی حرکت کا یہاں دم و گمان تک نہیں۔
کیوں صاحب! آپ نے کبھی عمر بھر سنا ہو۔ کہ میدان

وفات کے اس لاکھوں کے اجتماع میں کبھی کوئی قتل ہوا ہو۔ یا کوئی لڑائی ہوئی ہو۔ یا کوئی اغواء ہوا ہو؛ حاشا دیکھا ہرگز نہیں۔ اس شدت کی گرمی میں، اور اتنے بڑے اجتماع میں کسی لڑائی جھگڑے فتنہ و فساد کے لئے جبکہ عمریں بھی بکثرت موجود ہیں۔ شیطان کے لئے کافی موقعہ ہے۔ لیکن قرآن پاک کی اس ایک آیت "لَا مَرَاتٌ وَلَا فُسُوقٌ وَلَا جِدَالٌ فِي الْحَجِّ" نے دس لاکھ کے اجتماعِ عظیم پر کنٹرول کر رکھا ہے۔ کیا مجال ہے کہ کوئی یہاں کسی کو گالی دے۔ یا کسی سے جھگڑا کرے۔ یا کوئی اور بُرا کام کرے؟ قرآن پاک کی کتنی بڑی صداقت ہے یہ۔ اور کتنا بڑا اعجاز ہے اس کا کہ جس اجتماعِ عظیم پر کنٹرول ایک بہت بڑی فوج بھی نہ کر سکے۔ اس اجتماعِ عظیم کو قرآن پاک کی ایک چھوٹی سی آیت نے قابو میں کر رکھا ہے۔

آج دن بھر ہمیں یہیں رہنا ہے۔ اور آج کا دن خدا تعالیٰ سے گروگڑا کر

آج دن بھر

رو کر نام ہو کر معافی مانگنے کا ہے۔ اور یونہی تضرع و ناری میں رہنے کا ہے۔ چنانچہ آج ہر شخص اسی کیفیت میں ہے۔ اور سبھی رو کر اپنے اللہ سے اپنے

اپنے گناہوں کی معافی مانگ رہے ہیں۔

مسئلہ

یہاں آفتاب کے غروب ہونے تک ہمیں رہنا ہے۔ غروب آفتاب سے پہلے جانا ممنوع ہے۔ بعض جگہ باز دن ہوتے ہوئے ہی چل دیتے ہیں۔ ایسے لوگ سخت غلطی کرتے ہیں۔ کیا خیر رحمت حق کس وقت توجہ فرمائے۔ اگر مہتاب سے چل دینے کے بعد اتری تو کس قدر نuisارہ ہے۔ غروب آفتاب کے بعد یہاں سے چل دینا چاہیے۔ اور نماز مغرب آج یہاں عرفات میں نہیں پڑھی جائے گی۔ بلکہ آج نماز مغرب اور نماز عشاء ملاکر مزدلفہ میں پڑھی جائے گی۔ اسلئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آج کے دن ایسا ہی کیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں عرفات سے روانہ ہو کر مزدلفہ تشریف لائے۔ اور اپنے نماز مغرب اور نماز عشاء ملاکر مزدلفہ میں پڑھی تھی۔ اور پھر رات بھر مزدلفہ میں قیام فرما رہے۔ اور صبح ہوئی تو آپ نے اذان و اقامت کے ساتھ نماز فجر ادا کی اور پھر طلوع آفتاب سے قبل وہاں سے روانہ ہوئے۔ چنانچہ حضور کے اتباع میں قیامت تک کے لئے ہر ایک کو اسی اولئے مبارک کی نقل اتارنا پڑتی ہے۔

اور یہ تو آپ معلوم کر چکے ہیں۔ کہ سارا جج ہے
ہی خدا تعالیٰ کے مقبولوں کی اداؤں کی نقل۔

غروبِ آفتاب کے بعد

ہر حاجی کو روانہ ہو جانا ہے۔ یہ
حکم ہے۔ شہد میں یہ نظارہ میں دیکھ چکا ہوں۔ کہ لاکھوں

کا اجتماع اس انتظار میں ہے۔ کہ سورج غروب ہو۔
اور ہم یہاں سے روانہ ہوں۔ سبحان اللہ! عجیب نظارہ

تھا۔ اُس وقت میں بسوں پر آیا تھا۔ اور میں نے غروب

آفتاب کے وقت اپنے رفقاء سفر کے ساتھ ایک بس

کی چھت پر چڑھ کر یہ ایمان افروز منظر دیکھا تھا۔ کہ لاکھوں

کا اجتماع اپنے بیوی بچوں، خیموں، میٹروں، بسوں، اونٹوں

اور دیگر مال و متاع سمیت آفتاب کے ڈوبتے ہی میدان

عرفات سے یوں حرکت میں آگیا ہے۔ جیسے ایک انسانی

سمندر بہنے لگا ہے۔ بخدا یہ منظر دیکھ کر روح وجد میں

آگئی۔ چاروں طرف جہر نظر اٹھتی ہر کوئی مزدلفہ کی طرف

حرکت پذیر تھا۔ میٹروں پر۔ بسوں پر۔ اونٹوں پر، پیدل

غرض کہ تکاہل سستی، غفلت کا نام تک نہیں۔ بلکہ ہر

ایک اسی فکر میں ہے۔ کہ میرے جج میں کوئی نقص واقع

نہ ہو جائے۔ اور میں مسئلہ کے مطابق یہاں سے روانہ

ہو کر مزدلفہ پہنچ جاؤں۔ ایک چھوٹا سا شہر جس کی آبادی چند ہزار نفوس پر مشتمل ہو۔ اس شہر کے باشندوں کو اگر حکم دیا جائے کہ یہ شہر خالی کر دو۔ تو یہ واقعہ ہے کہ چھوٹے سے اس شہر کو خالی کرنے کے لئے کئی دن درکار ہوتے ہیں۔ مگر اللہ سے عظمتِ دین و شوکتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم! کہ شرعِ مصطفوی کے اس ایک مسئلہ میں بھی کہ غروبِ آفتاب کے بعد یہاں سے روانہ ہو جانا چاہیے۔ اتنی ہیبت و عظمت ہے۔ کہ کئی لاکھ کا اجتماع تھوڑی سی ہی مدت میں میدانِ عرفات کو خالی کر دیتا ہے۔ اور مغرب کے بعد فوراً یہ سارے کا سارا لاکھوں کا اجتماع عشاء کے وقت مزدلفہ میں ہوتا ہے۔ اسلام کی یہ شوکت و ہیبت اور جانِ اسلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و برکت اور آپ کے تاقیامت تصرف پر حج کی ایک ایک ادا روشن دیں ہے۔

پہلے کے بعد آج پھر یہی نظارہ سامنے آنے والا ہے۔ چنانچہ غروبِ آفتاب کا وقت قریب آ رہا ہے اور ہر شخص یہاں سے روانگی کی تیاری میں نظر آ رہا ہے۔

آفتاب غروب ہونے سے پہلے ازوحام کے خوف سے حدودِ عرفات سے اگر کوئی شخص

مسئلہ

باہر نکل گیا۔ تو اس پر دم واجب ہے۔ پھر اگر آفتاب
 ڈوبنے سے پہلے واپس آیا۔ اور ٹھہرا رہا۔ یہاں تک کہ
 آفتاب غروب ہو گیا۔ تو دم معاف ہو گیا۔ اور اگر ڈوبنے
 کے بعد واپس آیا۔ تو معاف نہ ہوا۔

اس روز سعید میں یہ بات لازم ہے کہ اللہ
یقیناً لہائی کے سچے وعدوں پر بھروسہ کر کے یقین

کرے۔ کہ آج گناہوں میں سے ایسا پاک ہو گیا ہوں۔ کہ
 جیسا کہ جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ اور
 لازم ہے۔ کہ آئندہ کے لئے وعدہ بھی کرے۔ اور کوشش
 کرے۔ کہ آئندہ گناہوں سے الگ رہوں گا۔ اور آج جو
 داغ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے دھو دیا ہے۔ پھر
 نہ لگنے دوں گا۔

لکھنؤ میں ہم جب حج سے فارغ ہو کر مکہ معظمہ میں
لطیفہ اپنی جلسے قیام پر بیٹھے تھے۔ تو چند افراد تبلیغی

جماعت کے جو ہندوستانی تھے۔ ہمارے پاس آئے۔ اور
 میرے پاس آکر مجھ سے کہنے لگے۔ کہ آپ اپنے ساتھیوں
 میں ہماری عقوڑی ہی تقریر کا انتظام کرا دیں۔ ہم کچھ تبلیغ
 کرنا چاہتے ہیں۔ یہ لوگ مجھے نہیں پہچانتے تھے۔ مگر میں
 تبلیغی جماعت سے خوب واقف تھا۔ کہ یہ لوگ کلمہ شریف

کی تصحیح و تبلیغ کی آڑ میں اپنے مزموم عقاید کی نشر و اشاعت کرنا چاہتے ہیں۔ اور سادہ لوح مسلمانوں کو باتوں ہی باتوں میں اپنے ڈھنگ پر لانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ میں نے ان سے کہا۔ کہ آپ ہمیں کیا سنانا چاہتے ہیں۔ تو وہ بولے۔ کہ ہم مسلمانوں کی کچھ غلطیوں کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے ان سے کہا۔ کہ جناب! ہم کل ہی فریضہ حج ادا کر کے فارغ ہوئے ہیں۔ اور اللہ اور اس کے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ہم گناہوں اور غلطیوں سے بالکل اس طرح پاک ہیں۔ جیسے کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے وقت پاک تھے۔ تو آج جب ہم شرعاً بالکل پاک ہیں۔ پھر آپ ہماری کونسی غلطی کی اصلاح فرمائیں گے؟ آپ تشریف لے جلیے۔ خدا نخواستہ اگر پھر کوئی غلطی ہم میں پیدا ہوگئی۔ تو آپ کو بلا لیا جائیگا۔ اس وقت تو آپ معاف فرمائیں۔ اور

میں باز آیا محبت سے اٹھائیں پاندان اپنا

چنانچہ وہ خاموشی سے تشریف لے گئے۔

اس دن ہر حاجی ایک عجیب کیفیت میں نظر

رہا ہے۔ اور اپنی اپنی جگہ ہر ایک اپنے اپنے گناہوں کی معافی مانگ رہا ہے۔ اور رو رو کر

حاجی

دعائیں مانگ رہا ہے۔ سورج غروب ہونے کو آیا، تو ہر معلم اپنے اپنے خیموں میں اپنے حجاج کو رو بقبندہ کھڑا کر کے دعائیں منگوانے لگا۔ یہ منظر بھی قابل دید ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بندے اپنے خالق و مالک کے حضور گڑا گڑا کر اور ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کر کے اپنے مالک حقیقی سے رحمت و مغفرت کی بھیک مانگ رہے ہیں۔ کوئی فرد ایسا نہیں۔ جن کی آنکھیں اشکبار نہ ہوں۔ یہ واقعہ ہے کہ آج یہ آنکھوں سے سے بہنے والے آنسو سائے گناہوں کو دھو دھو کر باہر آ رہے ہیں۔ اور ایک عجیب کیفیت و رقت کا عالم ہے۔ اس میدانِ پاک میں ان دعاؤں اور التجاؤں کی جو لذت و کیفیت ہے۔ اس کا بیان تحریر و تقریر کے ذریعہ سے ہو ہی نہیں سکتا۔

مغفرت | حدیثِ پاک میں آتا ہے۔ کہ اس روز اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے خطاب فرماتا ہے۔ کہ میرے فرشتو! میرے ان بندوں کو دیکھو۔ جو میرے پاس اس حال میں آئے ہیں۔ کہ سر کے بال بھرے ہوئے ہیں۔ بدن اور کپڑوں پر سفر کے باعث عذاب پڑا ہوا ہے۔ **لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ** پکار رہے ہیں۔ اور دور دور سے چل کر آئے ہیں۔ میرے فرشتو! گواہ رہو کہ میں نے ان سب کی مغفرت فرمادی۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ وہ شخص بڑا ہی گنہ گار ہے۔ جو عرفات میں بھی یہ سمجھے۔ کہ میری مغفرت نہیں ہوئی۔ اس روز تو ایک ایسا دریائے کرم و رحمت جاری ہوتا ہے۔ کہ حاجی جس کسی دوسرے شخص کے لئے بھی دعا مانگے۔ اس کی بھی مغفرت ہو جاتی ہے۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ جب تم کسی حاجی سے جو حج کر کے لوٹے۔ ملو۔ تو اس سے ملو۔ مصافحہ کرو۔ اور اس سے قبل اس کے کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو اپنے لئے دعائے مغفرت کراؤ۔ اس لئے کہ وہ اپنے گناہوں سے پاک ہو کر آیا ہے۔

تبرک میرا تجربہ ہے۔ کہ حاجی جب گھر لوٹتا ہے۔ تو لوگ زیادہ تر اس سے تسبیح و رومال وغیرہ بطور تبرک مانگتے ہیں۔ حالانکہ حاجی خود مجسم "تبرک" ہوتا ہے اس کی زیارت اور اس سے دعا کرنا سب سے بڑا "تبرک" ہے۔ مگر بعض افراد ایسے ہیں۔ کہ جب تک انہیں رومال وغیرہ نہ ملے۔ انہیں حاجی صاحب سے شکوہ رہتا ہے۔ اور وہ سمجھتے ہیں۔ کہ ہمیں حاجی صاحب سے مل کر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ حالانکہ حاجی کی زیارت اور اس کی دعا سب سے بڑا فائدہ ہے۔ چنانچہ ایسے نیک بندے بھی ہیں۔ جو

کسی رومال وغیرہ کے لالچ میں نہیں ملتے۔ میں جب پہلا

سج کر کے گھر لوٹا تھا۔ تو وزیر آباد کے اسٹیشن

پر ایک ادھیڑ عمر کے بزرگ مجھے ملے۔ میری

دست بوسی کرنے کے بعد کہنے لگے۔ میں حجام ہوں۔ اور

آپ کی حجامت بنانا چاہتا ہوں۔ چنانچہ میں نے ان کی

دیکھی کے لئے انہیں اجازت دے دی۔ کہ وہ میری حجامت

بنا دیں۔ چنانچہ اس بڑے میاں نے قینچی سے میرے سر

کی حجامت بنائی۔ اور جو بال کاٹے۔ وہ ایک رومال میں

باندھ کر اپنے پاس رکھ لئے۔ اور بڑی عقیدت سے کہنے

لگے۔ کہ میں آپ کے یہ بال بطور تبرک اپنے پاس

رکھوں گا۔ سبحان اللہ! کیا یہی عقیدت ہے۔

یوسف ہی کا ذکر ہے۔ کہ حج کر کے جب گھر پہنچا۔

تو اکثر دوست و احباب ملنے کے لئے آتے ہے

ایک صاحب آئے اور مجھ سے رومال مانگنے لگے۔ میں نے

ان سے کہا۔ کہ رومال اب ختم ہو چکے ہیں۔ آپ اگر چاہیں

تو یہاں سے کوئی رومال خرید دیتا ہوں۔ وہ بوکے نہیں

صاحب! میں تو ایسا رومال چاہتا تھا۔ جو مکہ و مدینہ

کے بازار سے آیا ہو۔ میں نے کہا۔ اگر یہی حسرت ہے تو

میری نیابت کرو۔ اور خوب جی بھر کے کہو۔ اس لئے کہ

میں بھی مکہ و مدینہ کے مقدس گلی کوچوں اور بازاروں سے ہو کر نکلتے ہوں۔ اس پر وہ صاحب مسکرا دیئے۔

ہاں تو یہ دیکھئے۔ سورج نروب ہو گیا ہے۔ اور ہم عرفات سے روانہ ہو کر مزدلفہ میں پہنچنے کے لئے تیار کھڑے ہیں۔ سامان بندھا بندھایا رکھا ہے۔ سب اپنا اپنا سامان لارہوں پر رکھ لے رہے ہیں۔ ہزاروں پیدل روانہ ہو رہے ہیں ہزاروں مختلف سواریوں پر چل پڑے ہیں۔ عرفات میں آتے وقت بیٹھا ایسے جا رہی ہیں جو تنگ وقت میں پہنچتے۔ اور پہلے مٹی نہیں پہنچ سکے تھے۔ اور اس سنت سے محروم رہ کر سیدھے عرفات میں آگئے تھے۔ اس وقت یہاں سے واپسی کا وقت سب کے لئے ایک ہی ہے۔ اور یہ لاکھوں کا اجتماع ایک دم یہاں سے روانہ ہونے کے لئے تیار ہے۔ اور جب ایمان افزہ منظر ہے۔ کہ کئی لاکھ کا یہ اجتماع ایک ہی دھن میں اور ایک ہی سمت میں جا رہا ہے۔ آج نماز مغرب یہاں نہیں پڑھی جائے گی۔ بلکہ آج مغرب و عشاء کی نماز ملا کر مزدلفہ میں پڑھی جائے گی۔ یہیں سے معلوم ہوا۔ کہ اصل مقصود تھا کہ نماز اسکا ہے۔ اور نماز اسکا ایک وسیلہ ہے۔

بے پناہ ریش | ہمارا مختصر سا قافلہ بھی اپنی بسوں پر بیٹھا
چکا ہے۔ اور ہم بھی مزدلفہ کی طرف روانہ

ہو پڑے ہیں، اس وقت جو مقدس ہجوم بے نظیر بھیرا اور
بے پناہ ریش دیکھنے میں آ رہا ہے۔ اس کا بیان احاطہ تحریر
میں نہیں آ سکتا۔ مزدلفہ کو جانے کے لئے باوجود اس کے
کہ راستہ کافی وسیع ہے۔ لیکن بیشمار بسوں - لارپوں اور
موٹروں کی لمبی لمبی قطاریں۔ پیدل چلنے والوں کا ایک
"سیلاب" ہماری بس کو بے بس کر رہا ہے، اور یہ
غھوڑا سا قافلہ طے کرنا بڑا مشکل نظر آ رہا ہے۔ صورت
حال یہ ہے، کہ دائیں بائیں بسوں کی کئی ایک قطاریں
ہیں۔ جو کافی طویل بھی ہیں۔ غھوڑا سا چلتی ہیں۔ اور
پھر رگ جاتی ہیں۔ کبھی کوئی قطار غھوڑا سا آگے
بڑھتی ہے۔ اور رگ جاتی ہے، اور کبھی کوئی قطار
غھوڑی سی حرکت کرتی ہے اور ٹھہر جاتی ہے۔ جو لوگ
پیدل جا رہے ہیں۔ وہ ہم سے پہلے مزدلفہ پہنچ بھی
چکے ہیں۔ اور اسی طرح دیگر ہزاروں لاکھوں افراد پیدل
جا رہے ہیں۔ اور ہم بسوں والے دیکھے کس وقت
منزل پہ پہنچتے ہیں۔

اعجاز آج یورپ و امریکہ کو بڑا ترقی یافتہ خطہ شمار

کیا جاتا ہے۔ مگر ان ملک میں باوجود ٹریفک کے سیکورٹی
 اسلے سے اعلیٰ انتظامات ہونے کے کئے دن۔ ہوائی جہازوں
 ریوں۔ موٹروں میں نقصان ہوتے ہی رہتے ہیں۔ اور ہزاروں
 افراد ریوں۔ موٹروں کے تلے کچل کر مرتے ہی رہتے ہیں۔
 مگر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا آج بھی یہ اعجاز
 نظر آتا ہے۔ کہ جہاز شریف میں اس قسم کا متمدن و اعلیٰ
 انتظام نہ ہونے کے باوجود بھی کئی لاکھ کے اجتماع میں
 ہزاروں موٹروں۔ بسوں اور لاریوں کے نیچے آکر آج تک
 نہ کوئی کچلا گیا۔ نہ کسی ٹریفک کا نقصان واقع ہوا۔
 حالانکہ مکہ معظمہ کے گنجان شہر کے بازاروں۔ گلی کوچوں۔
 میں سینکڑوں بسیں دوڑتی پھرتی اور ادھر ادھر آتی جاتی
 رہتی ہیں۔ مدینہ منورہ و مکہ معظمہ کے درمیان سڑک پر
 دن رات ان کی آمد و رفت رہتی ہے۔ اور پھر منی و
 عرفات اور مزدلفہ کے ماہوں میں ان بھی زیادہ رہتے ہو
 جانے کے باوجود کبھی تک ایک آدمی بھی تو کسی موٹر
 کے نیچے کچلا نہیں گیا۔ اور کسی ایک موٹر کا بھی تو
 کسی دوسری موٹر سے نقصان نہیں ہوا۔ حالانکہ لاکھوں
 کے گنجان اجتماع میں اور بھڑ بھار اور نفسی نفسی کے
 علم میں ایسا ہونا کچھ بھی بعید نہیں۔

عرفات کا میدان اب خالی ہو رہا ہے۔ اور ہم مزدلفہ کو جا رہے ہیں۔ عرفات کی مقدس زمین پر اکٹھے ہوئے کیمپوں کے نشانات ہر طرف نظر آ رہے ہیں۔ جا بجا خالی کھوٹے۔ کہیں کھوٹوں کے نشان نظر آ رہے ہیں۔ عرفات سے مختلف اطراف و جوانب سے چلے ہوئے افراد آگے بڑھ کر اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ اور عرفات کی تمام مختلف سڑکیں مزدلفہ کو چلتے ہوئے دو سڑکیں رہ جاتی ہیں۔ اور کچھ آگے بڑھ کر ایک ہی رہ جاتی ہے۔ اور ہجوم بے پناہ ہو جاتا ہے۔ ہم اسی مقدس ہنگامے میں دہشتہ آہستہ آگے بڑھ رہے ہیں۔ ٹریفک کے سیاہی اندھیرے میں اپنا کام کر رہے ہیں۔ چوک میں مختلف اطراف سے آنے والی موٹروں۔ لاریوں کو باری باری مزدلفہ کی طرف جانے والی سڑک پر جانے کا موقع مل رہے ہیں۔ اور لاریوں کی ہر لائن پندہ ہیں منٹ کے بعد حقوڑا سا آگے بڑھ کر پھر رک جاتی ہے۔

اس وقت کا یہاں کا یہ منظر دیکھنے کے قابل ہے دس گیارہ لاکھ کا یہ اجتماع عظیم ایک بے مثال اجتماع ہے۔ اور تاریخ میں ایسے اجتماع کی مثال نہیں مل سکتی۔

امریکہ میں کرسمس کا تہوار منایا جاتا ہے۔ اور اس کیلئے کوئی اتنا بڑا اجتماع بھی نہیں ہوتا۔ لوگ اپنے عزیزوں کو ملنے کے لئے ایک دوسرے کے شہروں میں موٹروں پر جلتے ہیں۔ مگر اس تہوار میں کثرت سے حادثات ہو جاتے ہیں۔ کئی کئی روز تک اخبارات میں ان حادثات کی وجہ سے سرنے والوں کی خبریں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ اور آخر میں ٹوٹل بتایا جاتا ہے۔ کہ اس کرسمس پر آٹھ سو یا نو سو آدمی سڑک کے حادثوں میں ہلاک ہو گئے۔ اس کے مقابلے میں آج کا یہ تقریباً گیارہ لاکھ کا اجتماع دیکھئے۔ اور اسکا کوٹح دیکھئے۔ آج تک کوئی ایک انسان بھی تو اس قسم کے حادثہ سے دو چار نہیں ہوا۔ یہ دیکھئے ہم مزدور کم قریب آ پہنچے ہیں۔ مزدور اگرچہ عرفات سے چھ میل ہے۔ مگر ہم جس رفتار سے اُ رہے ہیں۔ مزدور تک پہنچنے میں غالباً پانچ گھنٹہ لگ جائیں گے۔ اُدھی رات ہونے والی ہے۔ رات کے وقت پیدل چلنے والے حاجیوں نے اپنی اپنی لکڑیوں پر شمعیں، لائٹیں لگائی ہوئی ہیں۔ چاروں طرف اس رات میں ایک عجیب منظر پیش نظر ہے۔

مزدور | لیجئے ہم مزدور میں آ پہنچے ہیں۔ یہ وہی جگہ

ہے۔ جس کے قریب ہی نادی محتر میں اصحابِ نبیؐ پر اباہیلوں نے کنکریاں پھینکی تھیں۔ اور اس خدائی بیماری سے ابرہہ اپنے لشکر سمیت ہلاک ہو گیا تھا۔ یہیں بھی آج یہاں سے منیٰ میں شیطانوں پر برسبانے کے لئے کنکریاں چن کر ساتھ لے چلنا ہے۔

مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث میں
دعائے مغفرتِ امت
 مزدلفہ کے متعلق یہ بیان ہے۔ کہ

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات میں اپنی امت کی مغفرت کے لئے دعا فرمائی۔ تو خدا تعالیٰ اسے دعا قبول فرمائی اور فرمایا۔ کہ میں نے سب کی مغفرت فرمادی۔ مگر ظالم کو نہ بخشوں گا۔ جب تک کہ مظلوم کو اس کا حق نہ دلوں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کی۔ الہی! تو اگر چاہے۔ تو مظلوم کو جنت عطا فرما کر ظالم کو بھی بخش سکتا ہے۔ حضرت علیہ السلام کی اس دعا کا عرفات میں تو جواب نہ ملا۔ اور حضور جب مزدلفہ میں تشریف لائے۔ تو یہاں پھر آپ نے یہی دعا مانگی۔ تو یہاں یہ دعا بھی قبول ہو گئی۔ اور خدا نے وعدہ فرما لیا۔ کہ مظلوم کو اپنے پاس سے جنت عطا فرما کر میں ظالم کو بھی بخش دوں گا۔

حضرت سے اللہ علیہ وسلم یہ وعدہ من کر مکرانے
 صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما نے عرض کیا
 یا رسول اللہ! خدا آپ کو ہنتا رکھے۔ آپ کیوں ہنسنے
 حضور نے فرمایا۔ میری جب یہ دعا قبول ہوئی اور شیطان
 نے دیکھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے میری ساری امت کی مغفرت
 کا وعدہ فرما لیا ہے۔ تو شیطان نے رنج و غم میں مٹی
 اٹھا اٹھا کر اپنے سر پر ڈالنا شروع کیا۔ اور جزع و
 فرج کرنے لگا۔ مجھے اس کی یہ حالت دیکھ کر ہنسی آگئی

نبی اکبر ﷺ

یہ حدیث پاک اس امر پر بھی شاہد ہے
 کہ ہمارے حضور سے اللہ علیہ وسلم کی
 چٹمان مبارک ہر وہ چیز بھی دیکھ لیتی ہے جنہیں
 دوسری آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔ چنانچہ حضور سے
 اللہ علیہ وسلم نے ایک دوسری حدیث پاک میں بھی ارشاد
 فرمایا ہے۔ کہ "أَمْهَى مَا لَا تَرَوْنَ" یعنی جو چیز تم نہیں دیکھ
 سکتے، میں دیکھتا ہوں! اگر کوئی یہ کہے۔ کہ ہم تو یہ کہتے
 ہیں۔ کہ حضور دور دراز کی چیز کو نہیں دیکھ سکتے۔ تو
 میں کہتا ہوں۔ کہ شیطان تو تمہارے ہر وقت قریب
 ہی رہتا ہے۔ تم اس قریب والی چیز ہی کو دیکھ کر
 دکھاؤ۔ پس جس مبارک آنکھ سے یہ قریب کی چیز جھے

کوئی آنکھ نہیں دیکھ سکی، غائب نہیں رہ سکی۔ اس مبارک آنکھ سے تم جسے سب دیکھ رہے ہیں۔ صرف دو رہ کر کیسے غائب رہ سکتے ہو؟

مسئلہ مزدلفہ پہنچ کر عشاء کا وقت ہو جائے۔ تو مغرب اور عشاء کی نمازیں اکٹھی پڑھے۔ ایک اذان اور

ایک تکبیر سے دونوں نمازیں پڑھے۔ پہلے مغرب کی نماز پھر عشاء کی۔ عشاء کی نماز کے لئے اذان و تکبیر نہ کہے

اور دونوں نمازوں کے درمیان سنت و نفل بھی نہ پڑھے۔ بلکہ مغرب و عشاء کی سنتیں، نفل اور وتر عشاء

کی نماز کے بعد پڑھے۔ اور مغرب کی نماز کی نیت قضا کی نہ کرے۔ ادا کی کرے۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کی یہی ادا ہے۔ اور حضور کی ہر ادا، ادا ہی ہے قضا نہیں۔ اور یہ دونوں نمازیں اکٹھی پڑھنے کے لئے

جماعت شرط نہیں۔ تنہا بھی پڑھ سکتا ہے۔ ہاں جماعت سے پڑھنا افضل ہے۔

شہید سے بھی افضل یہ بات بڑی شان کی رات تھی کہ بعض علماء نے

اسے شہید سے بھی افضل بتایا ہے۔ نمازوں کے بعد باقی رات ذکر و لیتیک اور درود و دعا و ناری میں

گزارنی چاہیے۔

اس رات میں چونکہ زیادہ دیر ٹھہرنا نہیں ہے، صبح پھر
منیٰ کو کوچ کرنا ہے۔ اس لئے یہاں بھی نصب نہیں کئے
گئے۔ اور سارے حجاج کھلے میدان ہی پر بیٹھے اور لیٹے
نظر آ رہے ہیں۔ اور چاروں طرف ایک عجیب منظر ہے۔
سبحان اللہ! اللہ کے یہ بندے دنیا بھر کے اطراف و
جوانب سے کچے ہوئے یہاں پہنچے ہیں، اور خدا کی رضا
جوئی میں کس طرح اپنے تمام دنیوی تعلقات اور
عیش و عشرت کے سامان تھپس پشکا ڈال کر ادھر
سے ادھر اور ادھر سے ادھر آ جا رہے ہیں۔ کسی شاعر
کا شعر ہے۔

رک جگہ رہتے نہیں عاشق بدنام کہیں
دن کہیں رات کہیں صبح کہیں شام کہیں

مگر اس شعر میں جو "بدنام" کا لفظ ہے۔ یہ آجکل
کے دنیوی عاشقوں کے لئے تو ٹھیک ہے، لیکن یہ
جو اس وقت یہاں عشاقِ حق کا ہجوم ہے۔ انہیں
"بدنامی" سے کیا نسبت! اہل لٹریچر میں "نلم" کی جگہ
"اسلام" رکھ کر اس شعر کو ان عشاقِ حق پر یوں
چسپاں کرتا ہوں۔ کہ

اک جگہ رہتے نہیں عاشقِ اسلام کہیں
 دن کہیں رات کہیں صبح کہیں شام کہیں
 حج کے ان دنوں میں ان عاشقِ اسلام پر یہ شعر
 خوب صادق آ رہا ہے۔ پرسوں ہم منیٰ میں تھے۔ آج دن
 پھر عرفات میں رہے۔ اور اس وقت رات کو ہم مزدلفہ
 میں ہیں۔ اور کل دن کو پھر منیٰ میں ہوں گے۔ واقعی

ہے اک جگہ رہتے نہیں عاشقِ بزمِ کہیں
 دن کہیں رات کہیں صبح کہیں شام کہیں
 ہیں یہاں رات بھر رہنا ہے۔ اور کل شیطان کو
 کنکریاں مارنے کے لئے یہیں سے کنکریاں بھی چننا ہیں۔

کل تو صرف ایک ہی شیطان حجرۃ العقبیٰ کی رمی کرنا
 ہے۔ اور ۱۱-۱۲۔ کو تینوں شیطانوں کی یعنی حجرۃ العقبیٰ
 حجرۃ الوسطیٰ اور حجرۃ الاولیٰ کی۔ اور اگر کوئی تیرہویں
 تاریخ کو بھی منیٰ میں ٹھہرنا چاہے۔ تو تیرہویں کو بھی
 تینوں ہی حمرات کی رمی کرنا پڑتی ہے۔ کل کے لئے
 یہاں سے چاہے صرف سات کنکریاں چنی جائیں۔ یا
 تینوں دنوں کے لئے یعنی ۹ یا چاروں دنوں کیلئے
 یعنی ستر ہر طرح جائز ہے۔ اور اگر یہاں سے کنکریاں
 نہیں چنیں۔ تو کسی دوسری جگہ سے چن لی جائیں

یہ بھی جائز ہے۔ مگر کسی بخش جنگ کی نہ ہوں۔ اور
نہ ہی مسجد کی نہ حجرہ کے پاس کی۔

ہم نے تین دنوں کے لئے یہیں سے کنکریاں چن
لی ہیں۔ رشید و بلاں کے لئے تو ایسے کام ایک کھیل
بھی بن جاتے ہیں۔ چنانچہ دونوں نے کنکریوں سے اپنی
جھولیاں بھری ہیں۔ اور مجھے دکھا کر کہہ رہے ہیں۔ کہ
اباجی! یہ دیکھئے ہم نے بھی کنکریاں چن لی ہیں۔ میں
ان سے کہہ رہا ہوں کہ بیٹو! اتنی کنکریاں درکار نہیں
۲۹۔۲۹ کافی ہیں۔ یہ سن کر بلاں تو حیران سا رہ گیا
ہے۔ اس لئے کہ اُسے اپنی ~~پہیلیاں~~ بھی جو کنکریوں سے
بھری ہوئی ہے۔ خالی کرنا پڑی ہے۔

کنکریاں کچور کی گنگھلی برابر کی ہونی چاہئیں۔ اور
مسئلہ بہتر ہے کہ انہیں دھو بھی لیا جائے۔

دیکھئے! اب صبح صادق ہونے والی ہے۔ اور آج
مسئلہ یہ ہے۔ کہ نماز صبح بہت سویرے پڑھی جائے گی
اور نماز کے بعد وقوفِ رونہ کی طرح یہاں بھی وقوف
کرنا ہے۔ اس وقوف میں بھی درود شریف۔ تکبیر۔ تہلیل
استغفار، تلبیہ اور دیگر اذکار خوب پڑھے اور
دعائیں مانگئے۔

وقوفِ مزدلفہ کا وقت طلوعِ فجر سے اوجھالا ہونے تک ہے۔ اگر کوئی شخص طلوعِ فجر سے پہلے ہی مزدلفہ سے چل دیا۔ تو اس پر دم واجب ہے۔ ہاں اگر عورت، بیمار یا کمزور ازدحام میں ضرر کے ڈرنے سے طلوعِ فجر سے پہلے ہی یہاں سے چل دے تو اس پر دم نہیں۔ **الحمد لله** ہم نے طلوعِ فجر کے بعد نماز پڑھ لی ہے۔ اور وقوف بھی کر لیا ہے۔ اور اب ہم منیٰ کی طرف چلنے کو تیار ہیں۔

جب سورج نکلنے میں دو رکعت کے برابر **مسئلہ** وقت ہے۔ تو منیٰ کو چل پڑے۔

۴ جون بروز ہفتہ

الحمد لله! کہ مزدلفہ کے وقوف کے بعد اب **پھر منیٰ کو** ہم پھر منیٰ کو چل پڑے ہیں۔ اور وہی

ذکر و دعا اور بھیک کا درد سب کی زبان پر جاری ہے مزدلفہ سے روانگی کے وقت یہ دعا بھی پڑھنی چاہیے۔

دعا
 اللَّهُمَّ إِلَيْكَ أَفْضْتُ وَمِنْ عَذَابِكَ أَسْفَقْتُ
 وَإِلَيْكَ رَجَعْتُ وَمِنْكَ أَسْتَعِينُ فَاقْبَلْ لِسْمِي
 وَعَظْمِي وَجَبْرِي وَارْحَمْ نَفْسِي وَاقْبَلْ ثَوْبِي

وادی حیرت

مزدلفہ سے منیٰ کو چلتے ہوئے ذرمیان میں ایک نشیب جگہ آتی ہے۔ اسے

وادی محتر کہتے ہیں۔ یہ وہ جگہ ہے۔ جہاں اصحابِ قبل

پر عذاب نازل ہوا تھا۔ جب یہ مقام آئے۔ تو یہاں

سے تیزی کے ساتھ نکل جانا چاہیے۔ سوار ہو۔ تو سواری کو

تیز چلا کر نکلے۔ یہ مقام ۵۴۵ ہفتے کے برابر ہے۔ موجودہ

حکومت نے نشان بھی لگا دیئے ہیں۔ یہ جگہ نہ منیٰ میں

داخل ہے نہ مزدلفہ میں۔ دیکھئے ہم نے یہ جگہ بھی عبور

کر لی ہے۔ اور اس کے بعد جو منظر ہے۔ احاطہ تحریر میں

کون لا سکتا ہے۔ مزدلفہ سے منیٰ تقریباً تین میل ہے۔

مگر ہجوم و ازدحام کے پیش نظر کچھ کہا نہیں جاسکتا۔ کہ منیٰ میں

ہم کس وقت پہنچیں گے۔ منیٰ کی طرف جانے والا یہ

راستہ لاکھوں حجاج اور تقریباً پچیس ہزار موٹروں۔ بسوں

سے بالکل اٹا ہوا ہے۔ یہ دیکھئے سورج کافی چڑھ آیا

ہے۔ مگر ہم ابھی منیٰ سے بہت دور ہیں۔ راستہ بالکل جام

ہے۔ اور یہاں تو پیدل چلنے والے بھی اسی عالم میں ہیں

راستہ ملتا ہے۔ تو بڑھتے ہیں۔ نہیں تو رُسکے ہلاتے ہیں

ادھر ادھر دائیں بائیں، آگے پیچھے جدمر نظر دوڑا بیٹھے

انسانوں کا جہم غفیر۔ موٹروں اور بسوں کی لمبی قطاریں نظر آ رہی ہیں۔ اور اب ٹپس بھی بڑھنے لگی ہے۔ ہماری بس میں ہر جاہی نے اپنا اپنا مشیزہ اپنے اپنے پاس رکھا ہوا ہے۔ عوفات سے بھر کر لائے تھے۔ رات بھر تو کچھ ایسی ضرورت نہیں پڑی۔ مگر اب ٹپس میں ہر ایک۔ ایک گھونٹا سے حلق تر کرنے لگا ہے۔ رشید و بلال بھی بار بار پانی مانگ رہے ہیں۔ مشیزہ ایک ہے اور ہم پانچ افراد ہیں۔ رشید و بلال۔ ان کی والدہ۔ میں اور قبلہ بھائی صاحب۔ اب حالت یہ ہے۔ کہ ہماری بس ایک لائن میں گھنٹہ بھر سے بے بس کھڑی ہے۔ اور اسی طرح ہمارے دائیں بائیں بھی ان بسوں کی جو لائنیں لگ رہی ہیں۔ اور جو میں نے شمار کیں۔ تو تیرہ تھیں۔ یہ بھی ہماری لائن کی طرح ساکن نظر آ رہی ہیں۔ دائیں بائیں تو نظر کہنے پر ان لائنوں کی تعداد معلوم ہو گئی۔ مگر ان لائنوں کی ابتداء و انتہاء کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ گھنٹہ گھنٹہ کے بعد بس سٹارٹ ہوتی ہے۔ اور فوراً سا آگے بڑھ کر پھر رگ جاتی ہے۔ ہر لائن کا یہی حال ہے۔ دوپہر کا وقت بھی ہو رہا ہے۔ گرمی کی انتہاء۔ پیاس کی شدت۔ اور پانی ختم۔ اپنی تو خیر رشید و بلال کی کوفت کا خیال ہے۔ مگر اللہ کے برکات

ایام حج کہ یہ بچے بھی صابر و شاکر ہی نظر آتے ہیں۔ یہ دیکھتے خدا خدا کر کے اور ایک ایک قدم بڑھتے بڑھتے ہم اس مڑک پر اُپہنچے ہیں۔ جو منی کی ابتداء ہے۔ لیکن منی کا علاقہ بھی تو بچید و وسیع ہے۔ اور ہمارا خیمہ ابھی یہاں سے کافی دور ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ اب ہم اس مڑک پر اُپہنچے ہیں۔ جہاں سے مڑک نہیں اپنے خیموں کے اوپر معلق اپنے معلم کا نشان "دو پیسے" نظر آنے لگے ہیں۔ اور ہم صبح کے چلے ہوئے ظہر کے آخر وقت میں منی اپنے خیموں میں پہنچ گئے ہیں۔ اور یہیں تاریخِ کریم نے نماز پڑھی ہے۔

دسویں تاریخ | آج دسویں تاریخ ہے۔ اور اس روز ہمیں یہاں منی میں تین کام کرنے ہیں۔ (۱) شیطان کو کھڑیاں مارنا۔ (۲) قربانی کرنا۔ (۳) اور سر منڈانا۔

شکستان | منی میں تین مقام پر پتھر کے تین ستون ہیں ان کو حجرہ کہتے ہیں۔ اور انہیں کو شیطان بھی کہتے ہیں۔ منی کے قریب جو حجرہ ہے۔ اُسے حجرہ الاولیٰ کہا جاتا ہے۔ اور جو بیچ کا ہے وہ حجرہ الوسطیٰ کہلاتا ہے۔ اور جو آخر میں مکہ معظمہ کی طرف ہے۔ اُسے حجرہ الاخریٰ کہتے ہیں۔ اور عام زبان میں چھوٹا شیطان، درمیانی شیطان

اور بڑا شیطان کہا جاتا ہے۔ ان تینوں شیطانوں میں کافی فاصلہ ہے۔ اور بڑا لطف آتا ہے، اس وقت جبکہ کوئی حاجی کسی دوسرے حاجی سے دریافت کرتا ہے کہ ہتھاما خیمہ کس طرف اور کہاں ہے؟ تو وہ اپنا مقام بتانے کے لئے یوں کہتا ہے۔ کہ میں پہلے شیطان کے قریب ہی دائیں طرف فلاں جگہ ہوں۔ میں درمیانی شیطان کے پاس فلاں خیمہ میں مقیم ہوں۔ چنانچہ میں نے اپنے ایک قشر کے دوست حاجی سے اس کا مقام دریافت کیا۔ تو فرمایا۔ کہ میں بڑے شیطان سے بھی کچھ آگے ہی ہوں۔

سبحان اللہ! کیا لطف ہیں۔ اور کیا مزے ہیں۔

آج سے بس ہر شخص کی توجہ شیطان ہی کی طرف ہے۔ جسے دیکھئے۔ شیطان ہی کی فکر میں ہے۔ کوئی اُسے پتھر مار کر آ رہا ہے۔ اور کوئی پتھر مارنے جا رہا ہے۔ اور ایک دوسرے سے یہی پوچھ رہے ہیں۔ کہ شیطان کدھر ہے؟ چنانچہ مجھ سے ایک ایرانی حاجی نے جبکہ میں پانی لینے کیلئے ٹونٹی پر آ رہا تھا۔ پوچھا۔ آغا! شیطان کلاں کجا است؟ واہ سے! شیطان! اچھا چرچا پایا تو نے بھی۔ بس معلوم ہو گیا۔ کہ کسی کا چرچا و شہرت بھی کوئی صداقت کی دلیل نہیں ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ شیطان کا

وجود بھی خالی از حکمت نہیں۔ بخدا آج شیطان کا تحسّس اور اُسے پتھر مارنے کا شوق یہ بھی ایک خاص لطف سے رہا ہے۔ یہ خدا کے بندے خدا کے دشمن کی تلاش میں بھی ایک لذت پائے ہیں۔ اور یہ حقیقت ہے کہ حق کے مقابلہ میں اگر باطل نہ ہو۔ تو حق کی حقانیت کا بھی مظاہرہ نہ ہو۔ نرود نہ ہوتا۔ تو حضرت خلیل علیہ السلام کی عظمتِ شان اور آپ پر آنکدہ کا باغ و بہار بن جانا کبھی ظاہر نہ ہوتا۔ فرعون نہ ہوتا۔ تو حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کے عصائے مبارک کا سانپ بن جانا ظاہر نہ ہو سکتا۔ خشک کھجوروں کو سرسبز کر دینا۔ پتھروں سے کلمہ پڑھوا دینا اور چاند کے دو ٹکڑے کر دینا سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے یہ معجزات کبھی ظاہر نہ ہوتے اگر "الوجہل صاحب" موجود نہ ہوتے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے صبر و شکر کا اظہار کیسے ہوتا اگر یزید جیسا شکر نہ آیا ہوتا۔ ان سب نفوسِ قدسیہ کی شانِ پاک کو چمکانے کے لئے خدا تعالیٰ نے ان کے مقابلہ میں ان ظالموں کو پیدا فرما دیا۔ اور اپنی شان کو چمکانے کیلئے خدا تعالیٰ نے اپنے مقابل شیطان کو پیدا فرما دیا۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام دنیا سے تشریف لے گئے۔ تو وہ ظالم

بھی چلے گئے۔ اور خدا نفلے اب تک ہے۔ اور اس کا مقابلہ مردود بھی اب تک ہے۔ اور آج اسی مردود کے جا بجا تذکرے ہیں۔ اور آج ہر اللہ والا اسی کی تلاش اور اُسے پتھر مارنے کے جذبے میں پھر رہا ہے۔ اور فریضہ حج کا اللہ کے بندوں کو گویا یہ بھی ایک درس و سبق ہے۔ کہ اس شیطان کا ہمیشہ دشمن ہی بنے رہنا۔ اور کبھی اس کا دوست نہ بننا۔ اللہ سے دوستی رکھنے کی تمنا ہے۔ تو اس کے مخالف و دشمن کی مخالفت میں ہمیشہ مکر بستہ رہنا۔ اور اس کی سرکوبی ہی کرتے رہنا۔

دسویں تاریخ کو صرف "بڑے شیطان" ہی کو **مسئلہ** پتھر مارے جائیں گے۔ اور اس "رمی" کا وقت

آج طلوعِ آفتاب سے زوال تک مسنون ہے۔ اور زوال سے غروبِ آفتاب تک بھی جائز و مباح ہے۔ اور رات کو بھی کل صبح تک جائز تو ہے لیکن مکروہ۔

انسوس کہ ہم یہاں پہنچے زوال کے بعد ہیں۔ اسلئے ہم سے مسنون وقت تو چھوٹ گیا۔ اب ہم غروبِ آفتاب سے پہلے پہلے اس رمی سے فارغ ہونا چاہتے ہیں۔ رشید و ہلال کو شیطان دیکھنے کا بڑا شوق ہے۔ اور اُسے مارنے کے لئے بھی بڑے بیچین ہیں۔

ہیں اور قبیلہ بھائی صاحب "بڑے شیطان" کو پتھر مارنے کے لئے پروگرام بنا رہے ہیں۔ رشید و بلاں بڑے غر سے سن رہے ہیں۔ اور کہہ رہے ہیں۔ کہ ہمیں بھی ساتھ لے چلئے۔ ہم بھی شیطان کو پتھر ماریں گے، میں ان سے کہہ رہا ہوں۔ کہ بیٹا! آج نہیں۔ تم کل چلنا۔ آج تو صرف ایک ہی شیطان سے لڑنا ہے۔ کل تینوں کا مقابلہ ہے تم تیار ہو جاؤ۔ اور کل کے لئے مکر کس لو۔

مذکورہ - بیمار اور ناسمجھ کی طرف سے دوسرا شخص بھی رہی کر سکتا ہے۔ اور وہ اس طرح کہ

چیلے اپنی طرف سے کر لے۔ پھر ان کی طرف سے کرے چنانچہ رشید و بلاں کی طرف سے آج میں خود ہی کروں گا۔ لیجئے، میں اور بھائی صاحب اور رشید و بلاں کی والدہ رشید و بلاں کو اپنے ٹھیکے میں دوسرے حجاج جو رمی سے فارغ ہو چکے ہیں، کے پاس بٹھا کر بڑے شیطان کی طرف چل دیئے، ہماری یہ جائے قیام بڑے شیطان سے کافی دور ہے۔ "مذبح" کے ہم قریب ہیں۔ اور بڑا شیطان مسجد خیف سے بھی بہت آگے واقعہ ہے۔ باوجود اتنی مسافت کے کوئی تکلیف نہیں ہو رہی۔ اور ہم اپنے ہاتھوں میں سات سات کسٹریاں لئے ہوئے بڑے شیطان کی طرف

دواں دواں ہیں۔ منیٰ کے پُر رونق اور نورانی راستے کو عبور کرتے ہوئے مسجد خیف کے پاس پہنچتے ہوئے آگے بڑھے۔ تو تڑا تڑا کی مسلسل آوازیں آنے لگیں ہیں۔ دور سے ایک انبوہ کثیر نظر آیا۔ یہ لوگ ”بڑے شیطان“ کے گرد اُسے پتھر مارنے کے لئے جمع ہیں۔ وہ پتھروں کے درمیان ایک دیوار کے ساتھ مقفل ہی ایک پتھر کا ستون نظر آیا۔ جس کے پاس ہی ایک شرعی کھڑا ہے۔ اور لوگ اسر شیطان کو ”تڑا تڑا پتھر مار رہے ہیں، سبحان اللہ! کیا پُر لطف منظر ہے۔ رشید و ہذاں کی والدہ بھی ہمارے ہمراہ ہے۔ اور اس غضب کے جہوم میں نے اس کو ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑ رکھا ہے۔ اور اُسے تاکید کر رہا ہوں۔ کہ مجھ سے الگ نہ ہونے پائے۔ اس جگہ کسی شخص کا اپنے رفیق سے الگ ہو جانا گم ہو جانے کے معنی میں ہے۔

شریعت میں جو یہ حکم ہے۔ کہ عورت اپنے محرم کے بغیر حج کو نہیں جاسکتی۔ اس حکم کی حکمت یہاں معلوم ہوئی۔ کہ عورت کو بعض اوقات مقام کر رکھنا پڑتا ہے۔ اور یہ بات محرم کے سوا دوسرے کیلئے جائز نہیں۔

رمی کے وقت حجرۃ العقبیٰ یعنی بڑے شیطان سے کم از کم پانچ لاکھ ہٹا کر یوں کھڑے ہو

کہ منیٰ داہنے ہاتھ۔ اور کعبہ شریف بائیں ہاتھ کو۔ اور حجرہ
کی طرف منہ ہو۔ ہجوم کے باعث اگر پانچ ہاتھ سے زیادہ
دور جگہ ملے۔ تو بھی مضائقہ نہیں۔ پھر سات کنکریاں
جدا جدا چٹکی میں لے کر سیدھا ہاتھ خوب اٹھا کر شیطان
کو مارے۔ اور ہر کنکری کے مارنے کے وقت یہ دعا
اور تکبیر کہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُ اَكْبَرُ رَغْبًا لِلشَّيْطَانِ وَرِضًى
لِلرَّحْمٰنِ اللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا حَجًّا مَبْرُورًا وَ ذَنْبًا
مَغْفُورًا وَسَعْيًا مَشْكُورًا۔

اگر یہ دعا یاد نہ ہو۔ تو سُبْحَانَ اللّٰهِ — يَا لَآ اِلٰهَ
اِلَّا اللّٰهُ پڑھ پڑھ کر مارنا بھی جائز ہے۔
بہتر ہے۔ کہ کنکریاں حجرہ تک پہنچیں۔ ورنہ تین ہاتھ
کے فاصلہ تک گریں۔ اس سے زیادہ فاصلہ پر گری تو
اس کا شمار نہ ہوگا۔

پہلی کنکری کے مارنے کے بعد لتیک کہنا موقوف کر
دے۔ اور کنکریاں پوری سات مارنی ضروری ہیں۔ کم جائز
نہیں۔ سات کنکریاں مارنے کے بعد فوراً واپس آجئے۔
ہم بڑی مشکل سے "بڑے شیطان" کے قریب پہنچے
ہیں۔ اللہ اکبر! کیا شان ہے۔ ایک بے پناہ ہجوم جو

”بسم اللہ اکبر“ کے پیارے اور دلنشین و پرشکوہ ہنگامے میں شیطان کو تڑا تڑا پتھر مار رہا ہے۔ یہاں کا یہ منظر بھی قابل دید ہے۔ معری عورتیں یہاں بھی عجیب انداز میں اس ہجوم میں شیطان پر برس رہی ہیں۔ مجھے رشید و بلال کی والدہ کی فکر اور بھائی صاحب قبلہ کا بھی خیال اور اپنی فکر بھی۔ بہر حال ہم یہاں پہنچ ہی گئے۔ اور ہم تینوں نے بھی ”بڑے شیطان“ کی تواضع کر ڈالی۔ بڑا لطف آیا۔ خدا کرے۔ کہ گھر پہنچ کر بھی ہم شیطان ملعون کی اسی طرح ”تواضع“ کرتے رہیں۔ ہم رمی سے فارغ ہو کر بمشکل اس ہجوم سے نکلے۔ اور اپنے خیمے کی طرف لوٹے ہیں۔ اب ہمیں قربانی کی فکر ہے۔ رشید و بلال کی والدہ کو خیمہ میں پہنچا کر میں اور بھائی صاحب قبلہ ”ذبح“ جو ہمارے خیمے کے قریب ہی ہے۔ میں گئے۔ جہاں سینکڑوں بکرے۔ دنبے۔ اونٹ اور گائے فروخت کے لئے موجود ہیں۔ اور خرید و فروخت ہو رہی ہے۔ بہت سے بکرے اور دنبے دیکھنے کے بعد تین دنبے میں نے اور ایک قبلہ بھائی صاحب نے ۵۰۰ روپے کے خریدے ہیں۔ اور یہیں ہم دونوں نے ان کو ذبح کیا ہے۔ ”پھری والے“ بھی یہیں مل جاتے ہیں۔ جو

ایک ریال لے کر پھری دے دیتے ہیں۔ اور بکے کو ٹا کر حاجی کی اجازت سے یا خود ذبح کر دیتے ہیں۔ یا حاجی خود ذبح کر دیتے ہیں۔ ہم نے خود ہی ذبح کئے ہیں۔

مسئلہ جو شخص خود ذبح کرنا چاہتا ہو۔ وہ خود ذبح کرے۔ ورنہ ذبح کے وقت پاس کھڑا رہے۔

اس قربانی کے احکام عید الاضحیٰ کی قربانی کے احکام کی مثل ہیں۔ جو جانور وہاں جائز ہیں۔ یہاں بھی جائز ہیں اور جو وہاں جائز نہیں۔ وہ یہاں بھی جائز نہیں۔ اور جس طرح دہاں اونٹ، گائے میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔ یہاں بھی جائز ہیں۔ لیکن یہ وہ قربانی نہیں ہے۔ جو بڑی عید کو دوسرے شہروں میں کی جاتی ہے۔ یہ حج کا شکرانہ ہے۔ اور قانہن و متمتع حاجی پر واجب ہے۔ جو لوگ بڑی عید کی قربانی کا انکار کرتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں۔ کہ قربانی تو منیٰ میں ہی کی جاتی ہے۔ وہ شرعی احکام سے بے خبر ہیں۔ اس لئے کہ منیٰ کی قربانی دوسری ہے اور عید کی قربانی دوسری۔ اور عید کی قربانی میں جب تک شریعت کے مطابق جانور کی قربانی نہ دی جائے گی۔ کبھی روانہ ہوگی۔ ہم نے یہ چاروں دنے ذبح کئے اور واپس اپنے خیمے میں چلے

آئے ہیں۔ اور اکثر حجاج ایسا ہی کر رہے ہیں۔ کہاں اتارنا۔ اور گوشت لانے کی مہلت کسے ہے؛ بہت سے مہری اور افریقی اور دیگر اپنے پاکستانی و ہندوستانی حجاج ایسے بھی ہیں۔ جو بکروں کو اپنے اپنے نیموں میں لاکر ذبح کرنے کے بعد باقاعدہ ان کے گوشت کو پکاتے۔ کھاتے اور کھلاتے ہیں مگر ہمارے پاس تو کوئی انتظام ہی نہیں۔ ہم نے ذبح کیا اور چلے آئے۔ مقصود شرعی تو صرف ذبح ہے۔ اور وہ پورا ہو گیا ہے۔

حلق اب سر منڈانا باقی ہے۔ اس کے بعد ہم احرام کھول دیں گے۔ اور احرام کی ساری پابندیاں ختم ہو جائیں گی۔ چنانچہ اپنے نیمہ ہی میں ہمارے ایک رفیق سفر حجام ہیں۔ اور وہ آج دن بھر اسی کام میں لگے ہوئے ہیں۔ ان سے کہا گیا۔ اور انہوں نے بھائی صاحب قبلہ کے، میرے اور رشید و بلال کے سر کے بال مونڈے ہیں۔ اور رشید و بلال کی والدہ نے خود ہی قینچی سے انگلی عبر سر کے بال کاٹ لئے ہیں۔ مسئلہ یہی ہے کہ سر کے سارے بال یا منڈا دیئے جائیں۔ یا کٹا ویئے جائیں۔ منڈانے افضل ہیں۔ اور عورت کے لئے چوٹھائی سر کے بال بقدر ایک انگل کے کتروانے کافی ہیں۔ یہ حلق ۱۱۔ ۱۲ تا بیچ تک

جائز ہے۔ مگر افضل آج ہی کا دن ہے۔ یعنی دسویں تاریخ۔
 مہرمنڈانے کے بعد اب ہم نے احرام کھول دیا ہے۔ اور اب
 احرام کی ساری پابندیاں بھی ختم ہو گئی ہیں۔ صرف ایک
 پابندی باقی رہتی ہے۔ عورت سے صحبت وغیرہ۔ یہ پابندی
 طوافِ زیارت کے بعد ختم ہوتی ہے۔

طوافِ زیارت | رمی و ذبح کے بعد اب ہمیں طوافِ زیارت
 کے لئے مکہ معظمہ جانا ہے۔ یہ طواف —

طوافِ افاضہ اور فرض طواف بھی کہلاتا ہے۔ یہ طواف
 حج کا دوسرا رکن ہے۔ اس طواف کے بغیر حج ہوتا ہی
 نہیں۔ اس طواف کا وقت بھی ۱۲ ذوالحجہ غروبِ آفتاب
 تک ہے۔ آج چونکہ وقت زیادہ ہو چکا ہے۔ اس لئے
 اس طواف کے لئے مکہ معظمہ کل انشاء اللہ جائیں گے

۵۔ جون برفی اوار

آج ہمیں طوافِ زیارت کے لئے مکہ معظمہ بھی جانا
 ہے۔ اور تینوں شیطانوں کو پتھر بھی مارنے ہیں۔ رشیدیہ بلال
 آج بڑے خوش ہیں۔ کہ آج شیطان دیکھیں گے۔ اور انہیں
 ہم پتھر ماریں گے۔ آج "رمی" کا وقت زوال کے بعد
 شروع ہوگا۔ اور غروبِ آفتاب تک مسنون وقت رہیگا۔

پھر رات کو بھی یہ رمی جائز تو ہے، مگر مکروہ ہے۔ ہمارا ارادہ ہے، کہ ظہر سے پہلے پہلے طوافِ زیارت کر آئیں اور پھر نماز ظہر کے بعد اگر رمی کر لیں گے، چنانچہ چائے وائے پینے کے بعد ہم ایک بس پر بیٹھے ہیں، جس نے ایک ایک ریال فی کس کے حساب سے ہمیں مکہ معظمہ پہنچا دیا ہے، الحمد للہ! چار روز کے بعد آج پھر کعبہ شریف پیش نظر ہے، معمول کے مطابق وہی مقدس ہجوم اور وہی ہنگامہ ہے، کوئی اس گھر کے گرد گھوم رہا ہے، کوئی صفا مروہ میں دوڑ رہا ہے، ہم نے طواف کیا، رمل و سعی بھی کی، اور اس طواف سے بھی فراغت پائی ہے۔

مسئلہ | اٹھویں ذوالحجۃ کو منیٰ کو جاتے ہوئے اگر نفل طواف کر کے سعی کر لی تھی، تو آج اس طوافِ زیارت میں رمل و سعی نہ کرے، اور اگر اٹھویں کو احرام باندھ کر بغیر سعی و طواف کے منیٰ آ گیا تھا، تو آج اس طواف میں رمل و سعی بھی کرے، چونکہ ہم نے اٹھویں کو طواف و سعی نہیں کی تھی، اس سے قبل جو طواف و سعی تھی، وہ عمرہ کی تھی، اس لئے آج ہم نے طواف میں رمل بھی کی، اور صفا مروہ کی سعی بھی — اور اضطباع کے لئے احرام کا ہونا ضروری ہے، اور وہ

کل کا کھل چکا ہے۔ اس لئے اضطباع نہیں کیا۔ (رمل و سعی اور اضطباع کا بیان پیچھے گزر چکا ہے) طوافِ زیارتِ دسویں کو کرے۔ یا گیارہویں کو۔ طوافِ کر کے منیٰ واپس آ جانا ضروری ہے۔ راتِ دوسری جگہ رہنے کی اجازت نہیں۔ طوافِ زیارت کے بعد ہم پھر منیٰ واپس آگئے ہیں اب آج کے روز تینوں شیطانوں کو پتھر مارنا اور کل۔ بارہویں کو بھی تینوں شیطانوں کو پتھر مارنا یہ دو کام ہی باقی رہ گئے ہیں۔ اس کے بعد ہم تکمیلِ حج سے فراغت پا کر مکہ شریف چل دیں گے۔

رشید و ہلال بار بار پوچھ لے رہے ہیں۔ کہ اباجی! شیطانوں کے پاس کسبِ چلبے گئے، خدا جانے ان بچوں نے اپنے ذہن میں ان کا کیا نقشہ جما رکھا ہے۔ نمازِ ظہر پڑھنے کے بعد ۲۱۔۲۱۔ کنکریاں (جو مزدلفہ سے چن کر لائے گئے) ساتھ لیں۔ اور ہم شیطانوں کی سرکوبی کے لئے خیمہ سے نکلے۔ ہلال کو میں نے گود میں اٹھا لیا ہے۔ اور اس سے کہہ رہا ہوں۔ دیکھو بیٹا! شیطان کو اپنے ہاتھ سے پتھر مارنا۔ ہلال یہ دیکھ کر کہ ہم شیطان کے مارنے کو چاہتے ہیں۔ کچھ حیران سا ہو کر مجھ سے کہنے لگا۔ اباجی! شیطان کو میں نے مارا۔ تو مجھے وہ پکڑا تو نہیں لے

گا؟ بلاں کے خیال میں شیطان کوئی جیتا جاگتا شیطان ہے۔ میں نے اُسے تسلی دی ہے۔ کہ نہیں! وہ زمین میں گڑا ہوا ہے۔ اور پتھر ہے۔ وہ تمہیں کچھ نہ کہے گا۔ رشید ماشاء اللہ بڑا دانا اور دلیر ہے۔ وہ کہہ رہا ہے۔ بلاں گھبراؤ نہیں۔ وہ اگر تمہیں پکڑنے دوڑے گا۔ تو میں اُسے پتھر ماروں گا۔ اور اگر میری طرف آیا۔ تو اباجی اس سے نیٹ لیں گے۔

یہ دیکھئے مسجد خیف آگئی ہے۔ اور اس سے کچھ آگے ہمرۃ اناولی یعنی چھوٹا شیطان ہے۔ سبحان اللہ! کس قدر ہجوم ہے۔ اب اس ہجوم میں میرے لئے بڑی مشکل نظر آنے لگی ہے۔ بلاں میری گود میں ہے۔ رشید کا لاکھ ایک لاکھ ہیں ہے۔ پھر ان کی والدہ بھی ساتھ ہے۔ اُسے تاکید کر رہا ہوں۔ کہ تم میری تمہیں کا دامن مضبوطی سے حزام رکھو نصائی صاحب قبلہ اس لیے میں خدا جانے کہاں سے کہاں پہنچ گئے ہیں۔ ان کی چنداں فکر نہیں۔ کہ یہ ان کا پانچواں حج ہے۔ اور وہ یہاں کے نشیب و فراز سے خوب واقف ہیں۔ میں عجیب مشکل میں ہوں۔ رشید کو دیکھئے۔ ہجوم میں کئی بار گرا۔ اٹھا۔ پھر گرا۔ اور کئی بار دبایا۔ دلچیا گیا۔ اور رونے بھی لگا ہے۔ گرتے اٹھتے

رشید کو روتا دیکھ کر بلاں بھی گھبرا گیا ہے۔ بہر حال کسی نہ کسی طرح یہ دیکھئے ہم چھوٹے شیطان کے قریب آ پہنچے ہیں۔ الامان والحفیظ! کس قدر ہجوم ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر آج بھی رشید و بلاں کی طرف سے میں ہی پتھر مار دیتا۔ اور انہیں ساتھ نہ لاتا۔ مگر ان کا شوق بھی تھا۔ جو ہوا اچھا ہوا۔

یہ دیکھئے! یہ "چھوٹے شیطان صاحب" ہیں۔ بڑے شیطان کی نسبت ان کی جگہ بلند ہے۔ اور یہ دور ہی سے نظر آ رہے ہیں۔ اور کیا کہنے ان کی رعوت اور ڈھٹائی کے۔ کہ چاروں طرف سے "ترا ترا پتھر برس رہے ہیں۔ مگر یہ اسی "اکڑ خون" میں نظر آ رہے ہیں۔

مسئلہ یہ "شیطان" چونکہ ذرا اونچائی پر ہے۔ اس لئے ذرا اوپر کو چڑھ کر رو قبیلہ ہو کر بطریق مذکور کنکریاں مارے۔ اور پھر حجرہ سے ذرا آگے بڑھ کر قبیلہ رو دعا میں ہاتھ اٹھا کر حضور قلب سے حمد و درود و دعا و استغاثہ میں کم از کم اتنی دیر کھڑے کہ جتنی دیر میں سورہ بقرہ پڑھی جاتی ہے۔ اور اس کے بعد حجرہ وسطیٰ یعنی دریانی شیطان کی رمی کے لئے آگے بڑھے۔

یہ دیکھئے! ہم بشکل اس شیطان کے قریب پانچ ہاتھ سے کچھ زیادہ دور پہنچے ہیں۔ اور پہلے میں نے اپنی کنکریاں پھینکی ہیں۔ اور رشید و بلاں کی والدہ نے بھی۔ پھر میں نے بلاں کے ہاتھ میں ایک کنکری دی ہے۔ اور اس سے مارنے کو کہہ رہا ہوں۔ اس نے ایک کنکری شیطان کی طرف پھینکی ہے۔ مگر پھر شاید اس ہجوم، اور تڑا تڑا کی آواز۔ اور شیطان کی رعوت دیکھ کر کچھ ڈر گیا ہے۔ اور میرے گلے لپٹ کر کہہ رہا ہے۔ کہ ابا جی واپس چلو۔ اب میں نہیں ماروں گا۔ میں نے کافی تسلی دی ہے۔ مگر اب وہ شیطان کی طرف دیکھتا بھی نہیں۔ خدا کرے۔ کہ یہ دونوں بھائی، عمر بھر شیطان کی طرف دیکھیں بھی نہیں۔ امین!

آخر باقی کی اس کی کنکریاں اس کی طرف سے میں نے ہی پھینکی ہیں۔ اس کے بعد بلاں کو اس کی والدہ کی گود میں دے کر رشید کو میں نے اٹھایا ہے۔ اور اسے کنکریاں مارنے کے لئے جو کہا۔ تو اس مرد دلیر نے فوراً یہ کہتے ہوئے کہ اس شیطان کی ایسی تپسی۔ لئے پتھر مارنے شروع کئے۔ رشید کی یہ جرات دیکھ کر دل خوش ہوا!

اس کے بعد ہم دعائیں مانگ کر آگے بڑھے۔ اور
 درمیانی شیطان کا رخ کیا ہے۔ اس درمیانی شیطان کو بھی
 پہلے شیطان کی طرح کنکریاں ماری جاتی ہیں۔ چنانچہ ہم
 نے یہاں بھی یہ کام پورا کیا ہے۔ بلاں یہاں بھی
 کنکریاں مارنے پر آمادہ نہیں ہووا۔ ہاں شیطان کی گت
 بنتے ہوئے دیکھ ضرور رہا ہے۔ یہاں بعض لوگ —
 شیطان کی پشت کی جانب کھڑے ہو کر شیطان کے سر
 پر جوتے مار رہے ہیں۔ یہ نظارہ دیکھ کر بلاں ہنس
 پڑا۔ اور کچھ مطمئن بھی ہو گیا ہے۔ کہ یہ شیطان ہل جل
 نہیں سکتا۔ ورنہ جوتے کھاتے ہوئے یہ ادھر ادھر ضرور
 بھاگتا۔ اب اس نے وعدہ کیا ہے۔ کہ اگلے شیطان کو
 میں پتھر خود ماروں گا۔ یہاں کی رمی سے فایز ہو کر ہم
 آگے بڑھے۔ اور کل والے بڑے شیطان کے پاس پہنچے
 یہاں جگہ وسیع ہے۔ مگر ہجوم کے باعث وہی دھکم دھکا
 کا عالم ہے۔ یہاں آگے بڑھتے ہوئے ایک ریلا ایسا آیا
 کہ رشید میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اور کئی اشخاص کے
 نیچے دبوچا گیا۔ مجھے بڑی فکر پڑی۔ اس کی والدہ نے
 شور مچایا۔ میں نے بمشکل اس کا ایک ہاتھ پکڑ کر اُسے
 بچایا۔ بچائے کو چوٹیں بھی آئی ہیں۔ مگر خدا اے سلامت

رکھے۔ کھسیانی ہنسی ہنس رہا ہے۔ اور مجھ سے کہہ رہا ہے۔ ابا جی! کوئی بات نہیں۔ آپ پتھر مجھے دیں۔ میں اس بے ایمان کو ماروں۔ میں نے شکر کیا ہے کہ زیادہ چوٹ نہیں آئی۔ پھر میں نے رمی شروع کی ہے۔ اور رشید و بلاں کی والدہ نے بھی۔ اس کے بعد رشید کو میں نے گود میں لیا۔ اور اس نے رمی کی ہے۔ اس کے بعد ہمت کر کے بلاں نے بھی رمی شروع کی۔ یہ دیکھتے ہی پہلی کنکری پھینکی ہے۔ میں نے کہا۔ شاباش! یہ لو دوسری کنکری۔ یہ بھی اس نے پھینکی۔ ساتھ ہی ایک مصری عورت نے نیکارا۔ چمکا ابا اس کی ہمت اور بندھی۔ اور اس نے تیسری کنکری بھی ماری۔ پھر چوتھی بھی اور اسی طرح ساتوں کنکریاں پھینک دی ہیں۔ الحمد للہ! ہم آج کے اس کام سے فارغ ہو چکے ہیں۔

ابا ہم یہاں سے واپس اپنے خیمہ میں لوٹ آئے ہیں۔ اور کل کے لئے پروگرام یہ بنایا ہے۔ کہ رشید و بلاں ساتھ نہیں ہوں گے۔



۶۔ جون بھوکا پیر

آج ۱۲ ذوالحجہ ہے۔ اور آج بھی تینوں شیطانوں کو پتھر مارنے ہیں۔ اور آج بھی رمی کا وقت زوال کے بعد شروع ہوگا۔ آج بھی ہم نے حسبِ معمول رمی کی ہے۔ اور رشید و ہلال کو ساتھ نہیں لایا گیا۔ اور ان کی جانب سے میں نے کنکریاں پھینکی ہیں۔

۱۳۔ آج کو رمی کر کے مکہ معظمہ چلے آنا بلا کرامت **مسئلہ** جائز ہے۔ اور اگر تیرہویں تاریخ کو بھی رہنا چاہے۔ تو موجبِ فضیلت ہے۔ تیرہویں کو بھی اگر منیٰ میں رہنا چاہے۔ تو پھر تیرہویں کو بھی بعد زوال پتھر مار کر مکہ معظمہ آئے۔

ہمارے معلم صاحب نے ہمیں آج ہی مکہ معظمہ واپس لے چلنے کا پروگرام بنا لیا ہے۔ اور ہم رمی سے فارغ ہو کر عصر کے وقت یہاں سے چل کر مغرب کے وقت مکہ معظمہ پہنچ گئے ہیں۔ الحمد للہ علی ذالک! خدا کا ہزار بار شکر ہے۔ کہ ہم اس فریضہ حج سے بخیر و خوبی فارغ ہو کر پھر مکہ معظمہ پہنچ چکے ہیں۔

پاکِ وطن

یہ حقیقت ہے۔ اور جسے ہر حاجی خوب جانتا ہے۔ کہ حج سے فراغت کے بعد

ہی وطن کی یاد ستانے لگتی ہے۔ اور فوراً یہ خیال آنے لگتا ہے۔ کہ ہمارا جہاز کس تاریخ کو جدہ سے روانہ ہوگا۔ اور حاجی ایک دوسرے سے یہی دریافت کرنے لگتے ہیں کہ تم کب جاؤ گے۔ اور تمہارا جہاز کب جانے والا ہے۔

ہم نے معلوم کیا۔ تو پتہ چلا۔ کہ ہم جس جہاز پر آئے تھے۔ وہ جہاز جس کا نام سنٹیا ہے۔ بنگال کے حجاج کو لے کر جائے گا۔ اور ہم ایک نئے بڑے جہاز پر جس کا نام "سفینۃ الحج" ہے۔ اور جسے ہماری حکومت نے حال ہی میں خریدا ہے۔ اس پر واپس ہوں گے۔ اور اس کی تاریخ روانگی کا عنقریب اعلان ہوگا چنانچہ اسی انتظار میں ہمیں پچیس روز اور مکہ معظمہ میں رہنے کے لئے مل گئے ہیں۔ اور ہم ان غنیمت کے دنوں میں نفعی طواف اور عمرہ کی سعادتوں سے مشرف ہو رہے ہیں۔

اور ان دنوں کے بعد پتہ چلا۔ کہ ہمارا جہاز ۲ جولائی کو جدہ سے روانہ ہوگا۔ چنانچہ ہمارے معلم صاحب

نے ہمیں دو روز پہلے ہی جدہ پہنچانے کا اعلان کر دیا ہے۔

اور ہم طواف الوداع کر کے اپنی بسوں میں بیٹھ گئے ہیں۔ اور جس وقت ہماری

بسیں مکہ معظمہ سے روانہ ہوئی ہیں۔ اس مقدس شہر

اور کعبہ معظمہ کی جدائی کے تصور سے بس میں ہر ایک حاجی رونے لگا ہے۔ اور لائق اٹھا اٹھا کر ہر ایک

یہ دعا مانگ رہا ہے۔ کہ الہی! ہمیں پھر اس پیارے شہر میں حاضر ہونے کا موقعہ نصیب فرماتا۔ ہم سب

دست بدعا ہیں۔ رشید و بلال کے بھی لائق اٹھے ہوئے ہیں۔ اور وہ بھی رو رہے ہیں۔

یہ لیجئے۔ ہم جدہ میں بھی پہنچ گئے ہیں۔ اور دو روز یہاں ٹھہرنے کے بعد اپنے جہاز "سفینۃ الحج" میں سوار ہو گئے ہیں۔

یہ جہاز جو ہماری حکومت نے خریدا ہے۔

بہت بڑا جہاز ہے۔ سنا ہے۔ کہ اس

میں ۲۱۰۰ نشستیں ہیں۔ اور ہم اس وقت نشستوں کی تعداد سے نصف کی تعداد میں ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ہر ایک حاجی کو ٹہری کھلی جگہ مل گئی ہے۔

اور بڑے مزے اور آرام سے یہ سفر طے ہو رہا ہے۔

واپسی پر بھی جہاز میں میری پانچ تقریریں ہوئیں
 ہیں۔ چونکہ دسویں محرم شریف بھی جہاز ہی میں آئی
 ہے۔ اس لئے محرم کی دسویں کو یہاں ایک عظیم الشان
 محفل کا انعقاد ہوا ہے۔ جس میں میں نے واقعات
 شہادت کا بیان کیا ہے۔ جس سے بڑی کیفیت پیدا
 ہوئی۔ اور اکثر احباب نے میرا پتہ نوٹ کیا ہے۔
 اور اپنے اپنے ہاں بلانے کا اور مجھ سے وہاں پہنچنے
 کا وعدہ کیا اور لیا ہے۔ ہمارا یہ جہاز چھ روز کے
 بعد کراچی پہنچ گیا ہے۔

ہمارا جہاز ویٹ وارن کی بندرگاہ پر ۸ جولائی کی شام
 کو پہنچ گیا ہے۔ ہم رات بھر جہاز ہی میں رہے۔ اور
 ۹ کی صبح کو جہاز سے اترے۔ کسٹم کے مرحلے سے
 فارغ ہو کر برادر محمد حسین صاحب، عزیز محمد احمد صاحب
 و دیگر احباب جو متعدد ہارٹے اور کارٹے بندرگاہ پر
 آئے ہوئے سینکڑوں استقبال کرنے والوں میں موجود
 ہیں۔ کی معیت میں ہم برادر محمد حسین صاحب کے
 گھر پہنچے۔ اور پہلا کام کوٹلی تار دینے کا کیا۔ کہ ہم
 بخیریت کراچی پہنچ گئے ہیں۔ اور ۱۲ تاریخ کو سندھ
 ایکسپریس پر سوار ہو کر ۱۳ کو انشاء اللہ گھر پہنچ جائیں گے۔

۱۲۔ جولائی ۱۹۷۱ء منگلوار

آج ہم کوٹلی روانہ ہونے کے لئے کراچی سٹی اسٹیشن پر پہنچے ہیں۔ ہمیں رخصت کرنے والوں میں اپنے متعدد عزیز اور کراچی کے دوست و احباب موجود ہیں۔ آج ہی رحیم یار خاں میں برادر محترم احسان الہی صاحب کوٹلوی اور برادر حاجی خان محمد کو بھی تار دیا ہے۔ کہ ہم سندھ ایکسپریس پر گزر رہے ہیں۔

نعرہ ہائے تکبیر و رسالت میں ہماری ٹرین چھوٹی ہے۔ اور ہم کراچی سے عازم سیالکوٹ ہو گئے ہیں۔

شام آٹھ بجے ہم رحیم یار خاں پہنچے ہیں۔ برادر احسان الہی و برادر حاجی خان محمد صاحب بلاں ورشید کے لئے پھل فروٹ اور معنائی وغیرہ ساتھ لائے ہیں۔ ان کے ہمراہ رحیم یار خاں کے دیگر احباب بھی ہیں۔ ایک تو میں ان کا عزیز۔ پھر رحیم یار خاں میں کئی ایک تقریریں بھی کر چکا ہوں۔ اور پھر حاجی بھی۔ ظاہر ہے۔ کہ یہ لوگ کس جہت و تپاک سے ملے ہوں گے۔ گاڑی جتنی دیر بٹھری رہی۔ یہ لوگ ہمارے ڈبہ میں اور کچھ باہر مدینہ منورہ اور حج کی باتیں

دیانت کرتے رہے۔ اور رشید و بلاں کے ہاتھ پیر
چومتے رہے۔

۳۱ جولائی بروز بدھ صوار

آج صبح سوا سات بجے ہم لاہور پہنچ گئے ہیں۔
اس کے بعد دس بجے وزیر آباد پہنچیں گے۔ اور وہاں
سے گاڑی بدل کر بارہ بجے کے قریب انشاء اللہ
سیالکوٹ پہنچیں گے۔ یہ لیجئے وزیر آباد بھی آگیا۔
کوٹلی میں تار پہنچنے کے بعد کوٹلی کا ہر چھوٹا بڑا
مرد اور عورتیں ہمارے استقبال کے لئے تیار تھے۔ اور
بہت سے احباب وزیر آباد تک پہنچے ہوئے تھے۔ چنانچہ
یہ دیکھتے وزیر آباد گاڑی پہنچی ہے۔ تو سب سے پہلے
عزیز مولوی عطا المصطفیٰ محمد جمیل سلمہ رہبر پر نظر
پڑی ہے۔ گاڑی رکی اور اترتے ہیں۔ تو دیکھا کہ
عزیز منیار المصطفیٰ اور اس کی دونوں بہنیں اور ان
کے علاوہ کئی ایک کوٹلی کے احباب ہم سے استقبال
کے لئے یہاں پہنچے ہوئے ہیں۔ ہمیں یاروں سے
نوازا گیا۔ شیخ القرآن حضرت مولانا عبدالغفور صاحب
دامت برکاتہم العالیہ اور مولوی محمد نذیر صاحب مجاہد اسلام

مجھی تشریف فرما ہیں۔

خوب خوب گلے لگ کر ملاقاتیں ہوئیں۔ حضرت شیخ

القرآن نے ویٹنگ روم میں بٹھایا۔ مولوی محمد نذیر صاحب نے

سب کے لئے چائے کا انتظام کیا ہے۔ اور گھنٹہ بھر ہم

یہاں ٹہرے رہے ہیں۔ اور پھر سیالکوٹ کی گاڑی پر بیٹھ

گئے ہیں۔ سیالکوٹ کے اسٹیشن پر خطیب اعظم — مولانا

محمد یوسف صاحب احباب سمیت اور دیگر علمائے اہل سنت

اور کوٹلی کے کئی مرد اور عورتیں نیز کھروڑ سپداں کے متعدد

احباب ہار لئے اسٹیشن پر موجود ہیں۔

لیجٹیم سیالکوٹ آپہنچے ہیں۔ یہ دیکھتے سارا پلٹ فارم

استقبال کرنے والوں سے اٹا ہوا ہے اور گاڑی پہنچتے ہی

نفرہ ہائے تکبیر و رسالت۔ اور شیر پنجاب زندہ باد کے نعروں

سے گونج اٹھا ہے۔ سب سے پہلے حضرت مولانا محمد یوسف

صاحب آگے بڑھے ہیں۔ اور مجھے گاڑی سے نیچے اترنے کو

فرمایا ہے۔ میں گاڑی سے نیچے اترا ہوں۔ مولانا سے بقلگیر

ہونے کے بعد مدافعتوں اور مصافحوں کا کچھ ایسا درمسلل

م شروع ہوا ہے کہ ختم ہی ہونے میں نہیں آتا۔

ہاروں سے کچھ ایسا ٹوانا جا رہا ہوں۔ کہ تھک گیا ہوں

اور ہار گیا ہوں۔ ادھر رشید و بلاں کو کندھوں پر اٹھا

اٹھا کر ان کے نام کے نعرے لگائے جا رہے ہیں، مستورات کا انہو ان کی والدہ کو گھیرے ہوئے چل رہا ہے۔
 سُبْحَانَ اللَّهِ! مدینہ منورہ سے ہو کر آنے والا کس قدر عروج و بلندی پالتا ہے۔

یہ دیکھتے ہم بمشکل اسٹیشن سے باہر نکلے ہیں۔ تو اسٹیشن سے باہر بھی سیالکوٹ اور کوٹلی کے متعدد احباب موجود ہیں۔ دو گھنٹہ یہیں صرف ہو گئے ہیں۔ پھر ہم ٹانگوں پر بیٹھے ہیں۔ دس بارہ ٹانگوں کی یہ قطار کوٹلی کو روانہ ہوئی ہے۔ اکثر احباب دائیں بائیں سائیکلوں پر سوار سائے چل رہے ہیں۔ یہ دیکھتے کھروٹ سپاں آگیا ہے۔ کھروٹ کے متعدد احباب مرد اور عورتیں ہمارے استقبال کے لئے سڑک پر کھڑے ہیں۔ میرا ٹانگہ سب سے آگے ہے۔ اس کے پیچھے رشید بلال اور ان کی والدہ کا۔ کھروٹ کے احباب نے ہمیں کھڑا لیا ہے۔ اور ہم نے نیچے اتر کر سب سے ملاقات کی ہے۔ احباب نے مجھ کو کیا ہے۔ کہ ہر لب سڑک جامع مسجد میں کچھ بیان ہو جائے۔ چنانچہ میں اسی عالم میں مسجد میں گیا ہوں۔ اور پانچ منٹ کیلئے مدینہ منورہ کی باتیں کر کے پھر اپنی سواری پر بیٹھ گیا

ہوں۔ یہ دیکھتے مٹک پر کئی بچے دوڑتے ہوئے کھروٹ
تک آ پہنچے ہیں۔ یہ کوٹلی سے آئے ہیں۔ کوٹلی
احباب بھی اسی طرف آ رہے ہیں۔ کوٹلی یہاں سے ابھی
چار میل دور ہے۔ مگر ہماری محبت ان احباب کو
کشاں کشاں لا رہی ہے۔ اب یہ عالم ہے۔ کہ ہمارے
ٹانگے کوٹلی کو چل رہے ہیں۔ دائیں بائیں سائیکل
سوار ہیں۔ اور کئی بچے ہمارے ان ٹانگوں کے ساتھ
ساتھ دوڑ رہے ہیں۔ بعض بچوں کو ہم نے ٹانگوں پر
بٹھا لیا ہے۔ مگر کس کس کو بٹھائیں۔ یہ دیکھیے۔
مشرقی کوٹلی سے گزرنے کے بعد میں بھر مٹک پر مرد
اور عورتوں کا ہجوم نظر آ رہا ہے۔ یہ سب کوٹلی کے
مسلمان ہیں۔ جو اس مسافر مدینہ بشتیر اور اس کے
بچوں اور ان بچوں کی والدہ کے استقبال کے لئے گھروں
سے نکل آئے ہیں۔ سبحان اللہ! کیا عظمت اور کیا
شان ہے مدینہ پاک کی۔ کہ وہاں سے ہو کر آنے والا
بے پناہ بلندپوں پر جا پہنچتا ہے۔ اب منظر یہ ہے۔ کہ
مردوں کے ہجوم نے میرے ٹانگے کو۔ اور عورتوں
کے ہجوم نے رشید و بلال کی والدہ کے ٹانگے کو گھیر
رکھا ہے۔ اور چھوٹے چھوٹے بچے محبت و پیار کی نظروں

سے رشید و بلال کو دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہے ہیں۔ کوٹلی کے بڑے بڑے بزرگ اور سن رسیدہ حضرات نے یہ بتلایا ہے۔ کہ اس قدر عظیم الشان اجتماع استقبال آج سے قبل کوٹلی میں دیکھنے میں نہیں آیا۔ کیوں نہ ہو۔ ہم مدنیہ پاک سے ہو کر آئے ہیں۔ ہم آہستہ آہستہ چل رہے ہیں۔ نعرہ ہائے تکبیر و رسالت لگ رہے ہیں چھوٹے چھوٹے بچے رشید و بلال کے ارد گرد ان کا نام لے لے کر حاجی رشید زندہ باد اور حاجی بلال زندہ باد کے نعرے لگا رہے ہیں۔ اور لطف یہ کہ یہ دونوں نعرے حاجی خود بھی ایک دوسرے کا نعرہ لگا رہے ہیں۔ اور خود بھی زندہ باد کہہ رہے ہیں۔ یہ دیکھتے اڑھ آگیا ہے۔ اور سارے اڑھ میں انسانی ہجوم نظر آ رہا ہے۔ ان سب کے آگے میرے عم محترم حضرت مولانا محمد امجد الدین صاحب تشریف فرما ہیں اڑھ پر پہنچتے ہی میں سب سے پہلے عم محترم سے بغلیگر ہوا ہوں۔ عم محترم رونے لگے، میں بھی رو رہا ہوں۔ پھر سب حضرات سے باری باری ملاقات ہو رہی ہے۔ عورتوں کے ہجوم میں رشید و بلال کی والدہ سب سے ملاقات کر رہی ہے۔ رشید و بلال کبھی مردوں کے ہجوم

لے رحمۃ اللہ علیہ۔ امنوس کہ حضرت کا وصال ہو گیا ہے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون

میں اور کبھی عورتوں کے ہجوم میں آ جاتے ہیں۔ مرد اور عورتیں ان کے ہاتھ اور پیر بھی چوم رہے ہیں۔ ہم چاروں ٹاروں میں گھرے ہوئے اس عظیم جلوس کے ساتھ مسجد کی طرف روانہ ہوئے ہیں۔ عقبہ بھر میں چھوٹے بڑے مرد اور عورتیں ہماری راہ میں کھڑے ہیں مدینہ پاک کی بے پناہ برکتوں اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیشمار انعامات سے مشرف ہوتے ہوئے ہم فقہیہ اعظم علیہ الرحمۃ کی مسجد میں پہنچے ہیں۔ شکر یہ کہ نفل ادا کرنے کے بعد حضرت فقہیہ اعظم کے مزار پر حاضری دی۔ اور پھر مسجد میں جو ایک عظیم اجتماع ہو چکا ہے۔ اس میں گھنٹہ بھر تقریر کی۔ اور بسم اللہ پڑھ کر اپنے گھر میں قدم رکھا ہے۔ اور خدا کا ہزار بار شکر یہ ادا کیا۔ کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ اور اپنی کیفیت یہ دیکھ رہے ہیں۔ کہ ۵

حُبِّ اَحْمَدِ اَنْزِلَ مِنْ سِنِّيْهِ

میں یہاں ہوں میرا دل مدینے میں ہے



تالیفات

وہ کتابیں جو تالیف ہوئی ہیں ان کے حوالے سے تفصیلات دیکھیں

پہلی حکایا حصہ اول اس حصہ میں چار باب ہیں۔ توحید، رسالت، انبیاء کرام علیہم السلام اور خلفائے راشدین۔ ہر باب میں اس کے متعلق سچی

حکایات قرآن اور حدیث اور دیگر مستند کتب سے مع حوالہ جمع فرمادی گئی ہیں۔ اور ساتھ ہی ہر حکایت سے جو سبق ملتا ہے وہ بھی لکھ دیا گیا ہے۔ ان حکایات میں توحید کا مفہور علیہ السلام کے علوم و اختیارات اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی بلند و بالا شانیں اور چار یاران نبی کے فضائل و مدارج ظاہر ہوتے ہیں۔ کتابی سائز۔ صفحات ۳۸۴ مضبوط جلد۔ خوشنما ٹائٹل۔ قیمت ۳ روپے ہر آنے علاوہ محصول ڈاک۔

پہلی حکایا حصہ دوم اس حصہ میں تین باب ہیں۔ صحابہ کرام، اہل بیت عظام، ائمہ کرام۔ ان میں صحابہ کرام اور اہل بیت عظام کے فضائل و جذبہ

جہاد، جرأت و ہمت، عزم و استقلال اور عشق رسول کی مستند حکایا درج ہیں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا مفصل بیان بھی لکھ دیا گیا ہے۔ نیز ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم کے فضائل اور اہل علی و نقی استباطات کی حکایا بھی درج کر دی گئی ہیں۔ قیمت ۳ روپے ۱۳

پہلی حکایا حصہ سوم اس حصہ میں تین باب ہیں۔ اولیاء کرام، سلاطین و خلفاء اور مختلف حکایات۔ ان میں اللہ کے مقبول بندوں کی اور پہلے زمانہ

کے نیکدل بادشاہوں کی خدا ترسی، عدل پوری اور فہم فراست کی حکایتیں درج ہیں نیز مختلف عنوانات کی سبق آموز حکایات جمع فرمادی گئی ہیں۔ صفحات ۱۰۱۔ مضبوط جلد۔ خوشنما ٹائٹل و کوز۔ قیمت ۳ روپے ۸ آنے۔ علاوہ محصول ڈاک۔

واعظ (حصہ اول)

سلطان الواعظین مولانا ابو النور محمد بشیر صاحب کے وعظوں کی ملک بھر میں دھوم ہے۔ اس کتاب میں مولانا کے ۱۱ مفصل اور مدلل وعظ درج ہیں۔ ان وعظوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و کمالات، آپ کا علم غیب، اختیار و تصرف، آپ کا نیر ہونا، شان رسالت، ضرورت حدیث، ختم نبوت، مسئلہ وسیلہ اور دیگر مسائل مدلل طور پر بیان کئے گئے ہیں۔ اہل حق کی تائید و احقاق کے ساتھ ساتھ زندگہ و الحاد، مادر پدر آزادی اور دیگر خیالات باطلہ کا مدلل اور عام فہم طرز میں رد و ابطال بیان کیا گیا ہے۔ ہر وعظ میں آیت و حدیث کا حوالہ لکھ دیا گیا ہے۔ یہ کتاب مبتدی طلباء کے علاوہ کہنہ مشوق مقررین کے لئے بھی بڑی مفید ہے۔ ۱۲ مفصل اور مدلل وعظوں میں قرآن و حدیث اور اقوال سلف کے علاوہ مستند حکایات اور نتیجہ خیز لطائف بھی درج ہیں۔ اور حسب توقع ثنوی شریف کے فارسی اور اردو اشعار بھی۔

خوبصورت کھائی چھپائی، سرنگا دیدہ زیب ٹائٹل اور مضبوط جلد بندی ہوئی۔ سائز ۱۸x۲۳ صفحات ۳۸۴ قیمت پانچ روپے۔ محصول ڈاک بذمہ خریدار۔

واعظ حصہ دوم

اس حصہ میں حسب ذیل ۱۲ وعظ درج ہیں۔

(۱) تیرھواں وعظ احسانِ عظیم، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ طیبہ،

آپ کے فضائل و کمالات اور علوم و تصرفات وغیرہ کا بیان۔ (۲) چودھواں

وعظ محفلِ میلاد۔ (۳) پندرھواں وعظ اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۴) سولہواں وعظ شاہدِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، ستارہواں وعظ ذکرِ الہی۔

(۶) اٹھارہواں وعظ کیفِ تکفرون۔ (۷) انیسواں وعظ توبہ کا وعظ، بیسواں

وعظ اولیاءِ کرام۔ (۹) اکیسواں وعظ شہرِ رمضان۔ (۱۰) بائیسواں وعظ عید کا

وعظ۔ (۱۱) تیسواں وعظ قربانی کا وعظ۔ (۱۲) چوبیسواں وعظ شہادت و فلسفہ

شہادت اور حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مفصل

شہادت کا بیان۔

یہ بارہ وعظ بھی پہلے حصہ کے وعظوں کی طرح قرآن و حدیث اور دیگر

براہین سے مدلل لکھے گئے ہیں۔ حسین کتابت۔ نفیس طباعت۔ سفید

موٹا کاغذ ۱۸×۲۳ سائز، خوبصورت اور مضبوط جلد۔ سرنگا حسین جمیل

ٹائٹل۔ قیمت پانچ روپے۔ علاوہ محصول ڈاک!

ایک حدیث کا وعظ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز فرمایا۔ مجھے تین چیزیں بڑی پسند ہیں۔

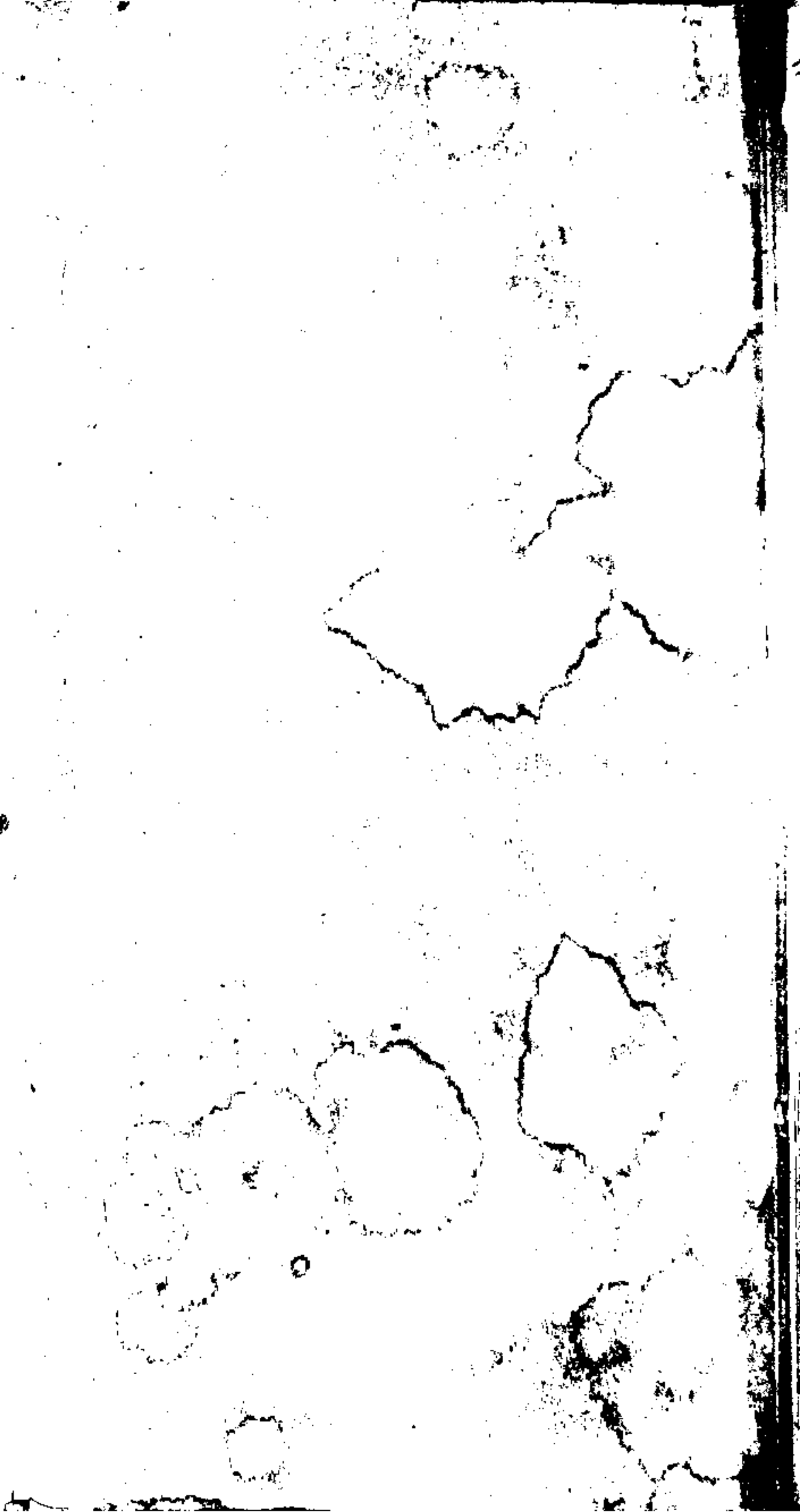
حضور کا یہ ارشاد سن کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! تین چیزیں مجھے بھی بڑی پسند ہیں۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بولے۔ حضور! تین چیزیں مجھے بھی بڑی پسند ہیں۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! تین چیزیں مجھے بھی بڑی پسند ہیں۔ پھر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بولے۔ حضور! تین چیزیں مجھے بھی بڑی پسند ہیں۔ ان کے بعد جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! تین چیزیں مجھے بھی بڑی پسند ہیں اور حضور! تین چیزیں اللہ کو بھی بڑی پسند ہیں!

یہ حدیث جب امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد حنبلین رضی اللہ عنہم تک پہنچی۔ تو ان چاروں اماموں نے بھی اپنی اپنی پسندیدہ تین چیزیں بیان فرمائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کونسی تین چیزیں ارشاد فرمائیں؟ اور چار تیاران نبی نے اپنی اپنی کونسی تین چیزیں عرض کیں۔ اور جبریل نے کونسی تین چیزیں بتائیں۔ اور خدا کی پسندیدہ تین چیزیں کون سی ہیں۔ اور پھر ائمہ اربعہ نے کون کون سی چیزیں بیان کیں۔ ان سب چیزوں کا ذکر اور ان کی تشریح پر مشتمل کتاب "تین چیزیں" کے نام سے منظرِ عام پر آئی ہے۔ یہ وعظ دین و دنیا کا جامع و مفصل ہے۔ کتاب کی تعداد صفحات ۳۲۶۔ رنگین ٹائٹلس۔ قیمت ۲۰ روپے۔ ایس۔ ایل۔ اے۔ پبلیشرز۔ لاہور۔ پاکستان۔

کا پتہ

ملنے

عطاء المصطفیٰ ناظم کتب خانہ ماہِ طیبہ کوٹلی اور ان کے شاگردوں کوٹلی



اہل سنت و جماعت کا
اپنی طرز کا واحد مہنامہ

ماہ طیبہ کی مجلس

ماہ طیبہ

جس پر ماہ علمی اور مفید مضامین کے لئے ناظرین کو محفوظ
کتابچے مذاہب باطلہ کی تردید اور اہلسنت کی تائید میں
مختلف انداز و نئی طرز میں لکھے گئے مقالات پیش کیے

• نظم و نثر کا ایک ایمان افروز رجحان غلدستہ

مصححات کتابت و طباعت نفیس نئے نئے جلاکوں سے

مترجمین رنگین ٹائٹل۔ سالانہ چندہ چار روپے فی کاپی ۱۰

نمونہ طلب کرنے کیلئے ہم سے لکھ کر بھیجئے

الذوالقعدۃ ۱۳۸۵ھ سنہ ۱۹۶۵ء

کوئٹہ لوہاراں ضلع سیالکوٹ